بہاء اللہ و

بہائی پبلشنگ کمیٹی حظیرۃ القدس ملّی دہلی

بہاء اللہ و عصر جدید

مصنفہ

جے - اِی - ایسلمنٹ

ایم - بی - سی - ایچ - بی - ای - اے

عبّاس علی بٹ بی - اے - بی - ای - ڈی - ایچ - پی

بہ تصویب ریویونگ کمیٹی

محفلِ ملی بہائیانِ ہند و برہما نے دوبارہ چھپوا کر شائع کیا

سنہ ۱۹۴۵

بارِ دوم (کمال پرنٹنگ ورکس دہلی) قیمت

فہرست مضامین

ساتواں باب

صحت و شفاء

آٹھواں باب

وحدتِ ادیان

نواں باب

حقیقی تمدن

مضمون	صفحہ

پندرھواں باب

یادِ گذشتہ و اُمیدِ آئندہ

تمت

دیباچہ مصنف

دسمبر ۱۹۱۴ء میں کچھ ایسے احباب سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا جو حضرت عبدالبہاء سے مل چکے تھے۔ اور دو ایک رسالے جو ان دوستوں نے دیئے تھے میں نے پڑھے جس سے مجھے پہلی مرتبہ امر بہائی سے واقف ہونے کا موقع ملا۔ بہائی تعلیمات کی ہمہ گیری۔ قوت اور خوبی نے مجھ پر فوراً ہی بڑا اثر کیا۔ میں نے یہ محسوس کر لیا کہ موجودہ دنیا کی ضروریات کو کامل اور اطمینان بخش طریقہ سے پورا کرنے کے لئے قانونِ شریعت کو جیسے بہائی تعلیمات پیش کرتی ہیں ویسے کوئی اور دین پیش نہیں کرتا۔ جس قدر میں اس امر کا مطالعہ کرتا گیا میرا یہ احساس زیادہ قوی اور زیادہ گہرا ہوتا گیا۔

اِس تحریک کے متعلق علم حاصل کرنے کے لئے جن کتابوں کی ضرورت تھی ان کے حاصل کرنے میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے ان کتابوں کو پڑھ کر فوراً مجھے خیال ہوا کہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے اُن کا خلاصہ ایک کتاب کی صورت میں جمع کردوں تاکہ دوسرے لوگ بآسانی ان تعلیمات سے واقف ہو سکیں۔

جنگِ عظیم کے بعد فلسطین سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہونے پر میں نے اس کتاب کے پہلے نو باب جن کا مسودہ اس وقت قریباً مکمل ہو چکا تھا حضرت عبدالبہاء کی خدمت میں ارسال کئے آپ نے مجھے ایک نہایت ہمت افزا خط لکھا اور مجھے نہایت محبت آمیز مخلصانہ دعوت دی کہ میں اپنا سارا مسودہ لیکر آپ کی خدمت میں حیفا پہنچوں۔ میں نے نہایت خوشی سے اس دعوت پر لبیک کہا

اور ۱۹۱۹-۲۰ء میں ۲½ ماہ تک مجھے حضرت عبدالبہاء کا مہمان رہنے کا شرف حاصل ہوا اِس اثناء میں کئی موقعوں پر حضرت عبدالبہاء نے اِس کتاب کے بارے میں مجھ کو گفتگو کی اور اس کی اصلاح کے لئے نہایت قیمتی مشورے دیئے اور مجھ سے فرمایا کہ جب تم سارے مسودے پر نظر ثانی کر لوگے تو میں اس کا فارسی ترجمہ کرونگا تاکہ اِسے خود پڑھ کر اس میں جہاں کہیں ضرورت ہو اصلاح یا ترمیم کردی جائے۔ اس حکم کے مطابق نظر ثانی اور ترجمہ کرایا گیا۔ اور حضرت عبدالبہاء نے اپنی وفات سے پہلے باوجود کثرت مشاغل کے ۳½ ابواب یعنی پہلے۔ دوسرے تیسرے اور پانچویں باب کی تصحیح فرمائی۔ مجھے اس بات کا سخت صدمہ ہے کہ حضرت عبدالبہاء سارے مسودے کی اصلاح نہ فرما سکے جس سے اِس کتاب کی قدر و اہمیت کو چار چاند لگ جاتے۔ اس کے بعد محفل ملی بہائیان انگلستان کی ایک کمیٹی نے سارے مسودے کو غور و احتیاط سے دیکھا۔ اور اب یہ کتاب اُسی محفلِ مقدس کی منظوری سے طبع کی گئی ہے۔

میں مس ای۔ جے روز نبرگ محترمہ کلاڈیا۔ ایس کولز۔ مرزا لطف اللہ ایس حکیم مسٹر رائے وہلم اور مسٹر ماونٹفورٹ ملز اور دیگر بہت سے احباب کا تہ دل سے ممنون ہوں جنھوں نے اس کتاب کے مرتب کرنے میں مجھے نہایت قیمتی مدد دی

عربی اور فارسی نام یا الفاظ جو میں نے رومن میں لکھے ہیں اُن کے لیئے وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جسے اختیار کرنے کی حال ہی میں شوقی آفندی نے تمام دُنیا کے بہائیوں کو تاکید فرمائی ہے۔

جے۔ ای۔ ایسلمنٹ
نیر فورڈ کلنٹس۔ نزد ابرڈین

دیباچہ طبع دوم

تقریباً دس سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ "بہاء اللہ و عصر جدید" طبع ہوئی۔ یہ کتاب ایک محقق کے قلم سے امر بہائی کی درست و کامل تشریح ہے۔ امر اللہ کا اطمینان بخش تعارف کرانے میں یہ کتاب اتنی مفید ثابت ہوئی کہ مشرق و مغرب کے اہل بہاء اب تک اس کا ۳۵ زبانوں میں ترجمہ کرا چکے ہیں۔

جیسا کہ ڈاکٹر ایسلمنٹ نے خود بھی تسلیم کیا ہے حضرت عبدالبہاء کے صعود فرمانے کے بعد امر بہائی کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوا ہے۔ پس جو کچھ مصنف نے ۱۹۲۱ء سے پہلے لکھا تھا اس کی بہت سی باتیں امر کے ترقی کر جانے کی وجہ سے غیر ضروری ہو گئیں۔ اس کے علاوہ آپ نے جو کچھ اس زمانہ کے واقعات اور اجتماعی حالات کے بارے میں لکھا ہے وہ اب مضمون سے مربوط دکھائی نہیں دیتا۔ کتاب میں کچھ ایسی باتوں کا لکھا جانا بھی ناگزیر تھا جن کی مستند تشریح ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ مثلاً حضرت باب اور حضرت عبدالبہاء کے مقامات کے متعلق پہلے مشرح تفسیر موجود نہ تھی۔ اب امر اللہ کے ولی اول حضرت شوقی ربانی نے مستند تشریح فرما کر احباب الٰہی کے عقیدہ کو اس مسئلہ کے متعلق صحیح فرمایا ہے۔

اس لیے یہ ایڈیشن محفل روحانی ملی بہائیان امریکا کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوا ہے اور یہ نظر ثانی حضرت ولی امر کے حکم سے کی گئی ہے۔ نظر ثانی کرتے وقت نہ تو ڈاکٹر ایسلمنٹ کے اصل منشا میں کوئی ترمیم کی گئی ہے اور نہ ہی آپ کے نص کے کسی بڑے حصہ کو تبدیل کیا گیا ہے۔ نظر ثانی کا مقصد صرف یہ ہے کہ مصنف کی وفات کے بعد جو ترقیاں ظہور میں آئیں ان کا اضافہ کر کے آپ کی عبارات کو زیادہ واضح کیا جائے۔ نیز جو حوالے بہائی نوشتوں سے انتخاب کر کے دیئے ہیں ان کے بجائے بہترین ترجمے درج کر دیئے جائیں۔

(جنوری سنہ ۱۹۳۷ء)

پہلا باب

بشارت

"دنیا کی تمام قوموں کا موعود ظاہر ہو گیا ہے۔ تمام ادیان و اقوام کو ایک مظہر ربانی کے ظہور کا انتظار تھا۔ اور یہ ظہور کل بنی نوع انسان کے لئے معلّم و مُربّی اعظم حضرت بہاءاللہ ہیں۔" (عبدالبہاء)

دنیا کی تاریخ کا ایک اہم ترین واقعہ

اگر ہم ارتقائے انسانی کی داستان کو جو صفحاتِ تاریخ میں درج ہے غور سے پڑھیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انسانی ترقی کا سب سے بڑا عنصر ہر زمانے میں ایک ایسے انسانِ کامل کی آمد رہی ہے جو وقت کے مروّجہ خیالات سے آگے بڑھ کر ایسی حقیقتوں کی نقاب کشائی کرتا ہے جو اُس وقت تک انسانوں سے مخفی ہوتی ہیں۔ موجد۔ حکیم۔ رہنما۔ پیغمبر۔ یہ ایسے انسان ہیں جو درحقیقت دنیا کو بالکل بدل دیتے ہیں۔ جیسا کہ کارلائل نے کہا ہے:-

"صداقت بات اند ہمارے خیال میں ایک صریح اور بدیہی مسئلہ یہ ہے کہ ...... ایک فردِ واحد جو ایک اعلیٰ دانائی کا مالک ہوتا ہے اور جس کے قبضہ میں ایک ایسی روحانی حقیقت ہوتی ہے جو اُس وقت تک کسی انسان نے نہ دیکھی ہو نہ سنی۔ وہ نہ صرف دس

یا دس ہزار انسانوں سے بلکہ اُن تمام انسانوں سے قوی تر ہوتا ہے جن کے پاس یہ حقیقت نہیں ہوتی۔ وہ اُن کے درمیان ایک ایسی آسمانی اور ملکی قوت کے ساتھ قیام کرتا ہے گویا اُس کے ہاتھ میں ایک آسمانی تلوار ہوتی ہے جس کا مقابلہ نہ تو کوئی ڈھال کر سکتی ہے اور نہ کوئی آہنی بُرج کر سکتا ہے۔"

(سائنز اور دی ٹائمز)

سائنس۔ علوم و فنون اور موسیقی کی تاریخوں میں ہمیں اس قول کی صداقت کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ مگر اِس انسانِ کامل اور اس کے کام کی اہم ضرورت جیسی کہ دین کے معاملہ میں صاف و صریح طور پہ نمایاں ہوتی ہے اور کسی شعبۂ زندگی میں نہیں پائی جاتی۔

جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے یہی ہوتا آیا ہے کہ جب کبھی لوگوں میں روحانی کمزوری کے آثار نمایاں ہوئے اور اُن کے اخلاق بگڑ گئے تو وہ محیر العقول اور پُر اسرار ہستی یعنی پیغمبر ظاہر ہوتا ہے۔ تمام دنیا کے مقابلہ میں یہ وجودِ مبارک تن تنہا قیام کرتا ہے۔ نہ تو کوئی اس کا مددگار ہوتا ہے اور نہ کوئی اس کا ساتھ دیتا ہے۔ نہ کوئی اُسے کما حقہٗ سمجھ سکتا ہے۔ اور نہ اس کے کام میں کوئی اس کا شریک ہو سکتا ہے۔ گویا اندھوں میں ایک صاحب بصیرت ظاہر ہوتا ہے جو اپنی بشارتِ حق و صداقت کا اعلان کرتا ہے۔

اِن پیغمبروں میں سے بعض نمایاں بلندی پر دکھائی دیتے ہیں۔ ہر چند صدیوں کے بعد کوئی آسمانی پیغمبر یعنی کوئی کرشن۔ کوئی زرتشت۔ کوئی موسیٰ کوئی عیسیٰ یا کوئی محمد مشرق میں ایک روحانی سورج کی طرح ظاہر ہوتا ہے تاکہ انسانوں کے تاریک قلوب کو روشن اور اُن کی غافل ارواح کو بیدار کرے۔

اِن بانیانِ ادیان کی نسبتی بزرگی کے بارے میں ہمارے خیالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں، ہم اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ یہ لوگ ذرائع تربیتِ انسانی میں ایک نہایت طاقتور عنصر ہوتے ہیں۔ یہ سب انبیاء بیک آواز فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ ہمارے واسطہ سے خدائی وحی اور آسمانی پیغام ہے۔ ہم صرف اس کے لانے والے ہیں۔ اِن انبیاء کا جس قدر کلام اس وقت موجود ہے اس میں ایک معلّم و مربّیِ عالم کے ظاہر ہونے کے بےشمار وعدے اور اشارے پائے جاتے ہیں۔ کہ وقت کے پورا ہونے پر یہ تمام دنیا کا مربّی ظاہر ہوگا۔ اور ان کے کام کو پورا کریگا۔ اور اُسے تکمیل تک پہنچائے گا۔ وہ دنیا میں امن و عدل کی سلطنت قائم کریگا۔ اور دنیا کے تمام مذہبوں اور قوموں اور نسلوں کو ایک خاندان بنا دے گا۔۔۔ تاکہ صرف ایک گلّہ اور ایک ہی اس کا گلّہ بان ہو" اور سب ادنیٰ و اعلیٰ خدا کی معرفت حاصل کریں اور اُس سے محبت کریں۔

آخری ایام میں اِس مربّیِ عالَمِ انسانی کی آمد یقیناً تاریخ کا ایک نہایت ہی اہم ترین واقعہ ہونا چاہیئے۔ تحریک بہائی دنیا میں اس بڑی خوشخبری کا اعلان کر رہی ہے کہ یہ مربّیِ اعظم فی الواقع ظاہر ہوگیا ہے اور اس پر وحیِ آسمانی کا نزول ہوا۔ جو کتاب کی صورت میں موجود ہے۔ جسے ہر طالب صادق پڑھ سکتا ہے۔ یوم اللہ ظاہر ہوگیا ہے اور راستبازی و صداقت کا آفتاب طلوع ہو چکا ہے۔ اب تک تھوڑے لوگوں نے جو اپنے مرتبہ کی بلندی کے سبب گویا پہاڑ کی چوٹی پر جاگزیں تھے، اِس نیّرِ اعظم کا نظارہ کیا ہے۔ مگر اس کی کرنیں آسمانوں اور زمین کو منوّر کر رہی ہیں اور جلد ہی یہ پہاڑوں سے اونچا بلند ہوگا۔ اور میدانوں اور وادیوں پر اپنی پوری طاقت سے چمکیگا اور سب کو

ہدایت اور زندگی عطا فرمائے گا۔

بدلتی دُنیا

یہ بات سب پر واضح ہے کہ دنیا اُنیسویں صدی کے دَوران اور بیسویں صدی کے آغاز میں پُرانے دَور کی موت و جانکنی کی انگڑائیوں اور نئے دَور کی پیدائش کے دردِ زِہ میں سے گذر رہی ہے۔ مادہ پرستی اور خود غرضی کے پُرانے اُصول اپنی پیدا کردہ تباہی کے درمیان دم توڑ رہے ہیں۔ اور پُرانے فرقہ وارانہ سیاسی تعصبات اور دیرینہ دشمنیاں رفو چکر ہو رہی ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمام ملکوں میں اخوت۔ ایمانداری اور آپس میں میل جول کی تازہ رُوح ظاہر ہو رہی ہے جو پُرانی رسوم کی تنگ حدود سے آگے بڑھ رہی ہے۔ انسان کی زندگی کے ہر شعبہ میں ایسے اہم انقلابات واقع ہو رہے ہیں جو پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ پُرانا دَور ابھی مرا نہیں ہے۔ یہ نئے دَور کے ساتھ زندگی اور موت کی لڑائی میں مصروف ہے۔ بہت سی ہولناک اور خوفناک بُرائیاں موجود ہیں۔ مگر اب ایک تازہ جوش اور نئی اُمید کے ساتھ وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالی جا رہی ہیں۔ اُن کی جانچ پڑتال کی جا رہی ہے اور ان کے پرخچے اُڑائے جا رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ گھٹا خوفناک اور گھنگھور ہے۔ مگر روشنی اب اس سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہے اور شاہراہ ترقی کو منور کر رہی ہے۔ اور ان رکاوٹوں اور گڑھوں کو ظاہر کر رہی ہے جو ترقی کے راستے میں حائل تھے۔

اٹھارہویں صدی میں یہ بات نہ تھی۔ اُس وقت روحانی اور اخلاقی تاریکی میں جو دنیا پر چھائی ہوئی تھی مشکل سے کہیں کہیں روشنی کی کرن دکھائی دیتی تھی۔ یہ زمانہ ایسا تھا جیسا صبح ہونے سے پہلے تاریک ترین وقت ہوتا ہے۔ جس وقت چند ایک چراغ یا شمعیں جو موجود ہوتی ہیں تاریکی کو

اور بھی نمایاں کرتی ہیں۔ کارلائل اپنی کتاب "فریڈرک اعظم" میں اٹھارھویں صدی کا نقشہ یوں کھینچتا ہے :-

"یہ ایک ایسی صدی تھی جس کی نہ تو کوئی تاریخ ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ جھوٹ اور دروغ بافی اس قدر زیادہ ہوگئی تھی کہ پہلے کسی صدی میں ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس میں جھوٹ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اب لوگوں کو اس کا احساس بھی نہ رہا تھا۔ دُنیا کِذب میں ڈوبی ہوئی تھی اور جھوٹ اس کی ہڈیوں میں رچ گیا تھا۔ واقعی جھوٹ کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا تھا اور انقلاب فرانس کے سے واقعہ کو اس کا خاتمہ کرنا پڑا۔ جس کا میں شکریہ کے ساتھ اظہار کرتا ہوں کہ ایسی صدی کا درست خاتمہ تھا کیونکہ اس وقت غافل اور بے سمجھ انسانوں کو حیوانی درجہ میں ڈوبنے سے بچانے کے لیے ایک آسمانی وحی کی پھر سے ضرورت تھی۔"

(فریڈرک دی گریٹ جلد اول باب اوّل)

اٹھارھویں صدی کے مقابلہ میں موجودہ زمانہ ایسا ہی ہے جیسا تاریکی کے بعد سویرا یا خزاں کے بعد بہار ہوتی ہے۔ دنیا میں ایک نئی زندگی پیدا ہو رہی ہے اور نئے خیالات اور نئی امیدیں اُبھر رہی ہیں۔ وہ چیزیں جو چند سال قبل ایک ناممکن خواب سی معلوم ہوتی تھیں آج عالم وجود میں موجود ہیں۔ جو ہمیں صدیوں دور دکھائی دیتی تھیں آج وہ روزمرہ کا معمول بن رہی ہیں۔ ہم ہوا میں اُڑتے ہیں اور سمندر کی تہ میں سفر کرتے ہیں۔ ہم بجلی کی رفتار سے دنیا کے ہر چہار طرف پیغام بھیجتے ہیں۔ چند ہی برسوں کے عرصہ میں ہم نے دنیا کی جنگی خود مختار حکومتوں کو ملیامیٹ ہوتے دیکھ لیا۔ عورتوں کو اُن مشاغل و دستکاریوں میں داخل ہوتے

دیکھا جن میں انھیں پہلے داخل نہ ہونے دیتے تھے۔ لیگ آف نیشنز (مجلسِ اقوام) وجود میں آگئی ہے۔ ایسے ہی اور معجزے اس قدر زیادہ عرصۂ ظہور میں آگئے ہیں کہ ان کی گنتی دشوار ہے۔

آفتاب صداقت

دنیا کی اس اچانک بیداری کی کیا وجہ ہے؟ اہل بہاء کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کی وجہ حضرت بہاء اللہ کے واسطہ سے روح القدس کی عظیم الشان کارفرمائی ہے۔ حضرت بہاء اللہ سو سال گذرے ایران میں پیدا ہوئے اور انیسویں صدی کے اواخر میں ارضِ مقدس میں صعود فرماگئے۔ آپ نے یہ تعلیم دی کہ پیغمبر یا آپ کی اصطلاح میں مظہر اللہ روحانی دنیا میں اسی طرح نور یا روشنی لاتا ہے جس طرح سورج اس مادی دنیا میں روشنی لاتا ہے۔ جس طرح مادی سورج اس زمین پہ چمکتا ہے اور مادی اشیاء کی ترقی اور نشوونما کا باعث ہوتا ہے بعینہٖ اسی طرح مظہر اللہ کے ذریعہ آفتاب صداقت ارواح وقلوب کی دنیا پر ضوفگن ہوتا ہے۔ اور انسانوں کے خیالات۔ اخلاق اور چال چلن کی تربیت کرتا ہے۔ جس طرح مادی سورج کی کرنیں ایک ایسا اثر رکھتی ہیں کہ وہ دنیا کے تاریک سے تاریک اور پوشیدہ سے پوشیدہ کونوں میں پہنچکر اس مخلوق کو بھی حرارت و زندگی دیتی ہیں جو خود سورج کو کبھی دیکھتی بھی نہیں۔ اسی طرح مظہر اللہ کے ذریعے روح القدس سب لوگوں کی زندگی پہ اثر انداز ہوتی ہے۔ اور ان ملکوں اور قوموں کے بے لوث دلوں کو بھی گرماتی ہے جنھوں نے اس پیغمبر وقت کا نام تک بھی سُنا نہیں ہوتا۔ اور ظہور الٰہی کی آمد بہار کی آمد کی مانند ہے۔ یہ روز قیامت ہے۔ جس میں روحانی مردے پھر سے زندہ کئے جاتے ہیں خدا کے دین کی حقیقت کو تازہ اور دین کو پھر سے قائم کیا جاتا ہے اور ایک

نئی زمین اور نیا آسمان ظہور پذیر ہوتا ہے۔

مادی دنیا میں بہار کا موسم صرف نئی زندگی اور نشو و نما ہی نہیں لاتا بلکہ بوسیدہ اور پرانی اشیاء کی تباہی اور فنا بھی لاتا ہے وہی سورج جو پھولوں کو کھلاتا اور درختوں کو ہرا بھرا کرتا ہے مردہ اور بیکار چیزوں کو ملیامیٹ بھی کر دیتا ہے۔ موسم سرما کی برف اس سے پگھلتی ہے اور یخ کے تودے اپنی جگہ سے ہٹ کر سیلاب و طوفان بنکر آتے ہیں اور زمین کو پاک و صاف کر دیتے ہیں۔ یہی حال روحانی دنیا کا ہے۔ روحانی آفتاب بھی اس قسم کی حرکت اور ایسا ہی انقلاب پیدا کرتا ہے پس قیامت یعنی روزِ محشر۔ عدل و انصاف کا دن یہی ہے۔ جس میں برائیاں جعلی اعتقادات اور بوسیدہ خیالات و رسوم تباہ و معدوم کر دیئے جاتے ہیں۔ تعصبات و توہمات کی یخ جو موسم سرما میں جمع ہو گئی تھی پگھل جاتی ہے اور وہ قوتیں جو ایک زمانہ سے منجمد و محبوس تھیں آزاد ہو کر ایک طوفان برپا کر دیتی ہیں تاکہ دنیا نئے سرے سے آراستہ ہو۔

حضرت بہاءاللہ کا مشن یا کام۔ حضرت بہاءاللہ نے بار بار صاف طور سے فرمایا ہے کہ آپ تمام دنیا کے لوگوں کے وہ معلّم و مربی ہیں جن کی آمد کی دنیا ایک مدت سے منتظر تھی۔ اس فضلِ ایزدلی کا ذریعہ ہیں جو پہلے کے سب فیوض سے بالا و برتر ہے۔ جس میں پہلے سب ادیان اسی طرح مل جائیں گے جس طرح دریا سمندر میں مل جاتے ہیں۔ آپ نے ایک ایسی بنیاد ڈالی ہے جو تمام دنیا میں اتحاد قائم کر دے گی۔ اور زمین میں ایک شاندار امن اور لوگوں کے درمیان آشتی پیدا کرنے والی ہوگی۔ جس کے بارے میں انبیاء نے پیشین گوئیاں کیں۔

اور جیسے شاعروں نے اپنے اشعار میں نظم کیا ہے

حقیقت کی جستجو - وحدتِ عالم انسانی - وحدتِ ادیان - تمام نسلوں کا اتحاد - وحدتِ شرق و غرب - دین اور سائنس کا ملاپ - تعصبات و توہمات کا ٹوٹنا - مرد و عورت کی مساوات - عدل و انصاف کا قیام - ایک اعلیٰ بین الاقوامی عدالت کے سامان - زبانوں کا ارتباطِ باہمی - تعلیم و تربیت کا جبری اجراء - یہ اور اسی قسم کی اور بہت سی تعلیمات پچاس سال قبل حضرت بہاء اللہ کی قلم کے ذریعہ دنیا میں نازل ہوئیں - یہ سب تعلیمات آپ کی کتب اور بیشمار الواح میں موجود ہیں - جن میں سے بعض دنیا کے بادشاہوں کے نام لکھی گئی تھیں -

آپ کا پیغام ایک طرف تو وسعت اور نفوذ کے لحاظ سے بے مثل ہے - اور دوسری طرف زمانہ کی ضروریات اور آثار کے لحاظ سے عین موزوں و مناسب ہے - نئی نئی مشکلات جو اس وقت بنی نوع انسان کو ورطۂ حیرانی میں ڈال رہی ہیں پہلے کبھی ایسی اہم اور پیچیدہ نہ تھیں - اور نہ پہلے کبھی ان مشکلات کے حل اتنے بیشمار اور ایسے متضاد تھے - پہلے کبھی ایک مربی عالم کی ضرورت نہ تو اس قدر ضروری اور نہ ایسی عام تھی - نہ شاید پہلے کبھی ایسے مربی کی آمد کی امید ایسی عالمگیر اور اس قدر اہم تھی -

پیشنگوئیوں کا پورا ہونا

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں "بیس صدیاں پہلے جب حضرت مسیح ظاہر ہوئے تھے اگرچہ یہودی آپ کی آمد کے منتظر تھے اور ہر روز رو رو کر دعائیں مانگا کرتے تھے کہ اے خدا! مسیح کو جلد بھیج - مگر جب آفتابِ صداقت طلوع ہوا تو انھوں نے اُس کا انکار کر دیا - اور اس کے خلاف کھڑے ہو گئے - اور ایسی دشمنی دکھائی کہ آخر کار انھوں نے اس روح اللہ اور کلمۃ اللہ کو دار پر چڑھایا اور جیسا کہ

انجیل میں لکھا ہے انھوں نے اس کا نام بیل زبوب یعنی شیطان رکھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ مسیح کا ظہور توریت کی نصِ صریح کے مطابق بعض نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد ہوگا۔ اور جبتک یہ نشانیاں ظاہر نہ ہوں جو کوئی بھی مسیح ہونے کا دعویدار ہوگا وہ جھوٹا اور دغا باز ہوگا۔ اُن نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسیح ایک نامعلوم جگہ سے ظاہر ہوگا۔ مگر ہم سب جانتے ہیں کہ اس آدمی کا گھر ناصرہ میں ہے اور کیا ناصرہ سے بھی کوئی اچھی چیز ظاہر ہوسکتی ہے؟ دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ ایک لوہے کے عصا کے ساتھ حکومت کریگا۔ یعنی وہ تلوار سے کام لے گا۔ مگر اس مذہبی مسیح کے پاس لکڑی کا ڈنڈا تک نہیں ہے۔ تیسری شرط یا نشانی یہ ہے کہ وہ داؤد کے تخت پر بیٹھکر داؤد کی بادشاہت کو قائم کرے گا۔ اب حالت یہ ہے کہ تخت پر بیٹھنا تو درکنار اس شخص کے پاس بیٹھنے کے لئے ایک چٹائی بھی نہیں ہے۔ ایک اور شرط یہ بھی کہ وہ توریت کی شریعت کو پھر سے قائم کریگا۔ مگر اس شخص نے اس شریعت کو منسوخ کردیا اور سبت کو توڑ دیا۔ حالانکہ توریت میں یہ صاف طور سے لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص نبوت کا دعویدار ہو اور معجزے دکھائے مگر سبت کو توڑ دے تو ایسے شخص کو فوراً مار دیا جائے۔ ایک اور نشانی یہ تھی کہ اس کے عہد میں عدل و انصاف اِس قدر ترقی پائے گا کہ نیکی اور ہمدردی انسان تو انسان حیوانوں میں بھی پائی جائے گی۔ سانپ اور چوہے ایک ہی بل میں رہینگے۔ عقاب اور تیتر ایک ہی گھونسلے میں بسیرا کرینگے۔ شیر اور ہرن ایک ہی چراگاہ میں چرینگے اور بھیڑیا اور بکری کا بچہ ایک ہی چشمہ سے پانی پئیں گے۔ مگر ظلم اور بے انصافی کی اُس وقت ایسی گرماگرمی تھی کہ انھوں نے اس کو صلیب پر چڑھا دیا۔ ایک نشانی یہ بھی تھی کہ مسیح کے وقت یہودی

ایسے کامیاب ہونگے کہ وہ تمام دنیا کی قوموں پر فتح پائینگے۔ مگر وہ نہایت ذلت اور غلامی کی حالت میں رومیوں کے ماتحت ہیں۔ پھر بھلا یہ شخص کیسے مسیح ہو سکتا ہے جس کی تورات میں پیشینگوئی کی گئی ہے۔

اس طرح سے ان لوگوں نے اُس آفتاب صداقت پر اعتراض کیا۔ حالانکہ وہ روح اللہ وہی موعود تھا جس کا تورات میں وعدہ دیا گیا تھا۔ مگر چونکہ وہ ان نشانات کے معنی نہ سمجھ سکے انھوں نے اس کلمۃ اللہ کو مصلوب کیا۔ اب اہل بہاء کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام لکھی ہوئی نشانیاں حضرت مسیح کے ظہور کے وقت پوری ہو گئی تھیں۔ ان معنوں میں نہیں جو یہودی سمجھے بیٹھے تھے۔ بلکہ تورات کی عبارات، استعارات تھے۔ مثلاً نشانیوں میں سے ایک نشانی مسیح کی بادشاہت کے بارے میں تھی۔ اہل بہاء کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی بادشاہت روحانی۔ آسمانی اور ابدی بادشاہت تھی نہ کہ نپولین کی سی بادشاہت جو چند دنوں میں فنا ہو جانے والی ہو۔ قریباً دو ہزار سال سے مسیح کی یہ بادشاہت ابتک قائم و باقی ہے۔ اور جبتک دنیا قائم ہے وہ مقدس وجود ہمیشہ رہنے والے اس تخت پر جلوہ افروز رہے گا۔

اسی طرح تمام دوسری نشانیاں بھی ظاہر ہو چکی ہیں مگر یہودی انھیں نہیں سمجھے۔ حالانکہ مسیح کو خدائی جلال کے ساتھ ظاہر ہوئے بیس صدیاں گذر چکی ہیں۔ مگر یہودی ابتک مسیح کی آمد کے منتظر ہیں۔ اور اپنے آپ کو سچا اور حضرت مسیح کو جھوٹا خیال کرتے ہیں۔" (حضرت عبد البہاء نے خاص اس کتاب کے اس باب کے لئے تحریر فرمایا)

اگر یہودیوں نے حضرت مسیح سے پوچھا ہوتا تو وہ انھیں ان پیشینگوئیوں کے صحیح معنی بتاتے۔ ہمیں اُن کی مثال سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور پیشتر ازیں کہ ہم یہ فیصلہ کریں کہ آخری ایام میں ظاہر ہونے والے معلم اعظم کے بارے میں جو

پیشینگوئیاں ہیں وہ پوری نہیں ہوئیں ہمیں لازم ہے کہ ہم ان بیانات کو پڑھیں جو حضرت بہاء اللہ نے خود ان کے معانی کو سمجھانے کے لئے تحریر فرمائے ہیں۔ کیونکہ یہ تو مانی ہوئی بات ہے کہ بہت سی پیشینگوئیاں سربمہر بیانات ہیں اور ان کی مُہر سچا معلّم ہی توڑ کر ان کے صحیح معنوں کو بتا سکتا ہے جو الفاظ میں ودیعت کئے گئے ہیں۔

حضرت بہاء اللہ نے پہلے ظہورات کی پیشینگوئیوں کے معنے سمجھانے کیلئے بہت سے بیانات فرمائے ہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ آپ کی مظہریت کا ثبوت ان پیشینگوئیوں کے پورا ہونے پر ہی منحصر نہیں ہے۔ آفتاب اُن سب کے لئے جو دیکھنے کی قوت رکھتے ہیں اپنی دلیل خود آپ ہے۔ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ہمیں کسی پرانی پیشینگوئی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کہ اس کے ذریعہ ہم اس کی موجودگی کو ثابت کریں۔ یہی بات ظہور الٰہی کے لئے اس کے ظہور کے وقت صادق آتی ہے اگر سب کی سب پیشینگوئیاں ملیامیٹ ہو جائیں تو بھی وہ اُن لوگوں کے لئے جن کی روحانی آنکھیں کھلی ہیں خود آپ ہی اپنی کافی و وافی دلیل ہوتا ہے۔

پیغمبری کے ثبوت

حضرت بہاء اللہ نے کسی کو یہ دعوت نہیں دی کہ وہ آپ کے بیانات و نشانات کو بے دیکھے بھالے قبول کرلے بلکہ اس کے برعکس آپ نے اپنی تعلیمات میں سب سے پہلے اس بات پر زور دیا ہے کہ کوئی بھی کسی حجت یا دلیل کو بغیر پرکھے قبول نہ کرے اور سب کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ وہ آزادانہ اور بلا خوف وہراس خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اپنے کانوں سے سنیں اور اپنی عقل سے سمجھیں تاکہ وہ حقیقت کا صحیح پتہ لگا سکیں۔ آپ نے پوری پوری تحقیق و تجسس کو سب پہ واجب قرار دیا ہے اور اپنے آپ کو چھپائے بغیر اپنی مظہریت کے ثبوت میں اپنی ذاتِ اقدس کو

اور اپنے کلمہ و عمل کے اُس نفوذ کو پیش کیا ہے جس نے لوگوں کی زندگیوں کو اور اخلاق کو بدل دیا۔ جو معیار آپ نے پیش کیا وہ وہی ہے جو آپ سے پہلے انبیاء عظام نے پیش کیا تھا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا ہے "اگر کوئی نبی خدا کے نام پر کچھ کہے اور وہ واقع نہ ہو تو یہ وہ بات ہے جو خدا نے نہیں کہی بلکہ اُس نبی نے بیباکانہ اپنی طرف سے کہی ہے۔ تو اُس سے خوف نہ کھا" (استثناء ۱۸۔ آیت ۲۲)

حضرت مسیح نے بھی اپنی پہچان کے معیار کو ایسے ہی صریح الفاظ میں فرمایا ہے۔ اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اس دلیل کو پیش کیا ہے۔ آپ نے فرمایا :-

"جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمھارے پاس بھیڑ کے لباس میں آتے ہیں مگر در اصل وہ پھاڑ کھانے والے بھیڑیئے ہوتے ہیں۔ تم اُن کو اُن کے کاموں سے پہچان لوگے۔ کیا کوئی شخص کانٹوں سے انگور اور جھاڑیوں سے انجیریں پا سکتا ہے؟ اسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے۔ مگر بُرا درخت بُرے پھل دیتا ہے ..... اس لئے اُن کے پھلوں سے تم انھیں پہچان لوگے" (متی ۷۔ آیت ۱۵۔ ۲۰)

آئندہ ابواب میں ہم اس بات کے دکھانے کی کوشش کرینگے کہ کیا حضرت بہاء اللہ کا دعوائے مظہریت اِن معیاروں کے مطابق پورا اُترتا ہے یا نہیں؟ کیا وہ باتیں جو آپ نے فرمائی ہیں ظہور پذیر ہوئیں یا نہیں؟ کیا آپ کے پھل اچھے ہیں یا بُرے۔ یعنی کیا وہ پیشینگوئیاں جو آپ نے کی ہیں پوری ہوئیں یا نہیں؟ آپ کے احکام جاری ہوئے یا نہیں؟ آپ نے اپنی زندگی میں جو کام کئے اُن سے بنی نوع انسان کی تربیت اور ترقی ہوئی یا نہیں؟ ان کے اخلاق و اطوار بہتر بنے یا نہیں؟

تحقیق کی مشکلات | اِس میں شک نہیں کہ اُس شخص کے لئے جو اِس امر

کے بارے میں صحیح تلاش کرنا چاہتا ہے بہت ہی مشکلات ہیں۔ تمام عظیم الشان اخلاقی و روحانی اصلاحات کی طرح امر بہائی کو بھی مخالفین نے بری طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ حضرت بہاءاللہ اور آپ کے پیرؤں کی خوفناک مصائب اور تکلیفات کے بارہ میں دوست اور دشمن دونوں ہمنوا ہیں۔ مگر اس تحریک اور اس کے بانیوں کی زندگیوں کے بارے میں دوستوں اور دشمنوں کے بیانات میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ جیسا حضرت مسیح کے وقت میں ہوا تھا ویسا ہی اب بھی ہوا ہے۔ حضرت مسیح کے صلیب دیئے جانے اور آپکے پیرؤں کے ستائے جانے اور مارے جانے کے بارے میں عیسائی اور یہودی مورخین کے بیانات ایک سے ہیں۔ مگر جہاں عیسائیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح نے حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کی تعلیمات کو مکمل کیا اور انھیں آگے بڑھایا وہاں آپکے دشمن کہتے ہیں کہ آپ نے شریعت کے قوانین کی خلاف ورزی کی اور آپ قتل کے ہی مستوجب تھے۔

سائنس کی طرح دین میں بھی حق اپنے اسرار کو صرف اُن ہی لوگوں پر ظاہر کرتا ہے جو انکساری اور فروتنی کے ساتھ اس کی تلاش کرتے ہیں۔ جو ہر قسم کے تعصبات اور توہمات کو علیحدہ رکھکر اُس کے متلاشی ہوتے ہیں، اپنا سب کچھ بیچ دیتے ہیں تاکہ صرف ایک قیمتی موتی خریدیں۔

امر بہائی کو کماحقہ سمجھنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ دلی خلوص اور بے غرضی کے ساتھ حقیقت کا مطالعہ کیا جائے اور خدا کی رہنمائی پر توکل کرتے ہوئے سرگرمی اور ذوق و شوق سے تلاش کی جائے۔ اس کے بانیوں کی کتب میں ہمیں عظیم روحانی بیداری کے اسرار کی کلید ہاتھ آتی ہے اور ہمیں اس کی اہمیت کو پرکھنے کی بے لاگ کسوٹی مل جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں

کہ اُن محققین کو جو عربی اور فارسی سے نابلد ہیں کچھ مشکلات پیش آئیں گی۔ کیونکہ اس امر کی کتابیں ان ہی زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ صرف چند ایک کا انگریزی میں ترجمہ ہوا ہے اور ان میں سے بھی بہت سے ترجمے صحت اور زبان کے لحاظ سے بہت کمزور ہیں۔ مگر ان کمزوریوں اور تاریخی تراجم اور بیانات کی کمی کے باوجود وہ بڑے حقایق جو اس امرِ عظیم کے بنیادی اور مضبوط اصول ہیں شک و شبہ کی دھند میں بھی پہاڑ کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔

اس کتاب کا منشاء

آئندہ ابواب میں جہاں تک ممکن ہوگا ہم بلا تعصب اور بغیر بے رعایت اس امرِ عظیم کی تاریخ کے ضروری واقعات اور اس کی تعلیمات کو اس طرح بیان کرنے کی کوشش کرینگے کہ پڑھنے والا ان کی اہمیت کا بہترین اندازہ لگا سکے۔ شاید ان کے پڑھنے سے اسے یہ شوق پیدا ہو کہ وہ بذاتِ خود اس کی تحقیق و تفتیش اور اسمیں غور و خوض کرے۔

حقیقت کی تلاش کرنا اگرچہ ایک اہم مقصد ہے۔ مگر یہی ایک بات زندگی کا منشاء نہیں ہو سکتی۔ حقیقت کوئی مردہ شئے نہیں ہے کہ جسے ہم ڈھونڈھ کر عجائب گھر میں لے جائیں اور وہاں اسے باقاعدہ فہرست پر چڑھا کر لیبل لگا کر نمائش کے لئے رکھدیں کہ وہ وہاں بے کار و بے فائدہ پڑی رہے۔ حقیقت تو ایک ایسی زندہ چیز ہے کہ انسان کے دل میں جم جاتی ہے۔ اور قبل ازاین کہ وہ اپنی تلاش و تجسس کا پورا فائدہ اٹھائے پھیلا ہوا جاتی ہے۔ اس لئے کسی پیغمبر کی عین کے علم کو پھیلانے کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اس کی صداقت پر ایمان لائیں وہ اُس کے اصولوں پر عمل کریں۔ اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنائیں اور اس خوشخبری کو پھیلائیں تاکہ اس

مبارک دن کے جلد آنے میں مدد دیں جس دن خدا کی مرضی جیسی کہ آسمان پر ہوتی ہے ویسی ہی زمین پر بھی ہو۔

دوسرا باب

حضرت باب مبشر

"کبدے ظالم نے محبوب العالمین کو قتل کر ڈالا تاکہ اس طرح وہ لوگوں کے درمیان خدا کے نور کو بجھا دے اور لوگوں کو بزرگ اور مہربان خدا کے ایام میں آب حیات کے چشمہ سے روک دے"

(لوحِ رئیس حضرت بہاء اللہ)

دینِ بہائی کا مولد یعنی ملکِ ایران تاریخ عالم میں ایک بے نظیر حیثیت رکھتا ہے۔ اپنی قدیم عظمت کے دنوں میں اقوام عالم کے درمیان یہ ایک ملکہ کی مانند تھا۔ اس کا تمدن، اس کی طاقت اور اس کی شوکت لاثانی تھی۔ دنیا کو اس نے عظیم الشان بادشاہ، سیاست داں، پیغمبر، شاعر، فلاسفر اور مصور دیئے۔ زردشت، سائرس، دارا، حافظ، فردوسی، سعدی اور عمر خیام اس سرزمین کے چیدہ اور شہرہ آفاق فرزندوں میں سے ہیں۔ اس کے صناع اپنی صنعت میں بے نظیر تھے۔ اس کے قالین لاثانی، اس کی فولادی تلواریں بے نظیر اور اسی طرح دوسری دستکاریاں شہرہ آفاق تھیں۔ مشرق قریب اور مشرق متوسط

میں اس کی قدیم عظمت کے آثار اب تک موجود ہیں۔

مگر اٹھارھویں اور اُنیسویں صدیوں میں یہ قوم ذلت کی ایک افسوسناک حالت میں غرق ہوگئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی پرانی شوکت ہمیشہ کے لئے اس سے رخصت ہوگئی ہے۔ اس کی حکومت فاسد، اس کا خزانہ خالی تھا۔ اس کے کچھ بادشاہ تو کمزور تھے اور کچھ ظلم و ستم کے دیو تھے۔ اس کے علماء متعصّب و متکبّر اور عام لوگ جاہل اور وہم پرست تھے۔ ان میں سے اکثر مذہب کے شیعہ[1] تھے۔ زرتشتی، یہودی اور عیسائی بھی جو اس میں رہتے تھے متفرق اور متخالف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ یہ سب عظیم الشان پیغمبروں کے ماننے والے تھے۔ جن کی ہدایت یہ تھی کہ وہ ایک واحد خدا کی پرستش کریں اور آپس میں محبت و اتحاد کے ساتھ رہیں۔ مگر وہ ایک دوسرے سے الگ رہتے اور ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے۔ ہر ایک مذہب والا دوسرے مذاہب کے پیرووں کو نجس سمجھتا اور اُن سے کتوں اور کافروں کا سا سلوک کرتا۔ ایک دوسرے پر لعنت بھیجتا۔ اور یہ لعنت کہنا خوفناک حد تک پہنچ چکا تھا۔ بارش کے دن یہودی یا زرتشتی کے لیے سڑک پر چلنا نہایت خطرناک تھا۔ کیونکہ اگر اس کے بھیگے کپڑے کسی مسلمان سے چھو جاتے تو وہ مسلمان نجس ہو جاتا تھا۔ اور اکثر یہودی یا زرتشتی اس جرم کی پاداشں میں اپنی جان تک کھو بیٹھتا تھا۔ اگر کوئی مسلمان کسی یہودی، عیسائی یا زرتشتی سے

---

[1] مسلمانوں کے دو بڑے فرقے حضرت محمدؐ کی وفات کے بعد ہی پیدا ہوگئے تھے۔ سُنی اور شیعہ۔ شیعوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت محمد کے داماد حضرت علیؓ جائز خلیفۂ اوّل تھے اور آپ کی اولاد ہی آپ کے بعد مسلمانوں کا جائز خلیفہ ہو سکتی ہے۔ سُنی کہتے ہیں کہ جسے مسلمان مل کر خلیفہ بنا دیں وہ جانشین رسول ہے چنانچہ محمد صلعم کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مانتے ہیں۔

روپیہ لیتا تو وہ اسے جیب میں رکھنے سے پہلے دھوکر پاک کر لیتا تھا۔ اگر کوئی یہودی اپنے بچے کو دیکھتا کہ وہ کسی مسلمان فقیر کو گلاس میں پانی دے رہا ہے تو وہ گلاس چھین کر زمین پر پھینک دیتا۔ کیونکہ اس کے نزدیک ایسی کا فر پر رحم نہیں بلکہ لعنت کرنا سزاوار تھا۔

خود مسلمان بے شمار فرقوں میں بٹے ہوئے تھے جو آپس میں نہایت خونریزی سے لڑتے جھگڑتے تھے۔ زرتشتی اگرچہ ان کی دھینگا مشتی میں شامل نہ ہوتے تھے مگر وہ بالکل علیحدہ جماعتوں میں رہتے اور اپنے ملک کے دیگر اہل مذاہب سے مل کر رہنا پسند نہ کرتے تھے۔

معاشرتی اور مذہبی معاملات نہایت ذلیل حالت میں تھے۔ تعلیم و تعلم کا کوئی سامان نہ تھا۔ مغربی سائنس و تعلیم نجس اور مذہب کے خلاف سمجھی جاتی تھی۔ عدل و انصاف کا نام نہ تھا۔ لوٹ مار آئے دن کے واقعات تھے۔ سڑکیں مخدوش اور ناقابلِ سفر تھیں۔ صحت و صفائی کے انتظامات کا کہیں نشان نہ تھا۔

ان سب باتوں کے باوجود روحانی زندگی کا نور ایران سے گم نہ ہوا تھا۔ اس مادیت اور توہمات کے ہجوم میں کہیں نہ کہیں نورانی نفوس بھی ملتے تھے اور بہت سے دلوں میں خدا کی طلب اسی طرح روشن تھی جس طرح حضرت عیسیٰ کے ظہور سے پہلے اننا اور شمعون کے دلوں میں تھی۔ بہت سے لوگ شوق و امید کے ساتھ خدا کے موعود ظہور کے منتظر تھے اور انھیں اس بات کا کامل یقین تھا کہ اس کی آمد کا وقت بالکل قریب ہے۔

ایران کی ایسی صورتِ حالات میں حضرت باب نے جو ایک نئے دور کے مبشر تھے تمام ملک کو اپنے پیغام سے ہلا دیا۔

بچپن اور جوانی

سید علی محمد جو بعد میں باب کے لقب سے مشہور ہوئے ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء مطابق یکم محرم ۱۲۳۵ھ کو جنوبی

ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ خاندانِ سادات میں سے تھے۔ آپ کے والد جو ایک مشہور تاجر تھے آپ کی ولادت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد فوت ہوگئے۔ اس لیے آپ نے اپنے ماموں کی زیرِ حفاظت پرورش پائی۔ آپ کے ماموں بھی شیراز میں تجارت کرتے تھے۔ بچپن میں آپ نے وہی ابتدائی تعلیم حاصل کی جو اس زمانہ میں بچوں کے لئے معمول تھی۔ پندرہ برس کی عمر میں آپ نے تجارت شروع کی۔ پہلے تو آپ اپنے اسی ماموں کے ساتھ تجارت کرتے رہے جس نے آپ کی پرورش کی تھی مگر بعد میں بوشہر میں جو خلیج فارس کی ایک بندرگاہ ہے ایک دوسرے ماموں کے پاس چلے گئے۔

ایامِ جوانی میں آپ خوبصورتی، حسنِ اخلاق، غیر معمولی تقویٰ اور عمدہ چال چلن کے لئے مشہور تھے۔ آپ نماز روزہ اور دوسرے ارکانِ اسلام کو نہایت مستعدی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ آپ لفظوں کی اطاعت نہ کرتے تھے بلکہ حضرت رسول کی تعلیمات کی روح میں رہتے تھے۔ بائیس سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ اس شادی سے آپ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جو آپ کے ظہور کے پہلے سال صغر سنی کی حالت میں ہی فوت ہوگیا۔

اعلان

جب پچیس سال کے ہوئے تو آپ نے خدا کے حکم کے مطابق اعلان کیا کہ بزرگ و برتر خدا نے آپ کو باب کے مقام کے

ل اس مضمون پر ایک مورخ لکھتا ہے کہ مشرق کے بہت سے لوگوں خصوصاً بابیوں کا جو اب بہائی کہلاتے ہیں یہ یقین تھا کہ حضرت باب بالکل امی تھے۔ لیکن مُلاّ آپ کو لوگوں کی نظروں میں گرانے کے لئے کہا کرتے تھے کہ آپ میں جو علم و دانائی پائی جاتی ہے اس تعلیم کا نتیجہ ہے جو آپ نے بچپن میں پائی تھی۔ اس معاملہ کی خوب چھان بین کرنے کے بعد ہمیں اس بات کا کافی ثبوت مل گیا ہے کہ بچپن میں کچھ مدت تک شیخ محمد کے گھر جو عابد کے نام سے بھی مشہور ہیں جایا کرتے تھے جہاں آپ نے فارسی پڑھنا اور لکھنا سیکھا۔ کتاب بیان میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت باب فرماتے ہیں "اے محمد۔ اے میرے استاد! سب سے عجیب بات یہ ہے کہ شیخ جو آپ کا استاد تھا اپنے شاگرد کا جان نثار مرید بن گیا۔ اور آپ کا چچا جو آپ کے لئے بجائے باپ کے تھا جن کا نام حاجی سید علی تھا آپ پر ایسا ایمان لایا کہ آپکی راہ میں جام شہادت نوش کیا۔ ان اسرار کو سمجھنا ما لکین حقیقت کا حصہ ہے۔ مگر ہم اتنا جانتے ہیں کہ حضرت باب نے صرف ابتدائی تعلیم ہی حاصل کی تھی۔ اور جو آیات علم و عظمت آپ میں ظاہر ہوئیں وہ لدنی اور خدا کی طرف سے تھیں۔

لئے برگزیدہ کیا ہے۔ "مقالہ سیاح" اس کی تشریح یوں کرتا ہے :-

"لفظ یا اصطلاحِ باب سے آپ کی مُراد یہ تھی کہ آپ ایک عظیم الشان شخص کے فضل کا ذریعہ ہیں جو ابھی پردۂ جلال میں مخفی تھا اور جو بے شمار اور بے حد کمالات کا مالک تھا۔ اُسی کی مرضی سے آپ حرکت کرتے تھے اور اُسی کی محبت کی رسی کو آپ تھامے ہوئے تھے۔" (مقالہ سیاح صہ)

اِن ایام میں یہ عقیدہ کہ خدائی پیغمبر کا اچانک ہونے والا ظہور نزدیک ہے اگرچہ عام طور پر پھیلا ہوا تھا۔ مگر فرقۂ شیخیہ میں خاص طور پر اس کا چرچا تھا۔ اسی فرقہ کے ایک نہایت مشہور عالِم مُلّا حسین بشروئی کے سامنے سب سے پہلے حضرت باب نے اپنے مشن کا اعلان کیا۔ اس اعلان کا ٹھیک وقت حضرت باب کی کتاب بیان میں سنہ ۱۲۶۰ھ[1] کے ماہ جمادی الاول کی پانچویں رات کو غروب آفتاب کے دو گھنٹے اور پندرہ منٹ بعد دیا گیا ہے (مطابق ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء)

تھوڑی سی فکر مندانہ تحقیق و جستجو کے بعد مُلّا حُسین بشروئی کو اس امر کا کامل یقین ہو گیا کہ وہ موعود جس کا فرقہ شیعہ کو انتظار تھا درحقیقت ظاہر ہو گیا ہے اور وہ اس انکشاف سے ایسے شوق و جذب سے بھر گئے کہ چند ہی دنوں میں انھوں نے اپنے بہت سے دوستوں کو اپنا ہمخیال بنا لیا۔ زیادہ مُدت نہ گذری تھی کہ فرقۂ شیخیہ کی ایک کثیر تعداد حضرت باب پر ایمان لے آئی۔ اور یہ ایمان لانے والے لوگ بابی کے نام سے مشہور ہوئے۔ جلد ہی نوجوان مُبشّر کی شہرت مُلک میں نہایت سرعت کے ساتھ پھیل گئی۔

بابی تحریک کی ترقی

حضرت باب کے پہلے اٹھارہ شاگرد اور خود حضرت باب اُنیسویں تھے۔ یہ سب مل کر حروفِ حی کے نام

---

[1] سنہ ہجری سنہ ۶۲۲ عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ یعنی جس سال حضرت محمدؐ مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔

سے مشہور ہوئے ۔ ان شاگردوں کو آپ نے ایران اور ترکستان کے مختلف شہروں میں اپنی آمد کی خبر پھیلانے کے لئے بھیجا اور آپ حج اکبر کے موقع پر مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے ۔ جہاں آپ دسمبر ۱۸۴۴ء میں پہنچے ۔ یہاں آپ نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے سامنے جو اطرافِ عالم سے حج کے لئے آئے ہوئے تھے اپنے ظہور کا کھلم کھلا اعلان فرمایا ۔

آپ بوشہر واپس آئے تو شہر میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا ہو گیا ۔ آپ کے کلام کی زبردست فصاحت اور آپ پر تیزی سے آیاتِ الہٰی کے نازل ہونے کا معجزہ ، آپ کے کلام کی تاثیر ، آپ کی فوق العادہ علم و حکمت اور نیز ایک مصلح اُمم کی حیثیت سے آپکا زبردست استقلال و جرأت ، یہ سب ایسی چیزیں تھیں کہ انھوں نے آپکے معتقدوں میں تو ایک زبردست جوش و خروش پیدا کر دیا لیکن قدامت پرست مسلمانوں میں آپ کی دشمنی اور خوف کے جذبات بھی زیادہ بھڑک اُٹھے ۔

علمائے شیعہ نے نہایت شد و مد سے آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور فارس (جنوبی ایران) کے متعصب اور ظالم حاکم حسین خاں کو اس نئی چیز کے دبانے پر آمادہ کیا ۔ اُسوقت سے حضرت باب کے لئے قید اور جلا وطنی ، عدالتوں میں ذلیل جرح و قدح کا مقابلہ ، تازیانوں کی سزائیں اور ایسے ہی اور دُکھ اور مصائب کا سلسلہ شروع ہوا ۔ جو آخر کار ۱۸۵۰ء میں آپ کی شہادت پر ختم ہوا ۔

حضرت باب کا دعویٰ

آپ کے "باب" ہونے کے دعوے نے جس دشمنی کو بھڑکایا تھا ، اُسے آپ کے اس دعوے نے کہ آپ ہی وہ امام مہدی ہیں جس کی حضرت محمدؐ نے پیشینگوئی کی تھی دوگنا کر دیا ۔ فرقہ شیعہ کے عقیدہ کے مطابق امام مہدی وہ بارھویں امام تھے جو ایک

ہزار برس پہلے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے تھے۔[1] ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں اور پھر اسی جسم میں جس میں وہ پہلے تھے ظاہر ہونگے۔ اور جس طرح یہودی حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں آمد مسیح کے بارہ میں پیشینگوئیوں کے ظاہری معنی کرتے تھے شیعہ بھی اسی طرح حضرت مہدی کی پیشینگوئیوں کے ظاہری معنی لیتے تھے۔ وہ منتظر تھے کہ امام مہدی دنیوی سلطنت کے ساتھ ظاہر ہونگے اور اپنے ساتھ ایک بیشمار لشکر لائینگے اور اپنے دین کا اعلان کریں گے۔ وہ مردوں کو زندہ کرینگے وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ یہ حالات ظاہر نہ ہوئے تھے شیعوں نے حضرت باب کا ایسی ہی وحشیانہ نفرت سے انکار کیا جیسی یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کے وقت ظاہر کی تھی اس کے برعکس بابی بہت سی پیشینگوئیوں کے معنی استعارةً کرتے تھے۔ وہ موعود کی سلطنت کو حضرت عیسیٰ کی روحانی سلطنت کی مانند خیال کرتے تھے۔ اس کے جلال کو زمینی نہیں بلکہ آسمانی کہتے تھے، اس کی فتوحات کو قلوب انسانی کی فتوحات سے تعبیر کرتے تھے اور انھوں نے حضرت باب کے دعویٰ، آپ کی عجیب وغریب زندگی آپ کی تعلیمات، آپ کے غیر متزلزل ایمان، آپ کی بے نظیر استقامت اور آپ کی قبور غفلت وضلالت میں پڑے ہوئے مردوں کو نئی زندگی دینے کی طاقت میں بکثرت ثبوت پائے۔

حضرت باب نے "نقطہ اولیٰ" کا پاک لقب اختیار کیا۔ مسلمان یہ لقب صرف حضرت محمدؐ کو ہی دیتے تھے، ان کے امام بھی جن سے وہ اختیار والہام

---

[1] شیعوں کے عقیدہ کے مطابق امام حضرت رسول کا خدا کی طرف سے مقرر کردہ جانشین ہے۔ اور سب مومنین پر اس کی اطاعت فرض ہے یکے بعد دیگرے بارہ امام ہوئے۔ اول حضرت رسول کے چچا زاد بھائی اور داماد حضرت علی تھے۔ اور بارھویں کو اہل تشیع امام مہدی کہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ ۲۶۵ھ میں ایک زمین دوز راستے سے گم ہو گئے تھے اور وقت کے پورا ہونے پر پھر ظاہر ہو کر کفار کو تحس نحس کر کے امن اور بہبودی کا زمانہ لائیں گے۔

پاتے تھے، نقطہ سے دوسرے درجہ پر گنے جاتے تھے۔ اِس لقب کو اختیار کرنے سے حضرت باب حضرت محمدؐ کی طرح اولوالعزم بانیانِ ادیان کی صف میں آگئے۔ جس کے سبب وہ شیعہ لوگوں کی نظروں میں ایسے ہی جھوٹے مدعی بن کر کھٹکنے لگے جیسے پہلے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل و یہود کے نزدیک جھوٹے مدعی سمجھے گئے تھے۔

آپ نے قمری تقویم کی جگہ شمسی تقویم کو پھر جاری فرمایا اور اِس نئے دور کے آغاز کو اپنے اعلان کے سال سے شروع کیا۔

ظلم و ستم کا بڑھنا

حضرت باب کے اعلان کے سبب اور اُس ترقی سے خوف کھا کر جس سے ہر قسم کے لوگ امیر، غریب، عالم، جاہل آپ کی تعلیمات پر ایمان لا رہے تھے آپ کو دبانے کی کوششیں روز بروز بیرحمی اور سخت مظالم میں بڑھتی گئیں۔ آپ کے ماننے والوں کے گھر تاخت و تاراج کئے گئے عورتوں کو پکڑ کر لے گئے۔ طہران۔ فارس۔ مازندران اور دوسرے مقامات پر بابی بہت بڑی تعداد میں نہایت ظلم کے ساتھ شہید کئے گئے۔ کتنے ہی تہ تیغ کئے گئے۔ بہتوں کو دار پر چڑھایا۔ کتنوں کو توپ سے اُڑایا۔ بہتوں کو زندہ جلا دیا۔ کتنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ مگر ظلم کی ان تمام کوششوں کے باوجود یہ تحریک روز بروز بڑھتی گئی۔ بلکہ جتنا ظلم بڑھتا جاتا تھا اتنا ہی مومنین کا ایمان بڑھتا جاتا تھا۔ کیونکہ لوگوں نے محسوس کیا کہ اِس ظلم سے حضرت امام مہدی کے بارہ میں بہت سی پیشنگوئیاں لفظاً پوری ہوئیں۔ مثلاً جابرؓ کی اس حدیث میں جو شیعوں کے نزدیک نہایت معتبر ہے لکھا ہے:۔

"اس میں موسیٰ کا کمال، عیسیٰ کا جمال، ایوب کا صبر ہوگا۔ اس کے اولیاء اس کے زمانہ میں ہی ذلیل کئے جائینگے۔ ان کے سر اسی طرح بطور تحائف بھیجے جائینگے جس طرح ترک اور دیلم کے سر بھیجے جاتے ہیں۔ وہ قتل کئے جائینگے۔ جلائے جائیں گے۔ وہ ہمیشہ خوفزدہ، بے امن اور دلگیر رہینگے۔ زمین اُن کے خون سے رنگی جائیگی۔ اُن کی عورتوں میں

نالہ و شیون کی آواز بلند ہوگی۔ یہ بلا شبہ میرے اولیاء ہیں۔"

(تاریخ جدید مترجمہ پروفیسر ای۔ جی براؤن صفحہ ۱۳۲)

حضرت باب کی شہادت

۹ جولائی ۱۸۵۰ء مطابق ۲۸ شعبان ۱۲۶۶ھ بروز جمعہ حضرت باب جو اس وقت ۳۱ سال کے تھے ظالموں کے متعصبانہ اشتعال کا شکار ہوئے۔ آپ کو مع اس ایک جوان شاگرد (آقا محمد علی) کے جس نے نہایت جوش اور عاجزی سے آپ کے ساتھ شہید ہونے کی التجا کی تھی تبریز کی قدیم فوجی چھاؤنی کے چوک میں دار پہ لٹکایا۔ دوپہر سے قریباً دو گھنٹہ پہلے دونوں کی بغلوں میں رسیاں ڈال کر اس طرح سے لٹکایا کہ محمد علی کا سر اس کے پیارے آقا کے سینے پر تھا۔ ارمنی سپاہیوں کی ایک رجمنٹ صف بستہ ہوئی۔ اور انھیں گولی چلانے کا حکم ملا۔ بندوقیں دندنائیں۔ مگر جب دھواں دور ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت باب اور آپ کا ساتھی ابھی زندہ ہیں۔ گولیوں نے صرف ان رسیوں کو پارہ پارہ کیا تھا جن سے آپ لٹک رہے تھے اور بغیر کسی ضرب کے نیچے گر گئے اور اٹھ کر قریب کے کمرہ میں تشریف لے گئے تھے جہاں آپ اپنے ایک دوست سے باتیں کر رہے تھے۔ دوپہر کے قریب آپ کو پھر سولی پہ لٹکا دیا۔ ارمنی سپاہیوں نے جو اپنی بار کے ناکام نتیجہ کو معجزہ خیال کرتے تھے دوبارہ گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ اس لیے سپاہیوں کی ایک اور رجمنٹ بلائی گئی۔ جس نے حکم پا کر گولی چلائی۔ اس دفعہ گولیوں نے اپنا اثر دکھایا اور دونوں کے جسم چھلنی ہو گئے۔ مگر دونوں کے چہروں پہ کوئی گولی چھو کر بھی نہ گئی تھی۔

اس برے عمل نے تبریز کے فوجی چوک کو کالوری (حضرت مسیح کی جائے شہادت) کا ثانی بنا دیا۔ حضرت باب کے دشمنوں نے مجرمانہ فتح کی خوشی منائی۔ ان کا خیال تھا کہ انھوں نے اس بابی درخت کی جڑ کو کاٹ دیا ہے اور اب اس کا پورا پورا

قلع قمع آسان ہو گا۔ مگر ان کی فتح کی عمر بہت کم نکلی۔ وہ یہ نہ جانتے تھے کہ صداقت کا درخت مادی کلہاڑیوں سے نہیں کاٹا جا سکتا۔ کاش کہ وہ یہ جانتے کہ ان کا یہ جرم ہی امر کو قوی بنانے کا ایک بڑا ذریعہ ہو گا۔ حضرت باب کی شہادت نے ان کی اپنی دلی خواہش کو پورا کیا۔ اور ان کے پیروؤں کو ایک نئے جوش سے بھر دیا۔ ان کے روحانی جوش کی آگ ایسی شعلہ زن تھی کہ ظلم وستم کی تیز و تند ہواؤں نے اسے اور بھڑکا دیا اور اس کے شعلے آسمان تک پہنچنے لگے۔ جتنا اس شعلہ کو بجھانے کی کوشش کی گئی اتنا ہی یہ بلند ہوتا گیا۔

کوہ کرمل پر آپ کا روضۂ مبارک

حضرت باب کی شہادت کے بعد آپ کے جسدِ مبارک کو مع آپ کے ساتھی کی نعش کے شہر کے باہر خندق کے کنارے پھینک دیا گیا۔ دوسری شب کو آدھی رات کے وقت کچھ بابی اٹھا لائے اور سالہا سال تک ایران میں پوشیدہ مقامات پر رکھنے کے بعد آخر کار زبردست خطرات اور تکالیف جھیل کر ارضِ مقدس میں لے آئے اور یہاں اب حضرت باب کا جسد مبارک کوہِ کرمل پر ایک نہایت پُرفضا اور خوش منظر روضہ میں مدفون ہے جو ایلیا نبی کے غار سے بہت قریب ہے اور اس مقام سے صرف چند میل ہے جہاں حضرت بہاء اللہ نے اپنی عمر کے آخری ایام بسر کئے۔ اور جہاں اب آپ کا روضۂ مبارک ہے۔ ہزاروں ہی زائرین جو دنیا کے ہر گوشہ سے حضرت بہاء اللہ کے روضۂ مبارک کی زیارت کے لئے آتے ہیں کوئی بھی آپ کے عاشق و مبشر کے روضہ پر دعا مانگے بغیر واپس نہیں جاتا۔

حضرت باب کا کلام

حضرت باب کا کلام کئی ضخیم کتابوں پر مشتمل ہے۔ آپ کا بسرعت تمام فی البدیہہ اور بغیر مطالعہ کئے مفصل تفسیرات۔ دقیق بیانات۔ فصیح و بلیغ مناجات لکھ دینا ہی آپ کے دعویٰ کی ایک زبردست

دلیل سمجھا جاتا تھا۔ آپ کی کتابوں کے موضوع کا خلاصہ اِس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:۔
اُن میں سے بعض کتابیں تو قرآن پاک کی آیات کے معانی اور اُن کی تفسیرات ہیں۔ بعض مناجاتیں اور بعض رموز و اسرار کے بیان ہیں۔ اور بعض توحید الٰہی کے مسئلہ کی توجیہات پر بحث و تحمیص میں ہیں بعض میں پند و نصائح ہیں یعنی اصلاح اخلاق، امورات دنیوی سے انقطاع اور توکل علی اللہ کی تلقین ہیں۔ مگر آپ کی تمام کتابوں کا جوہر اور لُب لباب اِس ظہور کی تعریف و تمجید تھی جو بہت جلد ظاہر ہونے والا تھا۔ جو آپ کا واحد مُدعا۔ مقصود، محبوب اور مطاع تھا۔ کیونکہ آپ اپنے ظہور کو صرف ایک مُبشّر کا ظہور سمجھتے تھے اور اپنی اصلی فطرت کو آنے والے کے عظیم الشان کمالات کا آئینہ جانتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ آپ دن اور رات میں ایک لحہ بھر بھی اُس کی یاد سے غافل نہ رہتے اور ہمیشہ اپنے پیروؤں کو فرماتے کہ وہ اُس عظیم الشان ہستی کی آمد کے ہر آن منتظر رہیں۔ اپنے کلام میں ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

"میں اُس عظیم الشان کتاب کا ایک حرف اور اُس لامحدود سمندر کا ایک قطرہ ہوں۔ اور جب وہ ظاہر ہوگا تو میری اصلی فطرت۔ میرے اسرار، اشارات اور استعارات ظاہر ہو جائینگے۔ اور اس دین کا بیج اپنے درجاتِ وجود و ارتقاء میں بڑھتا ہوا خلق لطیف کے مقام پر پہنچ جائے گا اور تبارک اللہ احسن الخالقین کی خلعت سے مزین ہوگا۔"

آپ اُس کی آگ سے ایسے مشتعل تھے کہ "ماہ کو" کے سنگین قلعہ میں اندھیری راتوں میں اُس کی یاد ایک روشن مشعل بن کر آپ کے ساتھ تھی۔ چہریق کے قید خانہ کی سختیوں میں اُسی کی یاد آپ کی بہترین انیس تھی۔ اُسی سے آپ نے فتوح روحانی پایا۔ اور اُسی کی مئے محبت سے آپ سرشار تھے۔ اُسی کی یاد سے آپ خوش تھے۔"
(مقالہ سیاح صفحہ ۳۰)

من یظہرہ اللہ یعنی وہ جسے خدا ظاہر کریگا

حضرت باب کو یوحنا بپتسمہ دینے والے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مگر ان کا مقام صرف مبشر کا ہی نہیں۔ وہ بذات خود ایک مظہر الٰہی بھی تھے۔ اور انھوں نے ایک مستقل شریعت عطا کی۔ اگرچہ اُس کا دور چند سال ہی رہا۔ اہل بہاء کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ دونوں مل کر بہائی امر کے بانی تھے اور حضرت بہاء اللہ کے الفاظ جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں اس بات کے شاہد ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :-

"میرے اس عجیب و غریب اور با اقتدار ظہور سے چند سے پیشتر خود میرے ہی ظہور کا ظاہر ہونا ایک ایسا بھید ہے جسے کوئی جان نہیں سکتا۔ اور نہ ہی کوئی معلوم کر سکتا ہے۔ اس ظہور کی میعاد معین تھی۔ کوئی شخص اس کی وجہ معلوم نہیں کر سکتا جب تک اُسے وہ معلوم نہ ہو جو میری پوشیدہ کتاب میں لکھا ہے۔"

حضرت بہاء اللہ کے متعلق حضرت باب نے نہایت سوز انگیز عجز و تعظیم کے ساتھ فرمایا کہ ایام من یظہرہ اللہ میں اگر کوئی اُس کی ایک آیت سنے گا اور اُسے پڑھے گا تو وہ اس سے بہتر ہوگا کہ بیان (کتاب حضرت باب) کو ہزار مرتبہ پڑھے۔

(مقالہ سیاح صفحہ ۲۴۹)

آپ اُن دُکھوں اور مصیبتوں کو جو آپ نے من یظہرہ اللہ کے راستہ کو صاف کرنے میں سہیں بڑی راحت سمجھتے تھے۔ آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ من یظہرہ اللہ ہی آپکے الہام کا واحد منبع اور آپ کی محبت کا واحد مرکز ہیں۔

قیامت۔ بہشت و دوزخ

حضرت باب کی تعالیم کا ایک اہم حصہ قیامت اور بہشت و دوزخ کی اصلیت و اصطلاحات کی تشریح ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قیامت سے مُراد آفتاب حقیقت کا تازہ ظہور ہے۔ مُردوں کے زندہ کرنے کا مطلب قبور جہالت و غفلت و نفسانیت میں دبے ہوؤں کو

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رُوحانی زندگی عطا کرتا ہے۔ قیامت کا دن نئے ظہور کا دن ہے جس کے دین کے رد و قبول سے بھیڑیں بکریوں سے علیحدہ کی جاتی ہیں۔ کیونکہ بھیڑیں اپنے اچھے گڈریے کی آواز کو پہچانتی ہیں۔ اور اس کی پیروی کرتی ہیں۔ بہشت سے مُراد خدا کو جیسا کہ وہ اپنے ظہور کے ذریعے ظاہر ہو پہچاننے اور اس سے محبت کرنے کی خوشی ہے۔ جس کے سبب ہر شخص حسب استعداد کمالات حاصل کرتا ہے اور مرنے کے بعد خدا کی بادشاہت اور ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہوتا ہے۔ دوزخ سے مُراد خدا کے عرفان سے محروم رہنا اور اس طرح خدائی کمالات کو حاصل نہ کرسکنا اور فضل ابدی کو کھو بیٹھنا ہے۔ آپ نے واضح طور سے فرمایا کہ اِن اصطلاحات کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں۔ لوگوں کے درمیان مادی جسم سے اُٹھنے اور مادی بہشت و دوزخ کے بارے میں جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں وہ صرف وہم کے شعبے ہیں۔ آپ نے تعلیم دی کہ انسان کے لئے موت کے بعد ایک زندگی ہے اور اُس زندگی میں مدارج کمالات لامحدود ولا انتہا ہیں۔

معاشرتی اور اخلاقی تعلیمات

حضرت باب اپنے کلام میں اپنے پیروؤں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ برادرانہ محبت و اُلفت میں دوسروں سے ممتاز ہوں۔ مفید صنعت و حرفت سیکھی جائے۔ ابتدائی تعلیم عام کردی جائے۔ اِس نئے اور عجیب دور میں عورتوں کو کامل آزادی دی جائے گی۔ غرباء و مساکین کو ایک خزانہ عام سے گذارہ مُہیا کیا جائے گا۔ بھیک مانگنا نہایت سختی سے حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح مُسکرات کے استعمال کو بھی ایسی ہی سختی سے حرام قرار دیا ہے۔

ہر ایک بابی کا نصب العین خالص محبت ہونا چاہئے۔ جس میں نہ جزا کی اُمید پائی جائے اور نہ سزا کا خوف مخفی ہو۔

کتاب بیان میں فرمایا ہے :۔ "خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ اگر تمہاری عبادت کا

بدلہ آگ ہو تو بھی تمھاری عبادت میں فرق نہ آئے۔ اگر تم خوف سے خدا کی عبادت کرتے ہو تو یہ خدا کی بارگاہِ اقدس کے قابل نہیں .... اسی طرح اگر تمھارے مدِّنظر بہشت ہے اور اس اُمید پر تم اُس کی پرستش کرتے ہو تو تم شرک کرتے ہو کیونکہ تم خدا کی ایک مخلوق کو اُس کا شریک ٹھہراتے ہو۔"

(دیکھو کتاب ایران کے بابی حصہ دوم مؤلفہ پروفیسر ای جی براؤن اور جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۲۱ صفحہ ۹۳۱)

حضرت باب کا شوق اور آپکی فتح

اِس آخری حوالہ سے اس جوش کا پتہ چلتا ہے جو حضرت باب کی زندگی بھر آپ میں موجزن رہا۔

خُدا کا عرفان اور اُس کی محبت۔ اُس کے اسماء وصفات سے اکتساب فیضان۔ اُس کے آنیوالے عظیم الشان ظہور کے لیے راہ درست کرنا۔ یہی آپ کی زندگی کا واحد مدعا تھا۔ آپ کے لیے زندگی خوف سے خالی اور موت شیریں تھی۔ کیونکہ محبت نے خوف نکال پھینکا تھا اور خود شہادت میں بھی اپنے محبوب کے قدموں پہ سب کچھ نچھاور کرنے کی اعلیٰ ترین خوشی تھی۔

تعجب ہے کہ ایسی پاکیزہ اور بلند اور صاف رُوح۔ حقائق الٰہی کا ایسا صاحب الہام معلّم۔ خدا کا اور اپنے ابنائے جنس کا ایسا فدائی عاشق اپنے زمانہ کے نام نہاد علمائے دین کے ہاتھوں شہید کیا جائے! بیشک سوائے مجرمانہ غفلت اور گرٹ مٹ دھرمی کے اور کوئی شئے انسانوں کو اس حقیقت کے دیکھنے سے اندھا نہیں کرسکتی کہ آپ خدا کے ایک مقدس پیغمبر تھے۔ دُنیوی عظمت و جلال آپ کے پاس نہ تھا۔ کیونکہ اگر تمام مادی امداد سے مستغنی رہ کر شدید سے شدید دنیوی مخالفتوں پہ فتح پانے کی اہلیت نہ ہو تو روحانی قدرت وسلطنت کیسے ثابت ہو سکتی۔

اِس ہنگامہ دُنیا کے سامنے خدائی محبت کا ثبوت سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ

دکھ اور مصیبت کے سخت ترین صدمے سہے جائیں۔ دشمنوں کی مخالفت اور ظاہری دوستوں کی منافقت برداشت کی جائے۔ اور ان سب کے ہجوم میں مستقل اور سنجیدہ رکھ اور بغیر بے آس ہوئے اور غصّہ کھائے سب کو نہ صرف معاف کر دیا جائے بلکہ اُن کے لئے خیر و برکت بھی طلب کی جائے۔

حضرت باب نے دُکھ سہے اور فتح پائی۔ ہزاروں ہی نے اپنے خلوص اور اپنی محبّت کی گواہی اس طرح دی کہ اپنی جانوں کو اُس کی خدمت میں نثار کر دیا۔ آپ نے انسانی دلوں اور روحوں پر جس قوّت سے غلبہ حاصل کیا اس پہ اگر بادشاہ بھی رشک کریں تو تعجّب نہیں۔

علاوہ ازایں من یظہرہ اللہ ظاہر ہوا۔ اور اُس نے اپنے مُبشّر کی تائید فرمائی۔ اُس کی محبّت کو قبول کیا اور اُسے اپنے جلال کا حصّہ دار بنایا۔

تیسرا باب

حضرت بہآء اللہ

"اے انتظار کرنے والے! اب صبر نہ کر۔ کیونکہ وہ محبوب آگیا ہے۔ اس کی ہیکل کو دیکھ اور اس کے جلال کو اس میں جلوہ گر مشاہدہ کر۔ یہ وہی ازلی نور ہے جو ایک نئے ظہور میں ظاہر ہوا ہے۔"

(حضرت بہآء اللہ)

پیدائش اور اوائل عمر

میرزا حسین علی جو بعد میں بہآء اللہ کے لقب سے معروف ہوئے میرزا عباس نوری کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ میرزا عباس حکومت ایران کے ایک وزیر تھے۔ حضرت بہآء اللہ ۱۲ نومبر ۱۸۱۷ء مطابق دوم محرم ۱۲۳۳ھ کو صبح صادق کے وقت ایران کے دارالسلطنت طہران میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان بہت دولتمند اور آپکے متعدد رشتہ دار حکومت کے مختلف صیغہ جات سول اور ملٹری میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے۔

حضرت بہآء اللہ نے کسی کالج یا سکول میں تعلیم نہ پائی تھی۔ جو کچھ آپ نے

پڑھا تھا وہ گھر ہی میں پڑھایا سکھا تھا۔ تو بھی بچپن ہی سے آپ سے علم و دانائی کی عجیب عجیب باتیں ظاہر ہونے لگیں۔ آپ ابھی نوجوان ہی تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کی نگرانی کی ذمہ داری اور وسیع خاندانی جائداد کے انتظام کا بار آپ پر آن پڑا۔

آپ کے فرزندِ اعظم حضرت عبدالبہاء آپ کے بچپن کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"بچپن ہی سے آپ نہایت فیاض و مہربان تھے۔ آپ کھلی ہوادار زندگی کو بہت پسند فرماتے تھے اور آپ کے وقت کا ایک کثیر حصہ باغات و مضافات میں گذرتا تھا۔ آپ میں ایک فوق العادہ قوتِ جذب تھی۔ لوگ ہمیشہ آپ کے گرد جمع رہتے تھے۔ وزراء اور دوسرے درباری ہمیشہ آپ کو گھیرے رہتے تھے۔ بچے تو گویا آپ کے شیدا تھے۔ آپ تیرہ یا چودہ برس کے ہی تھے کہ آپ کے علم کی شہرت ہر طرف پھیل گئی آپ ہر مضمون پر گفتگو کرتے اور ہر مسئلہ کو حل کر دیتے۔ بڑی بڑی مجالس میں آپ علماء کے ساتھ بحث و تمحیص فرماتے اور نہایت ہی مشکل دینی سوالات کے حل پیش کرتے سب کے سب نہایت توجہ اور تعجب کے ساتھ اِن بیانات کو سنتے۔"

آپ جب ۲۲ سال کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ حکومت نے خواہش ظاہر کی کہ دستورِ ایران کے مطابق آپ اپنے باپ کی جگہ وزارت قبول فرمائیں۔ مگر آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ وزیرِ اعظم نے یہ سن کر کہا "اِسے کچھ نہ کہو۔ یہ عہدہ اس کی شان کے لائق نہیں۔ اس کی نظروں میں کوئی اعلیٰ ترین ارادہ ہے اگرچہ میں اسے سمجھ نہیں سکتا۔ مگر مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ ایک نہایت ہی اعلیٰ زندگی کے لئے مخصوص ہے۔ اس کے خیالات ہمارے جیسے نہیں۔ اسے کچھ نہ کہو۔"

بابیوں کے زمرہ میں آپکی قید] ۱۸۴۴ء میں جب حضرت باب نے اعلانِ امر

فرمایا تو اُس وقت حضرت بہاء اللہ کی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ اعلان حضرت باب کی آواز سنتے ہی حضرت بہاء اللہ نے اس نئے امر کو لبیک کہا اور فوراً ہی آپ اس نئے دین کے بے خوف اور طاقتور مبلغین میں گنے جانے لگے۔

آپ اس امر کی خاطر دو دفعہ قید اور کوڑے کی ضرب اُٹھا چکے تھے کہ اگست ۱۸۵۲ء میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے بابیوں پر بلاؤں کا ایک ایسا طوفان برپا کیا کہ ہر ایک بابی کی جان خطرے میں پڑ گئی۔

صادق نام ایک نوجوان جو خود بھی بابی تھا اور جس کا آقا بھی بابی تھا، اپنے آقا کے عذاب شہادت کو دیکھکر ایسا متاثر ہوا کہ بدلہ کے جوش میں بھر کر اس نے شاہ ایران پر حملہ کر دیا۔ مگر عالم دیوانگی میں پستول میں گولی کی جگہ چھرے بھر کر لایا تھا۔ اگرچہ چند ایک چھرے شاہ کے لگے مگر ان سے کچھ گزند نہ پہنچی تھی۔ صادق نے یہ دیکھکر شاہ کو گھوڑے سے نیچے کھینچ لیا۔ مگر شاہ کے مصاحبین نے فوراً اُسے پکڑ لیا اور فوراً وہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

بے انصاف شاہ نے تمام بابیوں کی جماعت کو اس کام کا ملزم ٹھہرایا۔ اور نہایت بے رحمانہ قتل عام کا حکم دیا۔ اسّی بابی تو اسی وقت طہران میں انواع و اقسام کی اذیتیں دے دے کر شہید کر دیئے گئے۔ بہتوں کو پکڑ کر قید خانوں میں ڈالا۔ ان قیدیوں میں حضرت بہاء اللہ بھی تھے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کتاب ابن ذئب میں فرماتے ہیں :-

ہم ہرگز اس نفرت انگیز کام میں نہ تھے اور تحقیقاتی کمیشن کے سامنے بھی ہمارا بے قصور ہونا ثابت ہوگیا تھا۔ باوجود اس کے گرفتار کیا۔ اور نیاوران سے جہاں اُن دنوں شاہی کیمپ تھا ہمیں پیدل زنجیروں میں جکڑے ہوئے ننگے سر ننگے پاؤں کشاں کشاں طہران کے جیلخانہ میں پہنچا دیا۔ کیونکہ ایک ستمگار سوار نے

ہمارے سر سے ٹوپی اُتار لی۔ سپاہیوں اور جلّادوں کے ایک گروہ کے ساتھ پوری سرعت سے ہمیں لے گئے اور چار مہینے ہمیں ایسی جگہ رکھا جو اپنی خرابی میں سب سے بدتر تھی۔ فی الحقیقت ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی بھی اس سے اچھی ہوتی ہے۔

جب ہم جیلخانہ کے اندر چلے گئے تو ہمیں ایک اندھیرے برآمدے میں پہنچایا۔ اور وہاں سے تین سیڑھی نیچے اُترے اور جہاں ہماری جگہ مقرر کی گئی تھی وہاں جا پہنچے۔ جگہ بالکل تاریک تھی۔ اور وہاں ڈیڑھ سو کے قریب چور۔ ڈاکو اور قاتل بند تھے۔ انبوہ کے باوجود وہاں ہوا کا راستہ بھی اُس راستے کے سوا اور نہ تھا جس سے ہو کر ہم آئے تھے۔ اس جگہ کی حالت لکھنے سے قلم عاجز ہے اور اس جگہ کی بدبو بیان نہیں کی جا سکتی۔

قیدیوں میں سے اکثر کے پاس لباس اور بستر بھی نہ تھے۔ اس نہایت تاریک اور سخت بدبودار مقام میں جو کچھ ہم پر وارد ہوا خدا ہی خوب جانتا ہے اس قیدخانہ میں ہم دن رات بابیوں کے اعمال واحوال کو سوچتے تھے کہ اس قدر بلندی و برتری اور فہم و ادراک رکھتے ہوئے اُن سے ایسا کام سرزد ہوا یعنی ذاتِ شاہانہ پر جرأت سے حملہ کرنا۔ پھر اس مظلوم نے ارادہ کر لیا کہ قیدخانہ سے نکل کر پوری ہمت کے ساتھ ان لوگوں کو تہذیب و شائستگی سکھانے کے لیے کھڑا ہوگا۔ راتوں میں سے ایک رات عالمِ رویا میں ہر سمت سے یہ بلند کلمہ سنائی دیا۔

"ہم تجھے تیرے ذریعہ اور تیری قلم کے ذریعہ مدد پہنچائینگے۔ جو کچھ مصیبت تجھ پر آئی ہے اس سے غمگین نہ ہو اور خوف نہ کر۔ یقیناً تو اُن میں سے ہے جو محفوظ ہیں۔ عنقریب خدا زمین کے خزانے برپا کرے گا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں

جو تیرے ذریعے اور تیرے اس نام کے ذریعے تیری مدد کرینگے۔ جس سے خدا نے عارفوں کے دلوں کو زندہ کر دیا ہے۔"

بغداد کو جلاوطنی

یہ خوفناک قید چار مہینے تک رہی۔ مگر آپ کے ہمراہی ہمیشہ جوش اور خوشی سے بھرپور رہتے تھے۔ قریبًا ہر روز ان میں سے ایک نہ ایک کو اذیت دی جاتی تھی یا شہید کر دیا جاتا تھا۔ اور دوسرے اپنی باری کے منتظر رہتے تھے۔ جب احباب میں سے کسی کو جلاد لینے آتا تو جس کا نام پکارا جاتا وہ خوشی سے ناچنے لگتا۔ اور آپ کے ہاتھوں کو چوم کر اور دوسرے احباب سے گلے مل کر طرب انگیز شوق کے ساتھ میدان شہادت کی طرف دوڑتا۔

جب یہ پوری طرح ثابت ہو گیا کہ آپ کا شاہ کے خلاف سازشں میں کوئی حصہ نہ تھا۔ اور روسی سفیر نے آپ کے چال چلن کی پاکیزگی کی شہادت دی۔ اس کے علاوہ آپ اس قدر بیمار ہو گئے تھے کہ اب وہ گمان کرتے تھے کہ آپ مر جائیں گے تو شاہ نے موت کا حکم دینے کی بجائے آپ کو عراق عرب کی طرف جلاوطنی کا حکم صادر کیا۔ دو ہفتہ بعد آپ اپنے خاندان اور کچھ احباب کے ساتھ اس طرف کو روانہ ہوئے۔ سفر میں سردی کی شدت اور دوسری سختیاں سہتے ہوئے آپ نہایت تنگدستی اور افلاس کی حالت میں بغداد پہنچے۔

جوں ہی آپ تندرست ہوئے آپ نے بابیوں کو دعوت دینی اور بابیوں کو تشویق و نصیحت کرنی شروع کی۔[1] یہ سلسلہ دیر تک جاری نہ رہا۔ میرزا یحییٰ جو صبح ازل کے نام سے بھی مشہور ہے بغداد میں آیا۔ اور اس کے آتے ہی اس کی خفیہ ریشہ دوانیوں

[1] یہ واقعہ ۱۸۵۳ء میں ہوا۔ یعنی حضرت باب کے اعلان کے ۹ سال بعد۔ اس طرح حضرت باب کی وہ پیشنگوئیاں جو آپ نے سنہ ۹ کے بارے میں فرمائی تھیں پوری ہوئیں۔

احباب میں ایسے ہی اختلافات رونما ہونے لگے جیسے حضرت مسیح کے حواریوں اور رسول مقبول صلعم کے اصحاب میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ اختلافات جو بعدازاں اڈریانوپل میں کھلم کھلا اور شدت کے ساتھ ظاہر ہوئے آپ کے دل کو دکھاتے تھے۔ کیونکہ آپ کی زندگی کا بڑا مقصد دنیا کے رہنے والوں میں اتحاد پھیلانا تھا۔

بیابان میں دو سال

بغداد میں آنے کے کوئی ایکسال بعد آپ صرف کپڑوں کا ایک جوڑا لیکر تن تنہا سلیمانیہ کے بیابان میں چلے گئے۔

اُس وقت کا حال آپ کتاب الیقان میں یوں فرماتے ہیں:۔

"یہ عبد جب اس ملک میں وارد ہوا تو بعد میں واقع ہونے والے کچھ امور سے مطلع ہوا۔ ہم نے پہلے ہی مہاجرت اختیار کی اور ہم تنہائی کے بیابان کی طرف چل دئے اور دو سال تن تنہا ہجر کے صحراؤں میں بسر کئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور دل سے خون کے دریا اُبل رہے تھے۔ کتنی ہی راتیں ہمیں کھانا نہ ملا۔ اور کتنے ہی دن ہمارے جسم کو آرام نہ ملا۔ ان تمام برستی ہوئی بلاؤں اور متواتر حادثوں کے ہوتے ہوئے اُسی کی قسم جس کے ہاتھ میں ہماری جان ہے ہم نہایت مسرت اور فرحت اور خوشی میں تھے۔

خدای پاک کی قسم۔ کہ اس مہاجرت سے مراجعت کا ہمیں کوئی خیال نہ تھا اور اس مسافرت کے بعد مواصلت کی کوئی امید نہ تھی۔ اس سے ہمارا صرف یہی مقصد تھا کہ احباب کے اختلاف کا سبب نہ ہوں۔ اور اصحاب میں انقلاب کا مصدر نہ بنیں۔ کسی کے دل کو دکھانے والے نہ بنیں۔ اس کے سوا نہ تو کوئی خیال ہی تھا اور نہ کوئی اور بات مدّنظر۔ اگرچہ ہر شخص نے اپنی ہوی کے مطابق رائے قائم کی اور خیال باندھا آخرکار مصدر امر (خدا) کی طرف سے واپسی کا حکم صادر ہوا۔ جسے لابد ہمیں ماننا پڑا۔ اور ہم لوٹ آئے۔ واپس آنے پر جو کچھ ہم پہ وارد ہوا، اس کے لکھنے سے

قلم عاجز ہے۔ دو سال تک دشمن اِس عبدِ فانی کو ہلاک کرنے کے لئے نہایت سعی و اہتمام میں لگے رہے۔ چنانچہ سب جانتے ہیں۔" (ایقان صفحہ ۱۵۲)

مُلّاؤں کی مخالفت

اِس مہاجرت سے واپس آنے پر آپ کی شہرت پہلے سے بھی زیادہ پھیل گئی۔ اور دور و نزدیک سے لوگ جوق جوق آپ کو دیکھنے اور آپ کی تعالیم سُننے کے لئے بغداد میں آنے لگے۔ یہودی عیسائی، زرتشتی اور مسلمان یہ نیا پیغام سُن کر سرگرم ہونے لگے، لیکن مُلّاؤں نے آپکی مخالفت پر کمر باندھی اور شدت سے آپ کے مٹانے کے درپے ہوگئے۔ ایک موقع پر انھوں نے اپنے میں سے ایک عالم کو آپ کے پاس کچھ سوالات دے کر بھیجا۔ قاصد آپکے جوابات کا قائل اور آپ کے علم سے مات رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ آپ نے یہ علم کہیں سے ظاہری طور پر حاصل نہیں کیا۔ اُسے اعتراف کرنا پڑا کہ علم و ادراک میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تو بھی اس بات کے لئے کہ مُلّا آپ کی حقیقت کے معترف ہوں اُس نے ثبوت کے طور پر معجزہ دکھانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم معجزہ دکھانے کے لئے اس شرط پر تیار ہیں کہ مُلّا جو معجزہ دیکھنا چاہیں اُس پر سب متفق الرّائے ہو کر جم جائیں اور یہ لکھ دیں کہ اگر ہم نے وہ معجزہ دکھا دیا تو وہ ہمارے دعوے کو سچ جان کر ہماری مخالفت کرنا چھوڑ دینگے اور اگر نہ دکھایا تو ہم جھوٹے ہونگے۔

اگر مُلّاؤں کا ارادہ سچائی حاصل کرنا ہوتا تو یقیناً اس سے بڑھکر اور کوئی موقع نہ ہو سکتا تھا۔ مگر وہ تو اس بات پر تُلے ہوئے تھے کہ سچ جھوٹ جیسے بھی ہو وہ اپنا من مانا فیصلہ حاصل کریں۔ وہ سچائی سے ڈرتے تھے اور انھوں نے اس کھلے چیلنج کو قبول کرنے سے گریز کیا۔ اِس شکست سے وہ اور بھی جھنجھلا گئے۔ اور اس مظلوم گروہ کی بیخکنی کے لئے نئی سازشیں کرنے لگے۔ بغداد کا ایرانی قونسل جنرل

اِن سازشوں میں شریک وسہیم ہوا۔ اور اس نے شاہ کو متواتر لکھنا شروع کیا کہ بہاء اللہ دینِ اسلام کو نقصان پہنچا رہا ہے اور ایران پر ایک بہت ہی بُرا اثر ڈال رہا ہے۔ اس لئے اسے کسی دور جگہ کو جلاوطن کرنا ضروری ہے۔

آپ کی یہ عادت تھی کہ ایسے موقعوں پر جب مسلمان ملّا اور ایرانی وعثمانی حکومتیں اپنی متحدہ طاقتیں اس تحریک کے ملیامیٹ کرنے پر لگاتیں تو آپ خاموشی اور سنجیدگی اختیار کرتے۔ اپنے احباب کی ہمت بڑھاتے اور ہدایت وتسلّی کے جادو دانی کلام سے انھیں سنبھالتے اور آگے بڑھنے کی تشویق فرماتے۔ حضرت بہاء اللہ بیان فرماتے ہیں کہ اُن ہی ایام میں کلماتِ مکنونہ کس طرح نازل ہوئے۔

حضرت بہاء اللہ اُن ایام میں اکثر دریائے دجلہ کے کنارے سیر کرنے کو تشریف لے جاتے۔ آپ جب واپس آتے تو نہایت بشاش ہوتے اور بیٹھکر اِن دانائی اور حکمت کے موتیوں کو لکھتے۔ جنھوں نے ہزاروں ہی غمزدہ اور ستم رسیدہ دلوں کو اطمینان اور تسلّی بخشی ہے۔ کئی سال تک اِن کلمات کی صرف چند قلمی کاپیاں احباب میں رہیں جو انھیں اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھکر پوشیدہ رکھتے تھے۔ تاکہ دشمن جو اُس وقت ہر طرف بکثرت تھے انھیں سلے نہ جائیں۔ اب یہ چھوٹی کتاب تقریبًا ہر زبان میں ترجمہ ہوچکی ہے اور دُنیا کے ہر حصہ میں نہایت شوق کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ اسی زمانہ میں کتابِ ایقان بھی جو بڑی مشہور کتاب ہے نازل ہوئی۔ اس کے نزول کی تاریخ غالبًا ۱۸۶۲ء اور ۱۸۶۳ء ہے۔

بغداد کے نزدیک رضوان میں اعلان

بہت کچھ خط وکتابت کے بعد ایرانی حکومت کے اصرار پر حکومت عثمانی نے آپ کو قسطنطنیہ میں لائے جانے کا فرمان بھیجا۔ اس خبر نے آپکے احباب میں ایک ہیجان پیدا کر دیا۔ وہ اپنے محبوب کے گھر کے گرد جمع ہوگئے۔ اور ان کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ آپ کو

بغداد کے نزدیک ایک باغ میں خیمہ لگانا پڑا۔ یہ باغ نجیب پاشا کا باغ کہلاتا تھا۔ اور آپ یہاں بارہ دن تک فروکش رہے۔ جن میں آپ سفر کی تیاریوں میں مشغول رہے۔ ان بارہ ایام (۲۱ اپریل سے ۲ مئی ۱۸۶۳ء تک یعنی حضرت باب کے اعلان سے ۱۹ سال بعد) کے پہلے دن آپ نے اپنے چند چیدہ احباب کو یہ خوشخبری سنائی کہ آپ ہی وہ من یظہرہ اللہ ہیں جس کی آمد کی خوشخبری حضرت باب نے دی تھی۔ اور جو تمام انبیاء کا موعود ہے۔ جس باغ میں یہ اعلان کیا گیا وہ بہائیوں میں **باغ رضوان** کے نام سے مشہور ہوا۔ اور ان بارہ دنوں میں وہ ایک عید مناتے ہیں جس کا نام **عید رضوان** ہے۔

حضرت بہاء اللہ ان دنوں میں غمگین وشکستہ دل ہونے کی بجائے نہایت بشاش اور قوت و جلال کے مالک نظر آتے تھے۔ آپکے احباب بھی اسی خوشی اور جوش سے بھر گئے۔ اور لوگوں کے گروہ کے گروہ اظہار مسرت وعقیدت کے لئے آنے لگے۔ بغداد کے تمام شرفاء وامراء حتیٰ کہ گورنر بذات اس قیدی کو رخصت کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل

بغداد سے قسطنطنیہ کا سفر تین چار ماہ میں ختم ہوا راہ میں آپ نے اور آپ کے خاندان کے بارہ افراد اور ۲۷ ساتھیوں نے سردی کے شدید ترین مصائب برداشت کئے۔ قسطنطنیہ پہنچنے پر سب کو ایک بہت ہی تنگ مکان میں قید کر دیا گیا۔ جسمیں ان تمام آدمیوں کے بیٹھنے کے لئے بھی مشکل سے جگہ تھی۔ کچھ دنوں بعد آپ کو ایک کشادہ گھر رہنے کے لئے دیا گیا۔ مگر چار ماہ بعد آپ کو ایڈریانوپل کی طرف بھیج دیئے جانے کا فرمان صادر ہوا۔ ایڈریانوپل کا سفر اگرچہ چند یوم میں ہی ختم ہوگیا۔ مگر **مصائب** اور تکالیف کی شدت میں ان سب سفروں سے بدتر تھا جو **آجتک** آپ نے

برداشت کیے تھے۔ برفباری نہایت شدّت سے ہو رہی تھی۔ اور اِن مظلوم مسافروں کے پاس تن ڈھانکنے کو کپڑا بھی نہ تھا۔ کھانے کو بہت ہی بُری غذا ملتی تھی۔ اِس طرح تکالیف سہتے ہوئے یہ گروہ ایڈریانوپل پہنچا۔ جہاں پہنچکر آپ کو اور آپ کے اہلبیت کو تین کمروں کے چھوٹے سے گھر میں مقید کر دیا۔ یہ گھر کہنہ بوسیدہ اور گندہ تھا موسم بہار میں آپ کو ایک بہتر گھر دیا گیا۔ آپ ساڑھے چار سال تک ایڈریانوپل میں رہے۔ یہاں بھی آپ نے تعلیم دینی شروع کی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایک بہت بڑا گروہ آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ یہاں آپکے اعلانِ ظہور کی شہرت عام ہو گئی۔ جسے بابیوں کی کثیر جماعت نے قبول کیا۔ اور بہائی کہلانے لگے۔ ایک چھوٹی سی جماعت نے آپ کے سوتیلے بھائی میرزا یحیٰی کی سرکردگی میں نہایت شدت سے اس کی مخالفت کی۔ اور آپ کے مٹا دینے کی سازشوں میں آپ کے پرانے دشمن شیعوں سے جا ملے یہ قضیہ روز بروز شدید ہوتا گیا۔ آخر کار حکومت عثمانی نے آپ کو مع آپکے احباب کے عکاء بھیجدیا اور میرزا یحیٰی جزیرۂ قبرس کو روانہ کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۲ اگست ۱۸۶۸ء کا ہے۔

الواحِ ملوک

اِسی زمانہ میں حضرت بہاء اللہ نے اپنی مشہور و معروف الواح تمام شاہانِ یورپ، پوپ، شاہ ایران اور حکومت ریاستہائے متحدہ امریکہ کے نام بھیجی ہیں۔ اِن الواح میں اپنے امر کا اظہار فرما کر آپ نے انھیں دعوت دی کہ وہ اپنے قوٰی کو سچے دین کے قائم کرنے اور بین الاقوامی صلح و امن کے پھیلانے میں صرف کریں۔ شاہ ایران کی لوح میں آپ نے نہایت زوردار الفاظ میں مظلوم بابیوں کی بے قصوری کو ثابت کیا اور شاہ کو دعوت دی کہ وہ آپ کو اور انھیں جنھوں نے اس مظلوم گروہ پر ستم رانی کے فتوے دیئے ایک جگہ جمع کرے۔ مگر شاہ نے اس درخواست پر کوئی عمل نہ کیا۔ ایک نوجوان فداکار بہائی

جس کا نام بدیع تھا، اس لوح کو لے کر شاہ کے پاس گیا۔ شاہ نے اُسے گرفتار کر لیا اور دل ہلا دینے والے دُکھ دے کر اُسے شہید کیا۔ انیٹیں گرم کر کر کے اُس کے زندہ جسم کو جلا جلا کر اُسے جامِ شہادت پلایا۔ اس لوح میں آپ اپنے مصائب کا نہایت دلسوز اور دل ہلا دینے والے الفاظ میں یوں ذکر کرتے ہیں:-

"اے بادشاہ! میں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ تکلیفیں اُٹھائی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سُنیں۔ دوستوں نے میرا انکار کیا اور وسیع راستے میرے لیے تنگ ہو گئے۔ میرے آرام و آسائش کا تالاب سوکھ گیا۔ اور میری راحت کا سرسبز چمن خشک ہو کر پیلا پڑ گیا۔ کتنی ہی بلائیں نازل ہو چکی ہیں اور کتنی ہی اور نازل ہونے والی ہیں۔ میں اُس غالب اور فیاض (خدا) کی طرف رُخ کئے ہوئے رواں ہوں۔ اور میرے پیچھے ایک سخت موذی سانپ دوڑتا آتا ہے۔ میرے آنسو اس قدر بہے کہ میرا بستر تر ہو گیا۔ لیکن پھر بھی مجھے کچھ غم نہیں۔ خدا کی قسم میرا سر اپنے مولیٰ اور آقا کی محبت میں نیزہ (پر چڑھنے) کا مشتاق ہے۔ میں جب کبھی کسی درخت کے پاس ہو کر گذرتا ہوں تو اُس سے میرے دل نے یہ بات ضرور کہی ہے۔ کہ اے کاش۔ تو میرے نام سے کاٹا جاتا اور سولی بنایا جاتا۔ پھر میرا جسم اپنے پروردگار کی راہ میں تجھ پر چڑھایا جاتا۔ بلکہ مجھکو اس بات کا غم ہے کہ میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ غفلت کے نشہ میں چور ہو کر بھٹکتے پھر رہے ہیں اور انھیں اس کی کچھ خبر نہیں۔ انھوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کا مرتبہ بڑھا رکھا ہے اور اپنے معبود کا درجہ گھٹا دیا ہے۔ گویا کہ انھوں نے خُدا کے حکم کو ہنسی ٹھٹھا اور کھیل تماشہ بنا رکھا ہے اور بایں ہمہ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم نیکوکار اور اچھے کام کرنے والے ہیں اور امنِ خداوندی کے مستحکم قلعہ میں پناہ لے چکے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اُن کا گمان صحیح نہیں ہے۔ بلکہ کل وہ خود وہی بات دیکھینگے جس کا (آج) انکار کر رہے ہیں۔ عنقریب ہم کو اس سرزمین موسوم بہ ادرنہ

سے نکال کر شہر عکہ کی طرف لے جائینگے اور جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں شہر عکا، دنیا کے ویران اور بے رونق شہروں میں سے ہے۔ اُس کی آب و ہوا نہایت خراب اور ناموافق ہے۔ گویا رات دن وہاں اُلّو بولا کرتے ہیں اور اُس کے اطراف و جوانب سے سوائے اُلّوؤں کی آواز کے اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ لوگوں نے اِس غلام کو اُسی شہر میں قید کرنے کا ارادہ کرلیا ہے اور راحت اور آسایش کے دروازے ہم پر بند کر دینے چاہتے ہیں اور ہماری زندگی کے جو چند روز باقی رہ گئے ہیں اُن میں انھوں نے دنیاوی زندگی کی ضروریات کا سامان ہم تک نہ پہنچے دینا مدنظر رکھا ہے۔ خدا کی قسم! اگر دُکھ درد کے صدمے مجھے کمزور بنا دیں اور بھوک پیاس کی تکلیفیں مجھے ہلاک کر دیں سخت پتھر میرا بستر بنایا جائے اور جنگل کے درندہ جانور میرے مونس اور ہمدم کر دیئے جائیں۔ تو بھی میں مطلق فریاد و زاری نہ کرونگا۔ اور خدا تعالیٰ کی مدد سے جو ازل کا مالک اور قوموں کا پروردگار ہے ویسا ہی صبر کرونگا جیسا کہ دور اندیش اور اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہنے والوں نے کیا ہے۔ اور میں ہر حال میں اللہ پاک کا شکر کرونگا میں اُس کے فضل و کرم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری اس قید کے وسیلے سے اپنے دوسرے بندوں کی گردنیں طوق و زنجیر سے آزاد فرمائے گا۔ اور اپنے پاک بندوں کو اپنی غالب اور نہایت بخشش والی ذاتِ پاک کی طرف خلوص کے ساتھ متوجہ کرے گا۔ بیشک وہی ہر ایک دُعا کرنے والے بندہ کی دُعا کو قبول فرماتا اور ہر ایک مناجات کرنے والے کے پاس موجود ہے۔ ہم اُسی پاک پروردگار سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اس بہائے سُنہ کی بلا کو اپنے دین کی ہیکل کی حفاظت کے لیے فولادی زرہ بنا دے اور اسی کے ذریعے اسکو کاٹنے والی تلواروں اور چھیدنے والے برچھیوں اور تیروں سے محفوظ کر دے۔ بلا اور مصیبت کے ذریعہ حق خدا کا حکم دنیا میں جاری اور اُس کا امر بلند ہوا ہے یہی خدا کی سنت ہے جو اگلے وقتوں سے اسی طرح جاری ہے: (اصلاح یاح ص ۱۳۶ و ۱۴۷)

سجن عکّا

اس زمانہ میں عکّاء حکومتِ عثمانی کا کالا پانی تھا اور بدترین مجرم وہاں قید کئے جانے کے لیے بھیجے جاتے تھے۔ عکّاء پہنچنے پر اِن مظلوموں کو جن کی تعداد مرد عورتیں اور بچے سب مِل کر ۸۰ یا ۸۴ تھی۔ مع حضرت بہاء اللہ کے فوجی بارکوں میں بند کر دیا۔ جگہ نہایت غلیظ اور سنسان تھی۔ چارپائیاں یا بستر ے وغیرہ کچھ نہ تھے۔ خوراک نہایت ہی بری اور بہت ہی کم دی جاتی تھی۔ یہانتک کہ اِن مظلوم قیدیوں نے آخرکار درخواست کی کہ انھیں اپنی خوراک خود خریدنے کی اجازت دی جائے۔ پہلے چند دنوں تک بچے لگاتار دن رات روتے رہے اور کسی کو سونا نصیب نہ ہوا۔ بخار۔ پیچش اور دوسری بیماریاں پیدا ہوئیں اور سب کے سب ایک دم سے بیمار ہو گئے۔ سوائے پانچ آدمیوں کے جو بعد میں اِن بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ چار اصحاب نے ان بیماریوں کے صدمے سے جامِ شہادت نوش کیا اور پسماندگان کی تکالیف احاطۂ تحریر سے باہر ہیں [1]۔

یہ سخت قید دو سال تک جاری رہی اور اِس دَوران میں کسی بہائی کو قیدخانہ سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ صِرف چار اشخاص چوکیداروں کی زیرِ دست حراست میں روزانہ کی ضروریات کی چیزیں خریدنے بازار جایا کرتے تھے۔

قشلہ یعنی فوجی بارکیں جہاں حضرت بہاء اللہ قید تھے شہر کے باہر تھیں اور آپ کی قید کے زمانہ میں کسی کو وہاں جانے اور حضرت بہاء اللہ سے ملاقات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ایران کے بہت سے بہائی اپنے محبوب کے دیدار کا شرف حاصل کرنے کے لئے پیدل ایران سے عکّاء پہنچتے تھے مگر انھیں فصیل کے باہر ہی روک دیا جاتا تھا۔ وہ ایک

[1] شہیدوں میں سے دو کے کفن دفن کے اخراجات کو پورا کرنے کیلئے حضرت بہاء اللہ نے اپنا غالیچہ بیچنے کیلئے دیا۔ مگر سپاہیوں نے روپیہ تو اپنی جیبوں میں رکھا اور اُن دونوں لاشوں کو کسی گڑھے میں پھینک آئے۔ ایرانی مورخ۔

میدان میں جاتے جو تیسری خندق کے قریب تھا۔ اور جہاں سے حضرت بہاء اللہ کی کوٹھڑی کی کھڑکیاں نظر آتی تھیں۔ حضرت بہاء اللہ کھڑکی میں آکر انھیں اپنا جمال دکھاتے اور وہ رو رو کر اس جمالِ جہاں آرا کو دیکھتے اور نئے شوق و جذب سے بھر کر خدمت و شہادت کے لئے واپس لوٹتے۔

سختی میں کمی

آخر کار قید کی شدّت کم ہوئی۔ افواج عثمانی کی نقل و حرکت کے سبب بارکیں فوجی ضروریات کے لئے خالی کرائی گئیں۔ حضرت بہاء اللہ مع اپنے اہلبیت کے ایک گھر میں چلے گئے اور احباب کو شہر میں ایک سرائے میں جگہ مل گئی۔ آنحضرت سات برس تک اس گھر میں نظر بند رہے ایک چھوٹے سے کمرے میں گھر کے تیرہ آدمی مرد اور عورتیں مل کر رہتے تھے۔ پہلے پہل جگہ کی قلت کی وجہ سے آپ نے اور آپ کے اہلبیت نے بہت تکلیف اٹھائی آپ کو رہنے کے لئے صرف چار چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں دی گئیں۔ خوراک بھی کافی نہ تھی اور آرام کا سامان بھی نہ تھا۔ کچھ مدت کے بعد کچھ کمرے آپ کو اور دیئے گئے جہاں ایک گونہ راحت کے ساتھ آپ رہنے لگے۔ بارکوں سے باہر آنے کے بعد زائرین کو آپ سے ملنے میں کوئی روک نہ تھی اور آہستہ آہستہ شاہی فرمان کے ذریعے جو رکاوٹیں آپ پر عائد کی گئی تھیں کم ہوتی گئیں اگرچہ کبھی کبھی انھیں پھر ویسی ہی شدت سے جاری کر دیا جاتا تھا۔

دروازہ سجن کا کھلنا

قید کے سخت ترین ایام میں بھی بہائی کبھی مایوس نہ ہوئے تھے اور ان کے مضبوط اعتقاد میں کبھی جنبش نہ ہوئی۔ بارکوں میں سختی قید کے زمانہ میں حضرت بہاء اللہ نے اپنے احباب کو لکھا تھا کہ خوف نہ کرو۔ یہ دروازے کھل جائینگے۔ میرا خیمہ کوہ کرمل پر نصب ہوگا اور سب کو نہایت مسرت حاصل ہوگی۔

یہ پیشگوئی احباب کے اطمینان کا بڑا سبب ہوئی اور آخرکار لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ دروازہ سجن کے کھلنے کا حال ہم حضرت عبدالبہاء کے الفاظ میں جن کو اُن کے نواسے حضرت شوقی افندی نے ترجمہ کیا ہے، لکھتے ہیں :-

حضرت بہاءاللہ سبزہ اور مناظر دیہات کو بہت پسند فرماتے تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا سات برس ہوئے میں نے سبزہ نہیں دیکھا۔ مضافات، روح کی دنیا ہیں اور شہر جسم کا جہان ہیں" جب میں نے یہ سُنا تو میں سمجھ گیا کہ آپ شہر سے باہر رہنا چاہتے ہیں اور مجھے یہ یقین تھا کہ آپ کی مرضی کے پورا کرنے کے لئے جو کچھ میں کرونگا اُس میں کامیاب ہونگا۔ عکاء میں اس وقت ایک شخص تھا جس کا نام محمد پاشا صفوت تھا۔ اس شخص کا ایک محل تھا جسے مزرع کہتے تھے اور جو شہر کے شمال کی جانب چار میل پر تھا۔ اس محل کے اِدگرد باغ تھے اور ایک نہر اس کے پاس سے گذرتی تھی۔ یہ شخص ہمارا سخت مخالف تھا۔ میں نے اِس شخص کے گھر پر جاکر اس سے ملاقات کی اور کہا پاشا آپ نے محل کو خالی چھوڑ رکھا ہے اور شہر میں رہتے ہو۔ اس نے کہا میں بیمار اور مفلوج ہوں۔ شہر کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اگر میں وہاں جاتا ہوں تو تنہا رہنا ہوتا ہے اور میرے دوست مجھ سے مل نہیں سکتے۔ میں نے کہا جب آپ وہاں نہیں رہتے اور اُسے خالی چھوڑ رکھا ہے تو اُسے ہمیں ہی کرایہ پر دے دو۔ پہلے تو وہ اس پر متعجب ہوا۔ مگر پھر فوراً ہی راضی ہو گیا۔ میں نے بہت ہی کم کرایہ پر یہ محل اُن سے پانچ سال کے لئے لے لیا۔ اور ۷۵ روپیہ سالانہ کے حساب سے اُسے پانچ برس کا کرایہ بھی پیشگی دے دیا۔ میں نے قلیوں کو بھیج کر جگہ کی مرمت کرائی۔ باغوں کو درست کرایا اور ایک حمام وہاں بنوایا۔ میں نے جمال مبارک[1] کے لئے

---

[1] جمال مبارک حضرت بہاءاللہ کا ایک خطاب ہے جو احباب اُن سے منسوب کیا کرتے ہیں۔

ایک گاڑی بھی بنوائی۔ ایک دن میں نے خود جا کر جگہ کو دیکھنا چاہا۔ اگرچہ نئے دربی فرمان جاری ہو چکے تھے کہ ہمیں فصیل سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ لیکن میں بے کھٹکے دروازۂ شہر سے باہر چلا گیا۔ سپاہی پہرے پر کھڑے تھے مگر وہ مزاحم نہ ہوئے۔ اور میں سیدھا اِس محل کے دیکھنے کے لئے چلا گیا۔ دوسرے دن میں چند احباب اور افسروں کے ساتھ پھر دروازۂ شہر کے باہر گیا اور کسی نے مزاحمت نہ کی۔ حالانکہ سنتری اور سپاہی دروازہ کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ اسی طرح ایک اور دن میں نے بہجی کے درختہائے صنوبر کے نیچے شہر کے امرا کی دعوت کی اور شام کو ہم بلا کسی مزاحمت کے شہر کو واپس آ گئے۔

ایک دن میں جمالِ مبارک کے حضور میں گیا اور عرض کی مزرع کا محل آپ کے لئے تیار ہے اور وہاں جانے کے لئے گاڑی بھی حاضر ہے۔ اُس وقت عکّا اور حیفا میں گاڑیاں نہ تھیں۔ حضرت بہاء اللہ نے جانے سے انکار کیا اور کہا "میں تو قیدی ہوں" میں نے ایک دن پھر عرض کی۔ مگر آپ نے وہی جواب دیا۔ میں نے جرأت کر کے ایک دن تیسری مرتبہ پھر پوچھا مگر آپ نے فرمایا نہیں۔ اس کے بعد پھر عرض کرنے کی میں جرأت نہ کر سکا۔

اُس وقت عکّاء میں ایک شخص محمد شیخ نام تھا جو بہت ہی بارسوخ تھا۔ یہ شخص آپ سے بہت محبت اور عقیدت رکھتا تھا۔ اور آپ بھی اُس پر بہت عنایت فرمایا کرتے تھے۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ آپ بہت جری ہیں۔ آج رات کو آپ حضور میں جائیں اور گھٹنوں پر گر کر دونوں ہاتھ پکڑ کر اُس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک آپ حضرت جمال مبارک سے شہر چھوڑنے کا وعدہ نہ لے لیں۔ یہ شخص عرب تھا۔ یہ سیدھا حضرت بہاء اللہ کے پاس گیا اور آپ کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ اُس نے جمالِ مبارک کے ہاتھ

پکڑ کر چومے اور کہا آپ شہر کو کیوں نہیں چھوڑتے ؟ آپ نے جواب دیا میں قیدی ہوں ! شیخ نے عرض کیا خدا نہ کرے کس کی طاقت ہے کہ آپ کو قید کرے۔ آپ نے تو خود اپنے آپ کو قید میں رکھا ہے۔ یہ تو خود آپ کی مشیت تھی کہ آپ قید ہوں۔ اب میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ باہر تشریف لائیں اور محل کو چلیں۔ یہ نہایت خوبصورت اور سرسبز ہے۔ درخت نہایت پیارے اور نارنگیاں آگ کے گیندوں کی طرح ہیں۔

جتنی دفعہ جمالِ مبارک فرماتے تھے کہ "میں قیدی ہوں یہ نہیں ہو سکتا" اتنی ہی دفعہ شیخ آپ کے ہاتھ پکڑ کر چومتا رہا۔ کامل ایک گھنٹہ تک وہ اسی طرح عرض کرتا رہا۔ آخر کار حضرت بہاء اللہ نے فرمایا "خیلے خوب" (بہت اچھا) اور شیخ کا صبر اور اصرار پھل لایا۔ وہ خوشی سے اچھلتا ہوا میرے پاس آیا اور حضرت بہاء اللہ کی رضامندی کی خوشخبری مجھے دی۔ اگرچہ سلطان عبدالعزیز کے سخت فرمان کے بموجب مجھے جمالِ مبارک سے ملنے کی سخت ممانعت تھی۔ لیکن میں گاڑی لیکر دوسرے دن درِ مبارک پہ حاضر ہوا۔ اور آپ کو اپنے ساتھ محل کی طرف لے گیا۔ اور کوئی ہمارا مزاحم نہ ہوا۔ میں آپ کو وہاں چھوڑ کر خود شہر کو آگیا۔

آپ دو سال تک اس خوبصورت اور پیاری جگہ رہے۔ تب یہ فیصلہ ہوا کہ آپ بہجی میں تشریف لے جائیں۔ اُس وقت یہ اتفاق ہوا کہ بہجی میں ایک وبا نمودار ہوئی اور گھر کا مالک خوف و ہراس سے اپنے خاندان سمیت گھر چھوڑ کر بھاگنا چاہتا تھا اور گھر کسی کو بغیر کرایہ ہی دینا چاہتا تھا۔ ہم نے گھر کو بہت کم کرایہ پہ لے لیا۔ اور وہاں حقیقی جاہ و جلال کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اب حضرت بہاء اللہ صرف برائے نام قید تھے۔ کیونکہ سلطان عبدالعزیز

ایک گاڑی بھی بنوائی۔ ایک دن میں نے خود جا کر جگہ کو دیکھنا چاہا۔ اگرچہ پے در پے فرمان جاری ہو چکے تھے کہ ہمیں فصیل سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ لیکن میں بے کھٹکے دروازۂ شہر سے باہر چلا گیا۔ سپاہی پہرے پر کھڑے تھے مگر وہ مزاحم نہ ہوئے اور میں سیدھا اس محل کے دیکھنے کے لئے چلا گیا۔ دوسرے دن میں چند احباب اور افسروں کے ساتھ پھر دروازۂ شہر کے باہر گیا اور کسی نے مزاحمت نہ کی۔ حالانکہ سنتری اور سپاہی دروازہ کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ اسی طرح ایک اور دن میں نے بہجی میں درختہائے صنوبر کے نیچے شہر کے امرا کی دعوت کی اور شام کو ہم بلا کسی مزاحمت کے شہر کو واپس آ گئے۔

ایک دن میں جمال مبارک کے حضور میں گیا اور عرض کی مزرع کا محل آپ کے لئے تیار ہے اور وہاں جانے کے لئے گاڑی بھی حاضر ہے۔ اس وقت عکا اور حیفا میں گاڑیاں نہ تھیں۔ حضرت بہاء اللہ نے جانے سے انکار کیا اور کہا "میں تو قیدی ہوں" میں نے ایک دن پھر عرض کی۔ مگر آپ نے وہی جواب دیا۔ میں نے جرأت کر کے ایک دن تیسری مرتبہ پھر پوچھا مگر آپ نے فرمایا نہیں۔ اس کے بعد پھر عرض کرنے کی میں جرأت نہ کر سکا۔

اس وقت عکا میں ایک شخص محمد شیخ نام تھا جو بہت ہی بارسوخ تھا۔ یہ شخص آپ سے بہت محبت اور عقیدت رکھتا تھا۔ اور آپ بھی اس پر بہت عنایت فرمایا کرتے تھے۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ آپ بہت جری ہیں۔ آج رات کو آپ حضور میں جائیں اور گھٹنوں پر گر کر دونوں ہاتھ پکڑ کر اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک آپ حضرت جمال مبارک سے شہر چھوڑنے کا وعدہ نہ لے لیں۔ یہ شخص عرب تھا۔ یہ سیدھا حضرت بہاء اللہ کے پاس گیا اور آپ کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ اس نے جمالِ مبارک کے ہاتھ

پکڑ کر چومے اور کہا آپ شہر کو کیوں نہیں چھوڑتے؟ آپ نے جواب دیا میں قیدی ہوں! شیخ نے عرض کیا خدا نہ کرے کس کی طاقت ہے کہ آپ کو قید کرے۔ آپ نے تو خود اپنے آپ کو قید میں رکھا ہے۔ یہ تو خود آپ کی مشیت تھی کہ آپ قید ہوں۔ اب میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ باہر تشریف لائیں اور محل کو چلیں۔ یہ نہایت خوبصورت اور سرسبز ہے۔ درخت نہایت پیارے اور نارنگیاں آگ کے گیندوں کی طرح ہیں۔

جتنی دفعہ جمالِ مبارک فرماتے تھے کہ "میں قیدی ہوں یہ نہیں ہو سکتا" اتنی ہی دفعہ شیخ آپ کے ہاتھ پکڑ کر چومتا رہا۔ کامل ایک گھنٹہ تک وہ اسی طرح عرض کرتا رہا۔ آخر کار حضرت بہاء اللہ نے فرمایا "خیلے خوب" (بہت اچھا) اور شیخ کا صبر اور اصرار پھل لایا۔ وہ خوشی سے اچھلتا ہوا میرے پاس آیا اور حضرت بہاء اللہ کی رضامندی کی خوشخبری مجھے دی۔ اگرچہ سلطان عبدالعزیز کے سخت فرمان کے بموجب مجھے جمالِ مبارک سے ملنے کی سخت ممانعت تھی۔ لیکن میں گاڑی لیکر دوسرے دن درِ مبارک پر حاضر ہوا۔ اور آپ کو اپنے ساتھ محل کی طرف لے گیا۔ اور کوئی ہمارا مزاحم نہ ہوا۔ میں آپ کو وہاں چھوڑ کر خود شہر کو آگیا۔

آپ دو سال تک اس خوبصورت اور پیاری جگہ رہے۔ تب یہ فیصلہ ہوا کہ آپ باہجی میں تشریف لے جائیں۔ اُس وقت یہ اتفاق ہوا کہ باہجی میں ایک وبا نمودار ہوئی اور گھر کا مالک خوف و ہراس سے اپنے خاندان سمیت گھر چھوڑ کر بھاگنا چاہتا تھا اور گھر کسی کو بغیر کرایہ ہی دینا چاہتا تھا۔ ہم نے گھر کو بہت کم کرایہ پر لے لیا۔ اور وہاں حقیقی جاہ و جلال کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اب حضرت بہاء اللہ صرف برائے نام قید تھے۔ کیونکہ سلطان عبدالعزیز

کے احکام جو آپ کی اسیری اور نظربندی کے متعلق جاری ہوئے تھے وہ نہ اب منسوخ ہوئے تھے اور نہ کبھی منسوخ کیے گئے۔ لیکن آپ کے طرز زندگی اور حسن سلوک سے ایسی شانِ شرافت اور دبدبہ نمایاں تھا کہ سب کے دل میں آپ کی عزت اور آپ سے حسن عقیدت پیدا ہو گئی۔ فلسطین کا گورنر تک بھی آپ کے اثر اور ہمہ گیر اقتدار کو دیکھکر آپ پر رشک کرتا تھا۔ گورنر متصرف اور جنرل آپ سے ملنے کے متمنی رہتے اور بڑی عاجزی سے درخواستیں کرتے۔ لیکن ایسی درخواستیں بہت کم منظور ہوتی تھیں۔

چنانچہ ایک دفعہ شہر کے افسرِ اعلیٰ نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ میں حکامِ بالا کے حکم کے بموجب ایک یوروپین جنرل کو آپ کی خدمت میں تعارف کے لئے لانا چاہتا ہوں۔ اس کی درخواست منظور ہوئی۔ یہ جنرل جو ایک گرانڈیل یوروپین تھا جب حضور میں باریاب ہوا تو آپ کے جلال سے ایسا متاثر ہوا کہ دروازہ کے پاس ہی گھٹنوں کے بل جھک گیا اور یہ آدمی دونوں ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے۔ آپ نے نرغولی (حقہ) پینے کے لئے فرمایا۔ لیکن آپ کے رعب و جلال سے اُن کو نرغولی پینے کی ہمت نہ ہوئی اور جب آپ نے کئی مرتبہ اصرار کیا تو انھوں نے اس کو صرف لبوں تک لاکر رکھ دیا اور دست بستہ ایسے عجز و احترام سے بیٹھے رہے کہ دیکھنے والے متعجب تھے۔

آپ کے احباب آپ سے مخلصانہ اور دلی محبت رکھتے تھے۔ اُمراء و افسرانِ حکومت آپ کی بڑی تعظیم اور بے مثال عزت کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں زائرین و سالکینِ راہ ہدایت کی ایک جماعتِ کثیر حاضر رہتی تھی۔ اور آپ کی پُر جلال طلعتِ مبارک کے گرد جو لوگ تھے وہ آپ سے گہری عقیدت رکھتے اور پُر خلوص خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔ اور آپ جو ارادہ کرتے تھے وہ یقیناً پورا ہو کر رہتا تھا۔ اطراف و اکناف میں آپ کے پرجوش پرستار بکثرت موجود تھے۔

یہ سب کے سب اُمور اس بات کے شاہد ہیں کہ حضرت بہاؔاللہ درحقیقت قیدی نہ تھے بلکہ بادشاہوں کے بادشاہ تھے۔

دو خود مختار بادشاہ آپ کے خلاف تھے۔ دو مستبد طاقتور سلطنتیں آپ کے کچلنے کے لئے کوشاں تھیں۔ مگر اُن کی قید میں ہوتے ہوئے بھی آپ نے انھیں اپنی الواح میں ایسے پُرزور الفاظ سے خطاب کیا جیسے کوئی بادشاہ اپنی رعایا سے خطاب کرتا ہو۔ پھر سخت فرامینِ سلطانی کے باوجود آپ بہجی میں ایک بادشاہ کی طرح رہتے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے "بیشک بے شبہ نہایت بدترین قیدخانہ بہشتِ عدن بنا دیا گیا ہے۔ یقیناً ایسی بات ابتدائے آفرینش سے آجتک دیکھنے میں نہیں آئی۔"

ایامِ بہجی

سختی اور مصائب کے ایام میں آپ نے یہ دکھا دیا کہ انسان فقر و فاقہ اور ذلت میں کس طرح خدا کا جلال دکھا سکتا ہے اور ایامِ بہجی میں یہ دکھا دیا کہ انسان عزت و ثروت کی حالت میں بھی اسی خداوندی جلال کو کیونکر ظاہر کر سکتا ہے۔ کیونکہ آپ کے لاکھوں معتقدین بڑی رقمیں بسلسلۂ پیشکش آپ کے اختیار میں دیتے تھے کہ آپ اُن کو اپنے انتظام سے صرف کریں۔ اور اگرچہ یہ کہا گیا ہے کہ آپ کی بہجی کی زندگی سراسر شاہانہ زندگی تھی۔ لیکن اس شہنشاہی کے معنی اعلیٰ و ارفع شہنشاہی حقیقی ہے۔ اور اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس شاہی کی خصوصیات میں دنیاوی اور مادی نمائش اور فضول خرچیوں کو بھی کوئی دخل تھا۔ آپکی ذاتِ اقدس و اکمل اور آپ کا تمام کنبہ نہایت سادہ اور کم خرچ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور نفسانی تعیشات کے اخراجات کا اس گھر میں نام کو بھی نشان نہ تھا۔ البتہ تبلیغِ امر اور اعانتِ غرباء کا عالی شان فیضان جاری تھا۔ خلاصہ یہ کہ فقر میں شاہانہ جلال اور شاہانہ جلال میں فقر اور بے نیازی کا حسن و کمال دائم و قائم و بے زوال رہا۔

آپ کے گھر کے نزدیک احباب نے ایک نہایت خوبصورت باغ لگایا جس کا نام انھوں نے رضوان رکھا۔ اس باغ میں آپ کئی کئی دن تشریف رکھتے۔ رات کو ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں جو اسی باغ میں بنی ہوئی تھی راحت فرماتے۔ بعض اوقات آپ سبزہ زار میدان میں دور تک نکل جاتے۔ عکاء اور حیفا بھی جاتے اور آپ نے کوہ کرمل پر کئی دفعہ خیمہ بھی نصب کیا اور اس طرح آپ کی وہ پیشینگوئی بھی پوری ہوئی جو ایام سجن میں آپ نے فرمائی تھی۔ آپ کا وقت زیادہ تر ذکر وعبادت اور دعاء و مناجات۔ کتب مقدسہ اور الواح کے نزول اور احباب کی اخلاقی و روحانی تعلیم و تربیت میں گذرتا۔ اس عظیم کام میں رکاوٹوں کے دور کرنے کے لئے دوسرے سب کام حضرت عبدالبہاء نے اپنے ہاتھ میں لئے تھے۔ عالموں اور شاعروں اور حکومت کے افسروں سے آپ ہی ملاقات کرتے جو ہمیشہ آپ کے بیانات سے مطمئن ہو کر جاتے اور آپ کی ملاقات سے خوش ہوتے اور صرف آپ ہی سے مل کر آپکے والد ماجد کے مقام کو سمجھ جاتے اور ان کے دلدادہ ہو جاتے تھے۔

مشہور و معروف مستشرق کیمبرج یونیورسٹی کے مرحوم پروفیسر براؤن جنھوں نے سنہ ۱۸۹۰ء میں بمقام بہجی حضرت بہاء اللہ سے ملاقات کی، اپنی ملاقات کی روداد اس طرح بیان کرتے ہیں کہ :-

"میرا رہنما ایک پردہ کے قریب تھوڑی دیر ٹھہرا۔ یہانتک کہ میں نے اپنے بوٹ اُتار لئے۔ اس کے بعد میں پردہ اُٹھا کر ایک وسیع کمرہ میں داخل ہوا۔ میرے سامنے کمرہ کے اوپر کے حصہ میں ایک مسند تھا اور دروازے کے مقابل دو یا تین کرسیاں رکھی تھیں۔ مجھے کچھ یوں ہی سا خیال تھا کہ میں کہاں لے جایا جا رہا ہوں۔ اور کس سے ملاقات کرنے والا ہوں (کیونکہ مجھے یہ نہ بتایا گیا تھا کہ میرا رہنما مجھے کہاں لے جائے گا۔)

دو یا تین سکنڈ گذرے ہونگے کہ رعب اور تعجب سے میرا دل دھڑکنے لگا
کیونکہ کمرہ خالی نہ تھا۔ کمرہ کے ایک گوشہ میں مسند پر میں نے ایک صاحبِ وقار
اور محترم بزرگ کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ایک ٹوپی جو درویشوں کے تاج کی طرح تھی۔
بلکہ اس سے ذرا اونچی آپکے سر پہ تھی۔ اور اس تاج کے گرد ایک سفید چھوٹا سا
عمامہ لپٹا ہوا تھا۔ اس وقت میری نظر جس چہرہ پہ پڑ رہی تھی اسے میں کبھی
بھول نہیں سکتا۔ اگرچہ اس کا بیان کرنا میری قوت سے باہر ہے چمکتی ہوئی آنکھیں جو
انسان کی روح تک کو دیکھتی معلوم ہوتی تھیں۔ کشادہ پیشانی جس سے جاہ و جلال
چمکتا تھا۔ پیشانی اور چہرے کی جھریاں جس عمر کا اظہار کر رہی تھیں، آپ کے سیاہ
بال اور سیاہ داڑھی جو قریباً کمر تک پہنچی تھی، اس کی تردید کر رہے تھے۔ اس
بات کے بتلانے کی ضرورت نہیں کہ میں کس کے حضور میں کھڑا تھا۔ تقدیم مراسم تعظیم
کے لئے میں ان کے سامنے جھک گیا جس کی ایسی محبت اور پرستش کی جاتی ہے جس کا
بادشاہ رشک کریں۔ اور جس کے لئے شاہنشاہ بے فائدہ آہیں بھریں۔

ایک ملائم مگر پر رعب آواز نے مجھے "بیٹھے" کا ارشاد فرمایا اور کہا الحمد للہ
کہ تم فائز ہوئے۔ تم ایک قیدی اور جلاوطن سے ملنے کے لئے آئے ہو۔ ہم بجز
صلاحِ عالم و فلاحِ امم کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ مگر لوگ ہم سے ان مفسدین کا سا
سلوک کرتے ہیں جو قید و جلاوطنی کے مستحق ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام قومیں
ایک دین کی پابند ہو جائیں۔ تمام انسان بھائی بھائی بن جائیں۔ انسانوں میں محبت
واتحاد کے رشتے مضبوط ہو جائیں۔ مذہبی اختلافات اور قومی جھگڑے ان کے درمیان
سے اٹھ جائیں۔ ان باتوں میں کیا عیب ہے؟ ہاں اسی طرح ہو کر رہیگا۔ یہ بے ثمر
جھگڑے اور تباہ کن جنگیں برطرف ہو جائیں گی۔ اور ان کے بجائے صلح اکبر
قائم ہو گی۔ کیا تم بھی یورپ میں اس کے محتاج نہیں ہو؟ کیا یہی وہ بات نہیں

جس کی حضرت مسیح نے خبر دی تھی؟

تمہارے بادشاہ اور حکام، اموال و خزائن کو بجائے اصلاح بلاد اور آسائشِ عباد میں خرچ کرنے کے نوعِ بشر کی تخریب میں صرف کر رہے ہیں۔ یہ جھگڑے، یہ لڑائیاں۔ یہ خونریزیاں اور اختلاف اب ختم ہو جانے چاہئیں۔ تمام لوگ ایک خاندان کی طرح مل کر زندگی بسر کریں۔ کسی شخص کو اس بات کا فخر نہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنے وطن کو پیار کرتا ہے بلکہ یہ بات فخر کے لائق ہے کہ وہ تمام نوعِ بشر کو پیار کرتا ہے۔"

جس قدر میں یاد رکھ سکا یہ اور ایسے ہی اور کلام میں نے بہاء اللہ سے سُنے۔ وہ جو اِن الفاظ کو پڑھتے ہیں سوچیں کہ آیا اس قسم کے اعتقادات موت و قید کے مستحق ہیں؟ کیا ان کے انتشار سے دنیا کو فائدہ ہوگا یا نقصان؟

(ضمیمہ ترجمہ انگریزی مقالہ سیاح ص ۳۹)

صعود

اس سادگی اور سنجیدگی سے حضرت بہاء اللہ نے اپنی زندگی کے آخری دن گذارے اور ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء کو ۷۵ سال کی عمر میں بخار سے بیمار رہ کر صعود فرمایا۔ آپ کی آخری لوح کتاب عہدی تھی جس میں آپ نے اپنی وصیت اپنی قلم مبارک سے لکھی۔ اور اسے اپنے دستخط او مہر سے مزین فرمایا۔ آپ کے صعود کے نو دن بعد آپ کے فرزند اعظم نے چند احباب اور سب اہلبیت کے سامنے اس کی مہروں کو توڑا۔ اور لوح پڑھی گئی۔ اس وصیت میں آپ نے حضرت عبدالبہاء کو اپنا جانشین اور اپنی تعالیم کا مفسر مقرر فرمایا۔ اور تمام اہلبیت و احباب کو عبدالبہاء کی طرف توجہ کرنے اور آپ کے حکموں کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کی ہدایت کی۔ اس وصیت سے آپ کو فرقہ بازی اور اختلاف کی بیخکنی اور امر میں اتفاق و اتحاد منظور تھا

بہاءاللہ کا مقام

بہاءاللہ کے مقام کا صحیح طور پر سمجھنا ایک اہم مسئلہ ہے آپ کے کلمات دوسرے مظاہر الٰہی کے کلمات کی طرح دو قسموں میں منقسم کئے جا سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جن میں آپ ایک ایسے انسان کی طرح کلام فرماتے ہیں جو خدا کی طرف سے اپنے بنی نوع کو پیغام دینے کے لئے آیا ہے دوسرے وہ کلمات جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ خود خدا بول رہا ہے۔ کتاب ایقان میں آپ فرماتے ہیں :-

"اِن مشارقِ الٰہیہ سے طلوع ہونے والے شموس کے دو مقام ہم نے پہلے بیان کئے ہیں۔ ایک مقام توحید اور رتبۂ تفرید چنانچہ پہلے ذکر ہوا لا نفرق بین احدٍ منھم ہم اُن میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے (سورۃ البقر)

دوسرا مقام، مقامِ تفصیل و عالمِ خلق و رتبہ حدودات بشریہ ہے۔ اس مقام میں ہر ایک کے لئے ایک ہیکل مقرر، ایک امر معین، ایک ظہور مقدر اور ایک حد مخصوص ہے۔ چنانچہ ہر ایک، ایک اسم سے موسوم اور ایک صفت سے موصوف تھا ہر ایک، ایک نئے امر اور نئی شرع پر مامور تھا۔ جیسا کہ فرمایا ہے تلک الرّسل فضّلنا بعضھم علیٰ بعض منھم من کلّم اللہ و رفع بعضھم درجات و اٰتینا عیسی ابن مریم البیّنات و ایّدناہ بروح القدس (سورۃ البقر)

یہ رسول ہیں۔ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض کے ساتھ خدا نے کلام کیا اور بعض کے درجات کو بلند کیا۔ اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی تائید فرمائی۔

مقامِ توحید اور علوِّ تجرید میں ربوبیت و الوہیت۔ خالص احدیت اور مطلق ہویت اِن جواہر وجود پر اطلاق کی جاتی ہے۔ کیونکہ سب ظہور اللہ کے عرش پر متمکن ہیں۔ اور بطون اللہ کی کرسی پر جالس ہیں۔ یعنی خدا کا ظہور انکے

ظہور سے عیاں اور خدا کا جمال ان کے جمال سے نمایاں ہوتا ہے۔ چنانچہ خود خدا کا کلام اِن ہی مظاہرِ الٰہی کے منہ سے سُنا گیا ہے۔

دوسرے مقام میں جو دُنیوی تفصیل و تمیز۔ تحدید و اشارات و کنایات کا مقام ہے سراسر عبودیت، خالص فقر اور پوری پوری فنا اُن سے ظاہر ہوتی ہے جیسا فرمایا ہے انی عبد اللہ وما انا الا بشرٌ مثلکم (بیشک میں خدا کا بندہ ہوں اور بیشک میں تم جیسا ہی ایک بشر ہوں)

اگر مظاہرِ جامعہ سے یہ سُنا جاتے انی انا اللہ (بیشک میں خدا ہوں) بالکل سچ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اُن کے ظہور و صفات و اسماء سے خدا کا ظہور، خدا کا اسم اور خدا کی صفات دنیا میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اسی لئے فرمایا ہے ومارمیت اذ رمیت ولکنّ اللہ رمیٰ (سورۃ الانفال) تو نے نہیں پھینکی تھی مُٹھی سنگریزوں کی جب پھینکی تھی۔ لیکن اللہ نے پھینکی تھی) اور اسی طرح ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (سورۃ الفتح) (بیشک وہ لوگ جو تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں) اور اگر انی رسول اللہ (میں خدا کا رسول ہوں) کہیں تو یہ بھی صحیح ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ (سورۃ الاحزاب) (محمد تم مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں۔ لیکن خدا کا رسول ہے) اس مقام کی رو سے اگر دیکھا جائے تو سب اُس سلطانِ حقیقی و کینونتِ ازلی کے رسول ہیں۔ اور اگر سب انا خاتم النبیین (میں خاتم النبیین ہوں) کی ندا کریں تو بھی سچ ہے اور شبہ کو اس میں راہ نہیں۔ کیونکہ سب ایک ہی ذات، ایک ہی نفس، ایک ہی روح، ایک ہی جسم اور ایک ہی امر کا حکم رکھتے ہیں اور اُس حقیقی روح الارواح اور ازلی جوہر الجواہر کی بدئیت و ختمیت۔ اوّلیت و آخریت اور ظاہریت و باطنیت

کے ظاہر کرنے والے ہوتے ہیں اور اگر سب فرمائیں نحن عباد اللہ (ہم
خدا کے بندے ہیں) تو یہ بھی ثابت و ظاہر ہے۔ کیونکہ وہ حد درجہ کے رتبۂ
عبودیت میں ظاہر ہوئے ہیں۔ کسی میں یہ طاقت نہیں کہ ویسی عبودیت سے
دنیا میں ظاہر ہو۔ اسی لئے قدسِ صمدانی کے سمندروں میں استغراق کی حالت
میں اور اُس سلطانِ حقیقی کے اسرار کی بلند چوٹیوں پہ پرواز کے وقت انھوں
نے اپنی آواز کو خدا کی آواز اور اپنی نداء کو خدا کی نداء کہا ہے اور اِس جگہ
ربوبیت و الوہیت اُن سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ٹھیک طور سے دیکھا جائے تو
اِس رتبہ میں بھی وہ خود کو اُس ہستیِ مطلق و بقائے صِرف کے مقابل حد درجہ کی
نیستی و فنا میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ گویا اپنے آپ کو بالکل ہی معدوم جانتے ہیں
اور اُس بارگاہ میں اپنے ذکر کو شرک سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اُس بارگاہ میں ذرا سا
ذکر بھی ہستی و وجود کی دلیل ہے، اور پہنچے ہوؤں کے نزدیک یہ سراسر خطا ہے
پھر بھلا غیر کا ذکر کیسے ہو۔ یا قلب و زبان، دل و جان ذکر جانان کے سوا کسی اور
ذکر میں مشغول ہوں یا آنکھ اُس کے حُسن کے سوا کسی اور کے حُسن کو دیکھے یا کان
اُس کے نغمہ کے سوا کسی اور کا نغمہ سنیں یا قدم اُس کی راہ کی بجائے کسی اور کی
راہ میں چلیں۔

آج خدا کی نسیم چل رہی ہے اور روحِ الٰہی نے سب کائنات کو
گھیر لیا ہے۔ اُس کا فضل اتنا فراواں ہے کہ قلم حرکت کرنے سے رک گیا ہے
اور زبان بیان کرنے سے بند ہو گئی ہے۔

مختصراً اس درجہ میں انھوں نے خدا کی آواز وغیرہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے
اور درجۂ رسالت میں اظہارِ رسالت کیا۔ اور اپنے آپ کو خدا کا سوا کہا ہے
اسی طرح ہر درجہ میں اس کی ضرورت کے مطابق ذکر فرمایا ہے اور ہر ذکر کو اپنے سے

منسوب کیا ہے۔ یعنی عالمِ امر سے لیکر عالمِ خلق تک اور عوالمِ ربوبیت سے لیکر عوالمِ ملک تک۔ پس جو کچھ وہ فرماتے ہیں اور الوہیت و ربوبیت، نبوت و رسالت و ولایت و امامت و عبودیت کا ذکر کرتے ہیں وہ بلا شک و شبہ سچ ہے۔ پس ان بیانات پر جو ہم نے اپنی دلیل کے ثبوت میں درج کئے ہیں غور کرنا لازم ہے تاکہ پھر کوئی ان مظاہرِ غیبی و مطالعِ قدسی کے مختلف اقوال سے بے چین اور حیران نہ ہو۔" (ترجمہ از کتاب ایقان فارسی اُردو صفحہ ۲۲۳ و ۲۲۵ و ۲۲۷)

حضرت بہاء اللہ جب مقامِ بشریت سے کلام فرماتے ہیں تو اپنے لئے کامل عجز اور فنا فی اللہ کے مقام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ عالمِ بشریت میں ظہور کو دوسرے لوگوں سے جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ اس کا پورا پورا ایثار اور اس کی طاقتوں کی کاملیت ہے۔ سب حالتوں میں وہ یہ کہنے پر قادر ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح نے باغ گتسمنی میں کہا تھا "تو بھی میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو" پس اسی طرح

لوح السلطان میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں :۔

"اے بادشاہ! میں بھی خدا تعالیٰ کے معمولی بندوں کی طرح اس کا ایک بندہ تھا اور راحت کے بستر پر آرام سے سویا ہوا تھا کہ یکایک خدا کی نسیم لطف مجھ پر ہو کر گذری۔ اور جو کچھ ابتدائے آفرینش سے ابتک ظہور میں آیا اس کا علم اس نے مجھے علم دیا۔ یہ بات میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اسی غالب باخبر کی طرف سے ہے اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں دنیا میں اس کے نام کی منادی کروں۔ اس حکم کی بجا آوری میں مجھے وہ وہ مصیبتیں جھیلنی پڑی ہیں کہ انھیں دیکھ کر عارفوں کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ میں نے نہ وہ علوم پڑھے ہیں جو لوگوں میں مروج ہیں اور نہ میں کبھی کسی مدرسہ میں داخل ہوا۔ جس شہر میں میرا مقام تھا آپ وہاں کے

باشندوں سے دریافت کرلیجئے آپ کو ثابت ہو جائیگا کہ میں ہرگز جھوٹا نہیں ہوں۔ یہ ایک پتّا ہے جس کو تیرے اسی پروردگار کی ہوائے مشیّت نے حرکت دی ہے جو سب پر غالب اور ہر طرح قابل تعریف ہے۔ کیا تیز اور تند ہواؤں کے جھونکوں کے سامنے ایک پتّا کبھی ٹھہر سکتا ہے؟ اسماء و صفات کے مالک کی قسم ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ہوائیں جس طرف اور جس طرح چاہیں گی اُسے اُڑا لئے پھریں گی۔ قدیم کے سامنے حادث کا وجود نہیں۔ اُس کا حکم آیا جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا اور اُسی نے مجھے کل جہانوں میں اپنے ذکر کے ساتھ گویا کیا۔ میں اُس کے حکم کے آگے بے اختیار ہوں۔ تیرا پروردگار جو نہایت مہربان، رحم والا ہے اسی کے ارادہ کے ہاتھ نے مجھے جدھر چاہا پھیر دیا۔ کیا کسی شخص کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی طرف سے ایسی باتیں اپنی زبان سے نکالے جن کو سُنتے ہی تمام اعلیٰ و ادنیٰ بندے اُس پر اعتراضوں کی بوچھاڑ کرنے لگیں اور ہر ایک اُس کی مزاحمت کرے؟ قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے قلم کو عالم قدم کے اسرار تعلیم فرمائے۔ ایسی باتیں بجز اس شخص کے جو خدائے قادر و مقتدر کی طرف سے مؤیّد ہو اور کوئی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا۔"

(مقالہ سیاح صفحہ ۳۹۵)

جس طرح حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کے پاؤں دھوئے تھے۔ اسی طرح حضرت بہاء اللہ بعض اوقات اپنے احباب کے لیے کھانا پکاتے اور ایسے ہی دوسرے کام کرتے۔ آپ خادموں کے خادم تھے اور خدمت پر ہمیشہ افتخار کرتے ضرورت کے وقت بغیر بستر فرش ہی پر سو جاتے۔ سوکھی روٹی اور پانی پر گذارہ کرتے اور بعض اوقات بھوکے ہی رہتے۔ اور ایسے غذائی غذا کھایا کرتے تھے۔ آپ کا کامل عجز اس بات سے ظاہر تھا۔

کہ آپ قدرت - انسانی طبیعت اور خاصکر انبیار و اولیاء و شہداء کی بہت تعظیم کرتے تھے - چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر بڑی سے بڑی چیز تک آپکی نظر میں خدائی نشان تھی -

آپ کی انسانی شخصیت کو خدا نے برگزیدہ کیا تاکہ آپ خدا کے کلام کے نزول کا ذریعہ اور اُس کا قلم بن جائیں - آپ نے اس رتبہ کو جو مصائب و تکالیف کا بے نظیر مقام تھا، اپنی مرضی سے اختیار نہ کیا تھا - جس طرح حضرت مسیح نے کہا تھا "باپ اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے - اسی طرح حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں :-

اگر کوئی دوسرا متکلم و مفسر دکھائی دیتا تو ہم کبھی اپنے آپ کو لوگوں کے طعن و تشنیع اور تمسخر کا نشانہ نہ بناتے (لوح اشراقات)

خدائی آواز صاف اور حاکمانہ تھی اور آپ نے اُس کی اطاعت کی - خدا کی مشیت آپ کی مشیت اور خدا کی رضا آپ کی رضا ہوئی - جھکتی ہوئی تسلیم کے ساتھ آپ نے اعلان کیا "بیشک میں اعلان کرتا ہوں کہ جو کچھ خدا کی راہ میں ہم پر وارد ہوتا ہے - وہ محبوب جان اور مقصود رواں ہے - سم قاتل اُس کی راہ میں شہد ہے اور اُس کے نام کے لئے مصائب ٹھنڈا اور تازگی بخشنے والا پانی ہے - (کتاب ابن ذئب)

دوسرے موقعوں پر جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں آپ مقام الوہیت پر کلام فرماتے تھے - ایسے کلمات میں آپ کی انسانی شخصیت ایسی محو ہو جاتی ہے کہ اُس کا نشان بھی نہیں ملتا - آپ کے ذریعے خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے - اپنی محبت کا اپنے بندوں کے لئے اظہار فرماتا ہے - اپنی صفات انھیں سکھاتا ہے - اپنی مشیت کو انھیں جتاتا ہے - اُن کی ہدایت کے لئے اپنے

قوانین انھیں دیتا ہے اور انھیں نصیحت کرتا ہے کہ وہ اس سے محبت کریں۔
اور اس کی اطاعت و خدمت کریں۔

حضرت بہاء اللہ کی کتابوں میں یہ کلام دفعتاً ایک مقام سے دوسرے مقام میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ابھی تو ایک انسان کلام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور ابھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا خود کلام کر رہا ہے۔

مقامِ بشریت سے کلام فرماتے ہوئے بھی بہاء اللہ اس طرح کلام فرماتے ہیں جس طرح خدا کا فرستادہ کلام کرتا ہے اور لوگوں کو رضائے الٰہی کے سامنے کامل تسلیم کا زندہ نمونہ بن کر دکھاتے۔ آپ کی تمام زندگی روح القدس سے معمور تھی۔ اس لیے آپ کی زندگی اور تعلیمات میں بشری و الٰہی عناصر کے درمیان کوئی صاف خط نہیں کھینچا جا سکتا۔ خدا آپ سے کہتا ہے۔

"کہدے میری ہیکل میں بجز خدا کی ہیکل کے۔ میرے جمال میں بجز خدائی جمال کے۔ میری کینونت میں بجز خدائی کینونت کے، میرے نفس میں بجز اس کے نفس کے۔ میری حرکت میں بجز اس کی حرکت کے۔ میرے سکون میں بجز اس کے سکون کے۔ میری قلم میں بجز اس کی قلمِ اعلیٰ و اعظم کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ کہدے میری روح میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں اور مجھ میں سوائے خدا کے اور کچھ مشہود نہیں ہے" (سورۃ الہیکل)

حضرت بہاء اللہ کا کام

حضرت بہاء اللہ کا کام اس دنیا میں وحدت و اتحاد پیدا کرنا ہے۔ یعنی وحدتِ عالمِ انسانی کو توحیدِ الٰہی کی بنیاد پر وجود میں لانا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"شجرۂ عرفان کا سب سے روشن پھل یہ کلمۂ علیا ہے کہ سب ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کے پتے ہیں۔ کسی کو یہ فخر نہ کرنا چاہیے کہ

وہ اپنے وطن سے محبت رکھتا ہے بلکہ فخر اس بات پر ہونا چاہئے کہ وہ انسانی نوع کو پیار کرتا ہے ۔"

پہلے انبیاء نے دنیا میں ایک ایسے زمانہ کے آنے کی پیشینگوئیاں کی تھیں جب زمین پر امن اور بندوں کے درمیان صلح جلوہ گر ہوگی اور سب نے اس کی آمد کو قریب بنانے کے لئے اپنی زندگیاں قربان کیں۔ سب نے متفقاً صریح الفاظ میں بتایا ہے کہ یہ مبارک امر خداوند کی آمد کے بعد واقع ہوگا۔ آخری ایام میں جب شریروں کو سزا اور راستبازوں کو جزا ملے گی۔

حضرت زرتشت نے پیشینگوئی کی تھی کہ تین ہزار برس انقلابات و فسادات میں گذرینگے پھر شاہ بہرام جو دنیا کا منجی ہے ظاہر ہوگا اور اہرمن کو جو بدی کی روح ہے برباد کریگا۔ اور دُنیا میں راستبازی اور امن کا دَور دورہ ہوگا۔

حضرت موسیٰ نے رب الافواج کے ظاہر ہونے سے پہلے بنی اسرائیل کے لئے جلاوطنی، مظلومیت اور بے پناہی کی ایک لمبی مُدت کی پیشینگوئی فرمائی تھی اور کہا تھا کہ رب الافواج کے ظہور کے بعد وہ انھیں تمام اقوام سے جمع کریگا۔ تاکہ ظالموں کو برباد کرے اور اپنی بادشاہت کو زمین پر قائم کرے

حضرت مسیح نے فرمایا "خیال نہ کرو کہ میں زمین پہ امن پھیلانے کیلئے آیا ہوں۔ میں امن نہیں بلکہ تلوار چلانے کے لئے آیا ہوں" (متی ۱۰-۳۴)

اور آپ نے پیشینگوئی فرمائی کہ جنگوں اور جنگوں کی افواہوں اور سختیوں اور تکلیفوں کے بعد جو ابن آدم کی آمد تک جاری رہیں گی وہ باپ کے جلال میں آئے گا۔"

حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ غلط کاریوں کے سبب اللہ نے یہودیوں اور

عیسائیوں میں دشمنی اور نفرت ڈال دی جو قیامت تک جاری رہے گی۔ جب خدا اُن سب کا انصاف کرنے کے لئے آئے گا۔"

حضرت بہاء اللہ اعلان فرماتے ہیں کہ وہ تمام انبیاء کے موعود ہیں وہ ظہورِ الٰہی ہیں جس کے دور میں دُنیا میں امن و اَمان صحیح طور سے قائم ہوگا یہ اعلان لاثانی اور بے نظیر ہے۔ کسی نے پہلے ایسا اعلان نہیں کیا۔ مگر موجودہ زمانہ کے آثار اور تمام انبیاء کی پیشینگوئیوں کے ساتھ اس کی مناسبت صاف روشن اور بالکل ٹھیک ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے بے نظیر صراحت و وضاحت کے ساتھ نوعِ انسان میں قیامِ امن و اتحاد کے وسائل کا بیان فرمایا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ آمد بہاء اللہ کے وقت سے ابتک ایسی جنگ اور ایسی بربادیاں ظاہر ہوئی ہیں کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھیں۔ یہ ٹھیک اُن انبیائے اعظم کی پیشینگوئیوں کے مطابق ہے جنھوں نے صاف صاف لفظوں میں بتا دیا تھا کہ عظیم و مہیب یوم اللہ کے طلوع ہونے پر یہ باتیں ظاہر ہونگی۔ اس لئے اِن اُمور کا دنیا میں ظاہر ہونا اس خیال کا مؤید ہے کہ خداوند کی آمد نزدیک نہیں بلکہ وہ اب آچکا ہے

حضرت مسیح کی تمثیل کے مطابق کہ انگوری باغ کا مالک دوسروں کو باغ دینے سے پہلے جو آسے وقت پر پھل لاکر دینگے شریر کاشتکاروں کو نہایت بری طرح ہلاک کریگا۔

کیا اس تمثیل سے یہ مراد نہیں ہے کہ خداوند کی آمد پر استبدادی خود مختار حکومتیں، لالچی اور متعصب دینی پیشوا۔ مُلّا یا ظالم سردار جنھوں نے صدہا برس سے شریر کسانوں کی طرح اس دنیا پر حکومت کی اور اس کے پھل اپنے مفاد پر خرچ کرتے رہے ہلاک کئے جائیں گے؟

دنیا میں ابھی کچھ دیر تک مہیب واقعات اور عظیم انقلابات ہوتے رہینگے مگر بہاء اللہ نے ہمیں یقین دلا دیا ہے کہ بہت جلد یہ بے ثمر فسادات یہ برباد کن جنگیں نابود ہو جائیں گی اور صلح اکبر قائم ہوگی۔"

جنگ و فساد اپنی تباہی و بربادی کے سبب اب اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ نوعِ انسان یا تو اس سے خلاصی پائے یا ہلاک ہو جائے۔

مقررہ وقت آگیا اور اس کے ساتھ نجات دینے والا موعود بھی آگیا۔

آپ کا کلام

آپ کا کلام نہایت وسیع اور جامع ہے۔ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر اس میں ہدایات موجود ہیں۔ کہیں انفرادی اور معاشرتی پہلو پر تعلیمات ہیں۔ کہیں مادی و روحانی امور پر روشنی ڈالی گئی ہے کہیں قدیم و جدید کتبِ الٰہیہ کے معانی بتائے گئے ہیں اور کہیں دور و نزدیک آئندہ زمانہ کی پیشینگوئیاں ہیں۔

آپ کے علم کی جامعیت و صحت نہایت حیرت انگیز ہے۔ آپ زبردست اختیار اور یقینی طریقہ سے اِن کُتبِ الٰہیہ کے حوالجات دیتے ہیں اور اُن کے معانی بیان فرماتے ہیں جن سے آپ کا مخاطب یا سائل واقف ہوتا تھا۔ حالانکہ ظاہرا آپ کے پاس کوئی معمولی وسائل ایسے نہ تھے جن سے اِن کُتبِ مقدسہ کو دیکھ سکتے۔ آپ کتاب ابنِ ذئب میں فرماتے ہیں کہ آپ کو حضرت باب کی کتابوں کے پڑھنے کا نہ تو وقت ہی ملا اور نہ موقع ہی نصیب ہوا۔ پھر بھی آپ اپنی کتابوں میں کامل علم و ادراک کے ساتھ ان کے بیانات کا ذکر فرماتے ہیں۔

حضرت باب جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ کتاب بیان جو مجھ پر نازل ہوئی ہے اُس کا سرچشمہ من یظہرہ اللہ ہے

اگرچہ سوائے پروفیسر براؤن کی ملاقات کے جنھوں نے ۱۸۹۰ء میں

چار مرتبہ آپ سے ملاقات فرمائی اور ہر ملاقات میں ۲۰ یا ۳۰ منٹ تک آپکی حضور میں رہے آپ نے کسی باخبر مغربی اہل خیال سے ملاقات نہ فرمائی تھی۔ تو بھی آپ مغربی دنیا کے معاشرتی، ملکی اور دینی سوالات پر حیرت انگیز طریقہ سے حاوی نظر آتے تھے۔ یہانتک کہ آپ کے دشمنوں کو بھی اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ آپ کے علم اور آپ کی دانائی کی نظیر انھوں نے آجتک نہایں دیکھی آپ کی عمر بھر کی قید اور نظر بندی اس گمان کو ناممکن بنا دیتی ہے کہ آپ نے علم کی یہ بیش بہا دولت اکتسابی طریقوں سے حاصل کی ہوگی۔ جو آپ کی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔

اس میں کسی شک کو جگہ نہیں کہ آپ نے یہ علم کسی روحانی منبع سے حاصل کیا تھا جو کتابوں یا استادوں کے معمولی وسائل سے بالا و برتر تھا۔عہ۱

کبھی تو آپ جدید فارسی میں کلام فرماتے تھے جو آپ کے ہموطنوں کی مادری زبان تھی۔ جس میں عربی کا ایک بڑا جزو شامل تھا اور کبھی صاحبان علم زرتشتیوں کو خطاب کرتے ہوئے خالص فارسی زبان استعمال فرماتے تھے۔ عربی زبان میں بھی پوری پوری فصاحت سے لکھتے تھے۔ کبھی تو بہت سادہ زبان میں اور کبھی قدیم طریقہ میں جو قرآن کے بہت مشابہ ہے۔ ادبی تعلیم حاصل کئے بغیر ان مختلف زبانوں پر آپ کا کامل اقتدار ایک حیرت انگیز امر ہے۔

آپ کی بعض کتابوں میں صراطِ مستقیم یا نیک زندگی کو ایسے سادہ الفاظ

عہ۱ جب حضرت عبدالبہاء سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا حضرت بہاءاللہ نے اہلِ مغرب کی کتابوں کا خاص طور سے مطالعہ فرماکر اپنی تعلیمات کو ان کے مطابق قائم کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت بہاءاللہ کی کتابیں ۲۰ سال پہلے لکھی اور چھاپی گئی تھیں اور ان میں یہ خیالات و اصول نازل کئے گئے تھے جو کہ اب اہلِ مغرب میں اس قدر مقبول ہیں مگر اس زمانہ میں یہ خیالات نہ تو شائع ہی ہوئے تھے اور نہ اہل مغرب کے خیال میں ہی آئے تھے۔

میں بیان کیا گیا ہے کہ بقول اشعیا نبی ایک سادہ سالک بھی اُس میں غلطی نہیں کر سکتا۔ (اشعیاہ ۳۵: ۸)

بعض کتابوں میں شاعرانہ تخیل اور اسلامی، زرتشتی و دیگر کتب مقدسہ کے فلسفہ اور اشارات یا فارسی و عربی علم ادب و تاریخ کی ایک ایسی بیش بہا دولت جمع ہے جس کا عرف شاعر، فلاسفر یا عالِم ہی پوری طرح لطف اُٹھا سکتا ہے۔

بعض میں رُوحانی زندگی کے اُن بالائی مقامات کا ذکر ہے جنھیں صرف وہی سمجھ سکتے ہیں جو نچلے مقامات سے گذر چکے ہیں۔

آپ کی کتابیں ایک نعمتوں سے پُر دسترخوانوں کی طرح ہیں۔ جس پر ہر قسم کی ایسی مزیدار غذائیں اور پُر لطف چیزیں چُنی ہوئی ہیں جو ہر سچے طالب حق کی ضروریات و مذاق کے مطابق ہیں۔

یہی سبب ہے کہ آپ کا امر علماء، رُوحانی شعراء اور مشہور مصنفین پر زیادہ مؤثر ہوا۔ اہلِ تصوف کے بہت سے شیوخ اور اکثر سیاسی وزراء آپ کے کلمات کو پڑھ کر منقلب ہو گئے۔ کیونکہ آپ کے کلمات شیرینی اور رُوحانی معانی کی گہرائیوں کے سبب سب دوسرے مصنفین سے بہت بالا و برتر تھے۔

بہائی رُوح

دور و دراز تعین عکا سے بہاءاللہ نے اپنے وطن ایران ہی میں نہیں بلکہ تمام دُنیا میں ایک ہیجان پیدا کر دیا۔

اور وہ روح جو آپ میں اور آپ کے ہمراہیوں میں کام کر رہی تھی۔ اگرچہ ہر حالت میں قانع، متواضع اور ملائم تھی۔ مگر ایک حیرت انگیز طاقت اور آسمانی قوت تھی۔ اُس نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ یعنی طبائع انسان کو بدل دیا۔ جو لوگ اس کے زیر اثر آئے وہ ایک نئی خلق بن گئے۔ وہ ایسے شوق و جذب اور محبت و ایمان سے بھر گئے کہ دُنیوی مسرت و غم انھیں ہیچ نظر آنے لگے۔ فدا پر بے خوف

توکل کی طاقت سے بھر پور ہوکر وہ دائمی ستم یا شدید ترین موت کا نہایت متانت ہی سے نہیں بلکہ انتہائی مسرت کے ساتھ مقابلہ کرتے۔

سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ اُن کے دل اس نئی زندگی کی خوشیوں سے ایسے لبریز ہو گئے تھے کہ اُن میں اپنے ظالموں کے خلاف دشمنی یا رنج کے لئے جگہ ہی نہ تھی۔ مدافعت کے لئے تشدد کے استعمال کو انھوں نے بالکل ترک کر دیا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ اپنی قسمت پہ روتے۔ انھوں نے اپنے آپ کو نہایت خوش قسمت جانا کہ انھیں یہ نورانی دین ملا۔ اور انھوں نے اس کی صداقت کی تصدیق میں اپنا خون بہایا۔ ہاں ان کے دل مسرت کے راگ گانے کے مستحق تھے۔ کیونکہ انھیں کامل یقین تھا کہ خدائے محبوب و بزرگ و برتر انسانی زبان کے ذریعہ اُن سے ہمکلام ہوا ہے۔ اور اس نے انھیں اپنے بندے اور احباب کہہ کر پکارا ہے۔ وہ اپنی بادشاہت دنیا میں قائم کرنے آیا ہے۔ اور جنگ و فساد سے تھکی ماندی دنیا میں صلح و امن کا بیش بہا نور اپنے ساتھ لایا ہے۔

بہاء اللہ نے اس قسم کا ایمان اپنے ماننے والوں میں پیدا کیا۔ آپ نے جیسا کہ حضرت باب نے پہلے سے فرما دیا تھا، اپنی ماموریت کا خود اعلان کیا۔ اور آپ کے مبشر کی فدا کارانہ کوششوں کے سبب ہزاروں ہی آپ کی آمد پہ لبیک کہنے کے لئے طیار تھے۔ ہزاروں ہی جنھوں نے وہم و تعصب کی بندشوں کو توڑ کر پھینک دیا تھا۔ اور جو پاک قلب اور روشن سینوں کے ساتھ خدا کے موعود بہاء کے ظہور کے منتظر تھے۔ افلاس اور بیڑیاں۔ خستہ حالی اور ظاہری ذلت اُن کے خداوند کے روحانی جلال کو ان سے نہ چھپا سکیں۔ بلکہ ان تاریک دنیوی حالات نے اُس کے جلال کی روشنی کو اور بھی دوبالا کر دیا۔

چوتھا باب

عبدالبہاء

"جب دریائے وصال خشک ہو جائے اور نوشتۂ آغاز فیصلۂ انجام کو پہنچ جائے تو من ارادہ اللہ کی جانب متوجہ ہو جاؤ جو اس اصلِ قدیم کی شاخ ہے۔" (کتاب عہدی بہاء اللہ)

پیدائش اور بچپن

عباس آفندی جو بعد میں عبدالبہاء کے نام سے معروف ہوئے حضرت بہاء اللہ کے سب سے بڑے فرزند ۲۳ رمئی ۱۸۴۴ء مطابق ۵ رجمادی الاول ۱۲۶۰ھ جمعرات کو عین اس وقت پیدا ہوئے جبکہ حضرت باب نے اپنے ظہور کا اعلان فرمایا تھا۔

آپ ابھی ۸ برس کے تھے کہ آپ کے والد بزرگوار جن سے آپ کو نہایت گہری محبت تھی طہران کے قید خانے میں قید کر دیئے گئے۔ آپ کے گھر کا سب مال و متاع لوٹ لیا گیا اور آپ کے اہل خاندان کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔ عبدالبہاء بتاتے تھے کہ ایک دن آپ کو اپنے پیارے باپ کو صحنِ قید خانہ میں دیکھنے کی اجازت مل گئی۔ آپ نے دیکھا کہ بہاء اللہ کی حالت ہولناک تھی۔ بیماری کے سبب آپ بمشکل چل سکتے تھے۔ آپ کے سر اور داڑھی کے بال الجھے ہوئے تھے گردن لوہے کی بھاری زنجیر کے دباؤ سے شل ہو کر سوجی ہوئی تھی۔ بدن زنجیروں

اور بیڑیوں کے بوجھ سے دبا ہوا تھا۔ اِس نظارہ نے میرے حساس دل کو ایسا صدمہ پہنچایا جو میں کبھی فراموش نہ کرونگا۔

قیامِ بغداد کے پہلے ہی سال یعنی بہاء اللہ کے اعلانِ ظہور سے دس برس پہلے عبدالبہاء نے جو ابھی نو سال ہی کے تھے اپنی تیز بصیرت سے یہ اہم مسئلہ محسوس کر لیا تھا کہ لاریب آپ کے والد ہی وہ موعود ہیں جن کا تمام بابی انتظار کر رہے ہیں۔ اِس واقعہ کے کوئی ساٹھ سال بعد آپ اُس وقت کا جو وقت یہ یقین آپ کی تمام فطری قوتوں پر غالب آیا، اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

میں جمال مبارک کا بندہ ہوں۔ بغداد میں مَیں بچہ تھا، اِس حالت میں اور اِس جگہ بہاء اللہ نے مجھ پر کلمہ کا القار فرمایا۔ اور میں آپ پر ایمان لایا۔ جونہی آپ نے کلمہ کا القا مجھ پر کیا میں نے اپنے آپ کو آپ کے پاک قدموں پر ڈال دیا۔ اور نہایت منت وسماجت سے التجا کی کہ آپ میری جان کو اپنی راہ میں قربانی کے لئے قبول فرمائیں۔ قربانی! آہ۔ یہ لفظ مجھے کیسا پیارا لگتا ہے۔ اس سے بڑھ کر میرے لئے کوئی عنایت نہیں ہوسکتی۔ اِس عزت سے بڑھ کر بھلا اور کون سی عزت ہوسکتی ہے کہ میں اپنی گردن اُس کی خاطر زیرِ زنجیر دیکھوں اپنے پاؤں کو اُس کی محبت میں گرفتارِ زنجیر مشاہدہ کروں۔ اِس جسم کو اُس کے امر کے لئے کٹتا ہوا یا سمندر کی گہرائیوں میں ڈوبتا ہوا پاؤں۔ اگر سچ مچ ہم اُس کے سچے عاشق ہیں۔ اگر فی الحقیقت میں اُس کا خالص بندہ ہوں تو مجھے اپنی جان کو اُس کے آستانِ مبارک پر قربان کرنے سے دریغ نہ کرنا چاہئے۔

(میرزا احمد سہراب کی ڈائری جنوری ۱۹۱۳ء)

قریباً اسی وقت سے آپ کے دوست احباب آپ کو سر اللہ کے نام سے پکارنے لگے۔ یہ لقب آپ کو حضرت بہاء اللہ نے دیا تھا۔ اور بغداد کے دورانِ قیام

ہیں آپ عموماً اسی نام سے معروف تھے۔

جب آپ کے والد بزرگوار دو سال کے لیے صحرا نشین ہوئے تو عباس کا دل ٹوٹا ہوا تھا۔ اِن دنوں آپ کی تسلی کا باعث حضرت باب کی آلواح کو لکھنا اور انھیں حفظ یاد کرنا تھا۔ وقت کا بہت سا حصہ آپ تنہائی اور ریاضت میں گذارتے۔ جب آپ کے والد واپس آئے تو آپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

جوانی

اُس وقت سے آپ اپنے والد کے نہایت ہی قریب رہنے لگے گویا کہ آپ اُن کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ ابھی نوجوان ہی تھے۔ مگر آپ نے حیرت انگیز دانائی و فراست ظاہر کی اور اُن بے شمار ملاقاتیوں سے ملنے کا کام اپنے ذمہ لیا جو آپ کے والد بزرگوار سے ملنے آتے تھے۔ اگر آپ دیکھتے کہ ملنے والا حق کا متلاشی ہے تو آپ اُسے اپنے باپ کے حضور میں لے جاتے ورنہ کسی کو حضرت بہاء اللہ کے پاس نہ جانے دیتے۔ بہت سے موقعوں پہ آپ سائلین کے سوالات و مشکلات کو حل کرنے میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹاتے۔ مثلاً جب ایک صوفی شیخ علی شوکت پاشا نامی نے اس مشہور حدیث "کنت کنزاً مخفیا" کا مطلب پوچھا تو حضرت بہاء اللہ نے سر اللہ عباس کی طرف متوجہ ہو کر اس کا مطلب لکھنے کا حکم دیا۔ نوجوان عباس نے جو اُس وقت پندرہ یا سولہ برس کے تھے فوراً ایک اہم رسالہ کی صورت میں ایک ایسا بصیرت افروز بیان لکھا کہ پاشائے موصوف ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ یہ رسالہ عام طور سے بہائیوں کے پاس ہے اور اہل بہاء کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی بہت مشہور ہے۔

اِن ایّام میں عباس اکثر مساجد میں جایا کرتے اور علماء و فضلاء کے ساتھ دینی مسائل پہ بحث و تمحیص کرتے۔ آپ کسی سکول یا کالج میں نہ پڑھے تھے۔

آپ کے واحد مُعلّم آپ کے والد تھے۔ آپ کا تفریحی شغل گھوڑے کی سواری تھی اور آپ اِس میں بہت شوق اور لُطف ظاہر کرتے۔

بیرون بغداد باغ میں حضرت بہاءاللہ کے اعلانِ ظہور کے بعد عبدالبہاء کی اپنے باپ سے محبت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ قسطنطنیہ کے طویل سفر میں آپ رات دن حضرت بہاءاللہ کی محافظت کرتے۔ دن کو آپ کی گاڑی کے ساتھ ساتھ چلتے۔ رات کو آپ کے خیمہ کے پاس کھڑے رہتے۔ جہانتک ممکن تھا آپ نے اپنے والد کو تمام خانگی معاملات اور ذمّہ داریوں سے آزاد کر دیا تھا اور سب خاندان کے اطمینان اور آسائش کا باعث بنے ہوئے تھے۔

دورانِ قیام ادرنہ (ایڈریانوپل) میں عبدالبہاء کی ہردلعزیزی یار و اغیار میں یکساں تھی۔ آپ لڑکوں کی تعلیم میں مصروف رہتے اور "سرکار آغا" کے لقب سے پکارے جاتے۔ عکّا میں جب قریبًا سب کے سب تپ محرقہ یا پیچش میں مُبتلا ہوئے تو آپ بیماروں کو نہلاتے۔ انھیں پکا کر کھانا کھلاتے اور اُن کی تیمارداری کرتے۔ راتوں کو اُن کے پاس جاگتے رہتے۔ حتیٰ کہ تھک کر آپ خود بھی پیچش میں مُبتلا ہوگئے۔ اور قریبًا ایک ماہ تک نہایت خطرناک حالت میں رہے ادرنہ کی طرح عکّا میں بھی گورنر سے لیکر فقیر تک سب قسم کے لوگ آپ سے محبّت رکھتے اور آپ کی عزّت کرتے۔

شادی

عبدالبہاء کی شادی کے حالات امر بہائی کے ایک ایرانی مورّخ نے یوں بیان کئے ہیں :-

"عبدالبہاء کے ایّام جوانی میں آپ کی شادی کا سوال فطرتًا احباب کے لئے ایک نہایت مُہم سوال تھا اور بہت سے لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ یہ عزّت کا تاج اُن کے خاندان کو نصیب ہو۔ مگر ایک عرصہ تک عبدالبہاء نے

شادی کا کوئی میلان ظاہر نہ کیا۔ اور نہ کوئی اس کی حکمت سے واقف نہ تھا۔ بعدازاں یہ ظاہر ہوا کہ ایک لڑکی ہے جس کی قسمت میں عبدالبہاء کی زوجہ ہونا لکھا ہے۔ اس لڑکی کی پیدائش اصفہان میں حضرت باب کی برکت دعا کے ذریعہ اس طرح سے ہوئی تھی کہ اس لڑکی کے باپ کا نام میرزا محمد علی تھا جو حضرت سلطان الشہداء و محبوب الشہداء کے چچا تھے۔ اس طرح یہ لڑکی اصفہان کے نہایت ہی شریف اور امیر خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ جب حضرت باب اصفہان میں تھے تو میرزا محمد علی کے اولاد نہ تھی اور آپ کی زوجہ بچے کیلئے ترستی تھی۔ میرزا محمد علی نے حضرت باب سے اپنی یہ خواہش ظاہر کی۔ حضرت باب نے اُسے اپنے کھانے میں سے کچھ دیا اور کہا تم دونوں اسے کھالو۔ کھانے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اُن کی دلی آرزو برآئی اور حمل کی مدت مقررہ کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام انھوں نے منیرہ خانم رکھا۔ (لوقا کی انجیل کے پہلے باب میں جو یوحنا بپتسمہ دینے والے کی پیدائش کا واقعہ لکھا ہے۔ اس سے اس واقعہ کا مقابلہ نہایت پُرلطف ہے) اس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اُنھوں نے سید یحییٰ رکھا اور پھر اور بھی بچے ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد منیرہ خانم کے والد فوت ہوگئے۔ اُن کے چچازاد بھائی ظل السلطان' ملاؤں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور سارا خاندان بہائی ہونے کے سبب ظلم وستم کا نشانہ اور بلا و مصیبت کا شکار ہوا۔ حضرت بہاء اللہ نے تب منیرہ خانم اور سید یحییٰ کو حفاظت کے لیے عکا آنے کی اجازت دیدی۔ حضرت بہاء اللہ اور حضرت نواب خانم والدہ عبدالبہاء نے منیرہ خانم سے ایسی عنایت و مہربانی ظاہر کی کہ سب سمجھ گئے کہ آپ اُسے عبدالبہاء کی زوجہ بنانا چاہتے ہیں۔ ماں باپ کی رضا عبدالبہاء کی رضا تھی۔ حضرت عبدالبہاء منیرہ خانم سے بہت محبت رکھتے تھے اور وہ بھی آپ سے محبت کرتی تھیں

اور جلد ہی آپ کی شادی ہو گئی۔ شادی نہایت ہی خوشگوار اور اطمینان بخش ثابت ہوئی۔

آپ کی اولاد میں صرف چار لڑکیاں طویل قید کی سختیوں کو سہکر زندہ رہیں۔ اور یہ اپنی خدمت کے سبب اُن سب لوگوں کی نظر میں عزیز ہیں جنھیں اُن کو ملنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

مرکز میثاق

حضرت بہاء اللہ نے اکثر اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ عبد البہاء آپ کے جانشین ہونگے۔ اپنے صعود کے کئی سال قبل آپ نے کتاب اقدس میں یہ اشارۃً فرمایا تھا۔ آپ نے بہت سے مقاموں پر حضرت عبد البہاء کو مرکز میثاق "غصن اعظم" "فرع اصل قدیم" لکھا ہے۔ حضرت بہاء اللہ ہمیشہ آپ کو "سرکار آقا" کہکر بلایا کرتے تھے اور سب اہل خاندان کو ہدایت کرتے تھے کہ آپ کی خاص عزت و تعظیم کریں۔ اور کتاب عہدی جو حضرت بہاء اللہ کا وصیت نامہ ہے اس میں صریح طور پر صاف صاف ہدایات دی ہیں کہ سب آپ کے بعد سب عبد البہاء کی طرف متوجہ ہوں اور اُن کی اطاعت کریں۔

جمالِ مبارک کے صعود کے بعد عبد البہاء نے وہ عہدہ اختیار کیا جو آپ کے والد نے صاف طور سے آپ کے لیے ظاہر کر دیا تھا۔ یعنی آپ امر بہائی کے مرکز میثاق اور اپنے والد کی تعلیمات کے واحد با اختیار مفسر ہوئے۔ یہ بات آپ کے بعض رشتہ داروں اور دوسروں کو بری لگی۔ جو آپ کے ایسے ہی دشمن ہو گئے جیسے حضرت بہاء اللہ کا دشمن صبح ازل تھا۔ ان لوگوں نے احباب کے درمیان نااتفاقی اور فساد پھیلانے کی کوشش کی۔ اور جب اس میں کامیاب نہ ہوئے تو حکومت ترکیہ کے پاس آپ کے خلاف جھوٹے الزام لگانے شروع کئے۔

اپنے والد کی ہدایت کے مطابق عبد البہاء کوہ کرمل کی اس سمت جس طرف

حیفا ہے ایک عمارت بنوا رہے تھے جسمیں حضرت باب کا روضہ مبارکہ ہونا تھا۔ اور مجالس و عبادات کے لیے کچھ کمرے ہونے تھے۔ اِن مُفسدین نے ترکی افسروں کو کہا کہ عبد البہار ایک قلعہ تعمیر کروا رہا ہے اور عبد البہاء اور اُس کے ساتھی اِس قلعہ سے حکومت کی مخالفت کرنا اور مُلک شام پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔

سخت قید کا دوبارہ عائد ہونا

اس بہتان کا اور ایسے ہی دوسرے الزامات کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبد البہاء اور آپ کے خاندان کو جو بیس سال سے صرف نظر بند تھے اور عکا ر کے گرد چند میل تک آجا سکتے تھے۔ سات سال تک پھر فصیل بند شہر میں بند کر دیا۔ اِس پابندی نے آپ کو ایشیا۔ یورپ اور امریکہ میں امر بہائی کی اشاعت سے نہ روکا۔ مسٹر ہورسیس ہالی اس زمانے کا حال یوں تحریر فرماتے ہیں :-

عبد البہار کے پاس اُسے اپنا دوست اور معلم سمجھکر ہر جنس۔ ہر مذہب اور قوم کے مرد اور عورتیں آتی تھیں۔ وہ آپکے دسترخوان پر معزز مہمانوں کی طرح بیٹھتے اور آپ سے اپنے خیالات کے بموجب معاشرتی، روحانی یا اخلاقی پروگرام پر سوالات پوچھتے اور چند گھنٹوں سے لیکر کئی مہینوں تک آپ کے ہاں ٹھہر کر مطمئن۔ تازہ اور منور ہو کر گھروں کو لوٹتے۔ یقیناً دنیا میں کوئی ایسا مہمانخانہ نہ تھا جیسا کہ یہ تھا۔ اس کی چار دیواری میں ہندوؤں کی ذات پات کی سختی موم کی طرح پگھل جاتی۔ یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذہبی تعصبات کی صرف ایک یاد باقی رہ جاتی۔ سوائے پر جوش اور عشق افروختہ دلوں کے فطرتی قانون کے اور ہر ایک رسم صاحب خانہ کی اتحاد انگیز محبت اور ہمدردی کے آگے گرد کی طرح اڑ جاتی۔ یہ نظارہ کنگ آرتھر اور گول میز کی مانند تھا۔ فرق یہ تھا کہ آرتھر عورتوں اور مردوں دونوں کو مستر بانہ بنا کر تلوار کے ساتھ نہیں بلکہ کلام کے ساتھ دنیا میں فتوحات حاصل کرنے کے لیے رکھتا۔"

(ماڈرن سوشل ریلیجن صفحہ ۱۷۱)

اِن ایام میں عبدالبہاء دُنیا کے ہر مُلک کے احباب اور سائلین کے ساتھ ایک
عظیم سلسلۂ خط وکتابت میں مشغول تھے۔ جو وقت بچتا، اس کا اکثر حصّہ بیماروں اور
مصیبت زدہ لوگوں کے گھروں میں جا کر اُن کی احوال پُرسی و اعانت و غمخواری میں گذرتا
اور عکّا کے اُس حصّہ میں جہاں غرباء و فقراء آباد تھے سرکار آغا سے بڑھ کر کوئی ملاقاتی
مبارک نہ تھا۔ ایک زائر جس نے اِس زمانے میں عکّا کی زیارت کی لکھتا ہے

"عبدالبہاء کی یہ عادت ہے کہ ہر جمعہ کی صبح کو غرباء میں خیرات تقسیم کرتے
ہیں۔ اپنے معمولی سے ذخیرہ سے وہ ہر ایک حاجتمند کو جو اس کی امداد لینے کے لئے
آتا ہے کچھ نہ کچھ دیتے ہیں۔ آج صبح قریباً سو افلاس زدہ عورتیں اور مرد اس گلی میں
جس میں عبدالبہاء کا گھر ہے قطار باندھے بیٹھے تھے۔ آہ۔ اِن انسانوں کے گروہ کی
حالت ناقابلِ بیان ہے۔ سب قسم کے مرد۔ عورتیں۔ بچے، غریب۔ مفلس۔ مایوس،
اَدھ ننگے، اکثر لنگڑے، اندھے فی الحقیقت منگتے مسکین منتظر بیٹھے تھے۔ حتیٰ کہ
عبدالبہاء دروازے سے باہر تشریف لائے۔ آپ ہر ایک کے پاس گئے۔ ہر ایک
پھیلے ہوئے ہاتھ میں کچھ نقدی رکھ دی۔ ہمدردی اور ہمت افزائی سے باتیں کیں
پیار سے بچوں کے چہروں پر ہاتھ پھیرے۔ ایک بوڑھی عورت نے آپ کے دامن کو
مضبوط پکڑ لیا۔ آپ نے نہایت شفقت سے اُس کا ہاتھ پکڑا اور ہمدردانہ باتوں کے
اُس کا دل خوش کر دیا۔ عمر رسیدہ اندھوں سے نہایت مشفقانہ باتیں کیں اور جو
کمزوری اور بیماری کے باعث نہ آسکے تھے اُن کے بارہ میں پرسش کی اور اُن کا
حصّہ اُن کے لیے بھیجدیا۔" (گلمپس آف عبدالبہاء صـ۱۳)

عبدالبہاء کی ذاتی ضروریات نہایت مختصر تھیں۔ آپ رات کو دیر تک اور صبح
سویرے ہی کام میں مشغول ہوتے۔ دن میں دو دفعہ نہایت سادہ غذا کھاتے۔
آپ کا لباس کم قیمت کپڑوں کا بنا ہوتا۔ آپ دوسروں کی محتاجی کے ہوتے ہوئے

خود آرام سے رہنا نہ چاہتے تھے۔

آپ چھوٹے بچوں ۔ پھولوں اور نظارہ ہائے قدرت سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ہر صبح چھ یا سات بجے کے قریب سارا خاندان چائے کے لئے ایک جگہ جمع ہوتا۔ اور سرکار آغا کے چائے پیتے وقت گھر کے چھوٹے بچے مناجات تلاوت کرتے۔ مسٹر تھارنٹن چیز ان بچوں کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں :۔

"ایسے بچے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ متواضع بے غرض۔ دوسروں کا خیال رکھنے والے، باحیا، سمجھدار اور چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی جن سے بچے محبت رکھتے ہیں ایثار سے پیش آتے ہیں" (ان گیلیلی ص ۱۵)

پھولوں کی تواضع عکا کی زندگی کا ایک خاص پہلو تھا جس کا ہر ایک زائر کچھ نہ کچھ نشان اپنے ساتھ لایا۔ مسز لوقس لکھتی ہیں :۔

"جب سرکار آغا پھولوں کو سونگھتے ہیں تو یہ نظارہ نہایت دلکش ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا پھول آپ کو کچھ بتلا رہے ہیں۔ جب آپ انہیں دونوں ہاتھوں میں لیکر اپنا چہرہ ان میں چھپا لیتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کان ایک خوش آواز راگ ایک مجمع توجہ سے سننے کی کوشش کر رہا ہے" (میری عکا کی زیارت کا مختصر احوال ص ۲)

عبدالبہاء اپنے بیمار ملاقاتیوں کو خوبصورت اور خوشبودار پھولوں کے تحائف دینے پسند فرماتے تھے۔ مسٹر تھارنٹن چیز عکا کی نظر بندی کی زندگی کے متعلق اپنے خیالات کا یوں اظہار فرماتے ہیں :۔

"پانچ دن ہم ان دیواروں کے اندر اس قیدی کے ساتھ [illegible] سے بڑے قیدخانہ میں رہتا ہے رہا ہے۔ قیدخانہ امن کا قیدخانہ ہے۔ [illegible] خدمت کا قیدخانہ ہے اس میں کوئی خواہش یا چاہت سوائے اس کے نہیں کہ نوع انسانی کی بھلائی۔ دنیا کے امن۔ الوہیت خدا کے اقرار اور انسانوں کے بطور اس کی مخلوق اور فرزند ہونے کے

حقوق کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ فی الحقیقت اصلی قید خانہ دم گھٹانے والی فضا قلب کی تمام سچی خواہشات سے محرومیت۔ دُنیوی حالات کی جکڑ بندی اپنا تقرر کی دیواروں سے باہر ہیں۔ اِن کے اندر آزادی اور خدائی رُوح کا پاک نور پھیلا ہوا ہے۔ دُنیوی چیزوں کے لیے تمام تکالیف، شور و شاد اور تفکرات اِن کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ ان کی دی گئی

اکثر لوگوں کو نظر بندی کی سختیاں پُر آشوب مصائب معلوم ہوتی ہونگی۔ لیکن عبد البہا کے لیے اُن میں کوئی خوف نہ تھا۔ نظر بندی کی حالت میں آپ لکھتے ہیں:-

" میری قید و بلا کے لیے رنجیدہ نہ ہو۔ کیونکہ یہ قید خانہ میرا خوبصورت باغ۔ قصرِ الٰہ بہشت اور نوع انسان کے درمیان میری ملکوت کا عرش ہے۔ قید میں میری بلا میرا زیبا تاج ہے جس کے سبب میں راستبازوں کے درمیان ممتاز ہوں۔

" راحت۔ آرام۔ کامیابی، صحت اور خوشی و فراغت کی حالت میں ہر کوئی خوش رہ سکتا ہے۔ پر اگر کوئی بلا و مصیبت کے وقت خوشی اور صبر سے رہے تو یہ اُس کی شرافت کا ثبوت ہے "

(الواح عبد البہا انگریزی جلد دوم صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳)

ترکی کمیشن تحقیقات

سنہ ۱۹۰۴ء اور سنہ ۱۹۰۷ء میں حکومت ترکی کی طرف سے عبد البہا کے خلاف الزامات کی تفتیش کے لیے کمیشن مقرر ہوا۔ اور جھوٹے گواہوں نے آپ کے خلاف گواہی دی۔ عبد البہا نے الزامات کی تردید کرتے ہوئے ہر اُس حکم کو جو کمیشن آپ پر لگانا چاہے نہایت خوشی سے قبول کرنے کی رضامندی ظاہر کی۔ آپ نے اُن سے کہا کہ اگر وہ آپ کو قید میں ڈالیں۔ گلیوں میں تشہیر کریں۔ لعنت کریں۔ آپ پر تھوکیں۔ پتھراؤ کریں۔ ہر قسم کی ذلت آپ پر روا رکھیں۔ پھانسی دیں یا گولی کا نشانہ بنائیں تب بھی آپ نہایت خوش رہیں گے۔

تحقیقات کمیشن کے اجلاسوں کے درمیانی وقفوں میں آپ نہایت مطمئنت سے اپنی روزانہ زندگی کے پروگرام پر عمل کرتے۔ روحانی آزادی کے نور اور دبدبہ

کے ساتھ آپ باغ میں میوہ دار درخت لگایا کرتے اور محافل شادی کی سرپرستی فرماتے۔

اٹلی کے قونسل نے آپ کو جب بندرگاہ پر آپ جانا چاہیں سلامتی سے لیجانے کا وعدہ پیش کیا۔ مگر آپ نے اس پیشکش کو شکریہ کے ساتھ نہایت استقلال سے نامنظور کیا اور فرمایا کہ کچھ بھی ہو میں حضرت باب اور حضرت جمال مبارک کے نقش قدم پر چلوں گا۔ جنھوں نے کبھی بھی اپنے دشمنوں سے بچنے یا بھاگ جانے کی کوشش نہیں کی۔

مگر آپ نے اکثر بہائیوں کو عکّا کے قرب وجوار سے چلے جانے کی ہدایت کی جو اُن کے لئے بہت خطرناک ہوگیا تھا اور خود چند وفادار دوستوں کے ساتھ اپنی قسمت کے فیصلے کے منتظر رہے۔

چار رشوت خوار افسر جو آخری تحقیقاتی کمیشن کے ممبر تھے ۱۹۰۷ء کی موسم سرما کے اوائل میں عکّہ پہنچے اور ایک ماہ رہے اور اپنی مزعومہ تحقیقات کرکے قسطنطنیہ کو لوٹ گئے، یہ رپورٹ کرنے کے لئے کہ عبدالبہاء کے خلاف الزامات سچے ثابت ہوگئے ہیں اور اسے یا تو جلاوطن کردیا جائے یا سولی دیدی جائے

وہ ابھی ترکی میں پہنچے ہی تھے کہ انقلاب شروع ہوا۔ اور یہ چاروں کمشنر جو پرانی حکومت کے بدترین افسر تھے، اپنی جانیں لے کر ممالکِ غیر کو بھاگ گئے۔ نوجوان ترکوں نے اپنی حکومت قائم کی اور سلطنت عثمانیہ کے تمام سیاسی اور دینی قیدی رہا کردیئے گئے۔ ستمبر ۱۹۰۸ء میں عبدالبہاء کو قید سے آزادی ملی اور ۱۹۰۹ء میں سلطان عبدالحمید جو آپ کو جلاوطن کرنا چاہتا تھا خود مقید ہوگیا۔

ممالکِ غرب میں آپ کے سفر

آزادی کے بعد عبدالبہاء اسی لگاتار کوشش میں اپنی پاک زندگی گذارتے رہے۔

تعلیم دینے۔ خط وکتابت کرنے، اعزّہ اور بیماروں کی خدمت کرنے کا سلسلہ ویسے ہی
جاری رہا۔ صرف یہ فرق ہوا کہ آپ عکّا سے حیفا میں آ رہے۔ اور وہاں سے کبھی کبھی
اسکندریہ تشریف لے جاتے حتیٰ کہ اگست ۱۹۱۱ء میں آپ مغربی دنیا کے پہلے سفر پر
روانہ ہوئے۔ اس سفرِ مغرب میں عبد البہاء ہر خیال کے آدمی سے ملے اور حضرت
بہاء اللہ کے اس حکم کو پوری طرح بجا لائے کہ عاشروا مع الادیان کلّہا بالروح
والرّیحان۔ (سب قسم کے لوگوں سے خوشی و خرّمی کے ساتھ ملو)

ستمبر ۱۹۱۱ء کے اوائل میں آپ لندن پہنچے اور ایک ماہ تک وہاں تشریف فرما
رہے اور اس عرصہ میں علاوہ سائلین سے روزانہ گفت گو کرنے کے آپ نے سٹی ٹیمپل میں
ریونڈ آر۔ جے کیمپل کی کانگریگیشن اور سینٹ جان ویسٹ منسٹر کے گرجے میں آرچ
ڈیکن ولبر فورس کی کانگریگیشن کو خطابات (لکچر) دیئے۔ لارڈ میئر نے آپ کی دعوت
کی اور وہاں بھی آپ نے ایک ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ یہاں سے آپ پیرس تشریف
لے گئے۔ جہاں آپ کا اکثر وقت مختلف اقوام و اجناس کے افراد کو روزانہ لکچر دینے میں
صرف ہوتا۔ دسمبر میں آپ مصر واپس تشریف لے گئے۔ اور دوسری موسم بہار میں
آپ امریکن اہل بہاء کی پے در پے درخواستوں پر ریاستہائے متحدہ امریکہ کو
تشریف لے گئے اور اپریل ۱۹۱۲ء میں نیویارک پہنچ گئے۔ اور سات ماہ تک آپ
نے امریکہ کے اس ساحل سے اُس ساحل تک سفر کیا۔ اور ہر قسم اور ہر حالت کے
لوگوں کو لکچر دیئے۔ یونیورسٹیوں کے طلباء کو۔ سوشلسٹوں کو۔ مارمن۔ یہودی،
عیسائی، دہریے، حامیانِ اسپرنٹو۔ مجالسِ ترقیِ امن و امان۔ محافلِ خیالِ جدید
(نیو تھاٹ کلبس) مجالسِ آزادیِ نسواں وغیرہ وغیرہ ہر فرقہ و مذہب کے گرجوں
میں تقریریں فرمائیں۔ ہر حالت میں حسبِ موقع و ضرورتِ سامعین بیانات ہوتے
تھے۔ ۵ دسمبر کو آپ گریٹ برٹن (برطانیہ عظمیٰ) کی طرف روانہ ہوئے اور [illegible]

تک مقیم رہے۔ لورپول۔ لندن۔ برسٹل اور ایڈنبرا میں خطابات فرمائیے۔ ایڈنبرا میں آپ نے اسپرانٹو سوسائیٹی میں ایک نہایت اہم لکچر دیا۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ میں نے مشرق کے اہل بہاؑ کو اسپرنٹو سیکھنے کی تشویق کی ہے تاکہ مشرق و مغرب میں باہمی مفاہمت کو ترقی ہو۔ دو ماہ پیرس میں رہنے کے بعد جو پہلے کی طرح روزانہ ملاقاتوں اور کنفرنسوں میں ختم ہوئے آپ اسٹٹگارٹ (جرمنی) کو تشریف لے گئے جہاں جرمن اہل بہاؑ کے ساتھ آپ نے نہایت کامیاب مجالس کیں۔ یہاں سے آپ بڈھاپسٹ (ہنگری) اور وین (دارالخلافہ آسٹریا) کو تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے نئی مجالس کا افتتاح فرمایا۔ مئی ۱۹۱۳ء کو مصر اور وہاں سے ۵ دسمبر ۱۹۱۳ء کو آپ حیفا پہنچ گئے۔

ارضِ مقدس کو واپسی آپ کی عمر اس وقت ستر سال کی تھی اور ان سفروں نے آپ کے جسم کو کمزور کر دیا۔ واپس آنے پر آپ نے احبائے مغرب و مشرق کو یہ دلسوز لوح لکھی۔

"دوستو! وقت آرہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ اور نہ رہونگا۔ جو کچھ مجھ سے ہو سکتا تھا میں کر چکا۔ امرِ بہاء اللہ کی میں نے اپنی استعداد کے مطابق خدمت کی ہے اپنی زندگی بھر دن رات میں اس خدمت میں مشغول رہا ہوں۔

آہ۔ میری کس قدر تمنا ہے کہ احباب امر کی ذمہ داریوں کو اب اپنے کندھوں پر لیں۔ یہ وقت ملکوت الہی کے اعلان کا وقت ہے۔ یہ زمانہ اتحاد و اتفاق کا زمانہ ہے۔ یہ دن احبائے الہی کے روحانی میل ملاپ کا دن ہے ..... میں اپنے کانوں کو مشرق از مغرب اور شمال و جنوب کی طرف لگائے ہوئے ہوں۔ تاکہ مجالس احباب سے میں محبت و اخوت کی سُریلی آواز سنوں۔ میرے دن گنتی کے باقی ہیں اور میرے لئے اس کے سوا اور کوئی خوشی باقی نہیں رہی۔

آہ! مجھے کس قدر تمنّا ہے کہ میں احباب کو متحد دیکھوں۔ گویا کہ وہ موتیوں کی ایک مالا ہیں۔ چمکتے ہوئے ستاروں کی کہکشاں ہیں۔ سورج کی شعاعیں ہیں۔ ایک ہی چراگاہ کے غزال ہیں۔ قمری بقا اُن کے لیے گا رہی ہے۔ کیا وہ اس کی راگنیاں نہیں سُنیں گے؟ طائرِ رضوان اُن کے لئے نغمہ زن ہے کیا وہ اس کے نغمات پر کان نہیں دھرینگے؟ ملکوتِ ابہیٰ کے فرشتے انھیں بلا رہے ہیں کیا وہ اُن کی آواز نہ سُنیں گے۔ میثاق کا پیغامبر انھیں پکار رہا ہے۔ کیا وہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہونگے؟

آہ! میں منتظر ہوں اس خوشخبری کے سُننے کا کہ احباب خلوص و وفا کے مجسمے ہیں۔ محبت و اخوت کے اوتار ہیں۔ اتفاق و اتحاد کے مظاہر ہیں۔

کیا وہ میرے دل کو خوشنود نہ کرینگے؟ کیا وہ میری تمنا کو بر نہ لائینگے؟ کیا وہ میری درخواست پر توجہ نہ کرینگے؟ کیا وہ میری امیدوں کو پورا نہ کریں گے کیا وہ میری پکار کا جواب نہ دینگے؟ میں انتظار کر رہا ہوں۔ میں صبر سے انتظار کر رہا ہوں۔"

دشمنانِ امر بہائی کے حوصلے جس طرح اُس وقت بڑھ گئے تھے جب بعد شہادت حضرت باب، حضرت بہاء اللہ کو حبسِ دوام کیا گیا اور جب آپ نے صعود فرمایا تھا۔ اِسی طرح جب ان دشمنوں نے دیکھا کہ حضرت عبد البہاء سفرِ مغرب سے بہت تھکے ہوئے واپس آئے ہیں تو ان لوگوں کی امیدوں میں پھر جان پڑ گئی۔ مگر اُن کی امیدیں جلد ہی ملیامیٹ ہو گئیں۔ کیونکہ کچھ عرصہ بعد ہی حضرت عبد البہاء نے لکھا کہ :—

"اِس میں شک نہیں کہ میرا مادّی جسم اور انسانی قویٰ لگاتار محنت و مشقت کے برداشت کرنے کے ناقابل تھیں۔ مگر حضرت مقصود کی عون و عنایت، کمزور عبد البہاء

کے حامی اور محافظ تھے ......

بعض بڑی شدومد سے یہ کہہ رہے ہیں کہ عبدالبہاء دنیا کو الوداع کہنے والا ہے۔ اس کے جسمانی قوی ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں اور بہت جلد اُن کی پیچیدگیاں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیں گی۔ یہ سچ نہیں ہے۔ اگرچہ ناقضین و منافقین کے خیال میں امر مبارک کے راستہ کی سختیوں کے سبب یہ جسم کمزور ہے۔ مگر الحمد للہ کہ جمالِ مبارک کی عنایت سے رُوحانی قویٰ نہایت تازہ اور مضبوط ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اب بہآر اللہ کی عنایت اور اس کے الطاف سے جسمانی قویٰ بھی پوری طرح سے بحال ہو گئے ہیں۔ آسمانی خوشی حاصل ہو گئی ہے۔ بشاراتِ حقیقی آ رہی ہیں اور معنوی سرور اُمنڈ رہا ہے۔"

(سٹار اوف دی ویسٹ جلد ۵ نمبر ۱۳ صفحہ ۲۱۱)

جنگِ عظیم اور اس کے بعد کے ایّام میں عبدالبہاء نے علاوہ بے شمار دیگر کاموں کے نہایت اہم اور کشفی خطوط کا ایک عظیم الشان سلسلہ لکھا۔ جنھوں نے خط و کتابت کے راستوں کے کھل جانے کے بعد تمام دُنیا کے احباب میں خدمت امر کے ذوق و شوق اور جوش و جذب کی ایک نئی لہر پیدا کر دی۔ ان الواح کے سایہ میں امر مبارک منازلِ ترقی کو سرعت سے طے کرنے لگا۔ اور ہر جگہ امر مبارک میں ایک نئی قوّت و طاقت کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

جنگِ عظیم کے ایّام حیفا میں

حضرت عبدالبہاء کی فراست کی ایک عجیب مثال جنگِ عظیم کے واقع ہونے کے قبل کے انتظامات سے ملتی ہے۔ ایّامِ امن میں ایران اور دنیا کے دوسرے ملکوں کے زائرین کی ایک بڑی تعداد حیفا میں زیارت کے لیے آتی رہتی تھی۔ جنگ شروع ہونے کے چھ ماہ قبل ایک عمر رسیدہ بہائی نے جو حیفا میں رہتا تھا، کئی ایرانی احباب کی طرف سے

زیارت حاصل کرنے کی اجازت کے لئے درخواست پیش کی۔ عبد البہاء نے یہ درخواست منظور نہ کی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ سب زائرین کو حیفا سے روانہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء کے آخر میں کوئی زائر مہمان خانے میں نہ رہا۔ اگست کے اوائل میں جب جنگ شروع ہوئی تو اس انتظام کی حکمت سب پہ واضح ہو گئی۔ ایام جنگ میں عبد البہاء پچپن برس سے جلاوطنی اور قید میں تھے۔ پھر ایک دفعہ حکومت ترکی کے قیدی ہو گئے۔ علاقہ شام کے باہر کے احباب سے سلسلہ خط و کتابت بالکل بند ہو گیا اور آپ اور آپ کے ہمراہیوں کا گروہ پھر حالات کی سختی میں مبتلا ہو گیا۔ غذا کی کمی۔ ذاتی خطرہ اور بے آرامی ہر وقت موجود تھے۔ تو بھی اپنے گرد انسانوں کی بُری حالت کو دیکھ کر آپ اُن کی مادّی اور روحانی ضروریات کو بہم پہنچاتے رہے۔ اور آپ نے بذاتِ خود طبریا کے نواح میں گیہوں کی کاشت کا بہت بڑا انتظام کیا۔ اور جب ایک بہت بڑی مقدار گیہوں کی اس طرح حاصل ہو گئی تو آپ نے عکا اور حیفا کے سب غرباء میں بلالحاظ مذہب و ملت کے تقسیم کر دیا۔ اور اس طرح ان دو شہروں کے غرباء مساکین اور متوسط الحال لوگ فاقہ کشی سے بچ گئے۔ آپ نے ہر ایک کی حفاظت کی۔ اور اُن کی تکلیفات کو جہاں تک ہو سکتا تھا کم کیا۔ سینکڑوں ہی غرباء کو آپ کچھ تھوڑی سی نقدی روزانہ عطا کرتے۔ روٹی بھی عطا کرتے۔ اگر روٹی نہ ہوتی تو آپ کھجوریں یا کچھ اور چیز عنایت کرتے۔ غرباء و مساکین کی ہمت افزائی کے لئے آپ ہر روز عکا تشریف لے جاتے۔ ایام جنگ میں ہر روز مجلسِ احباب منعقد فرماتے اور آپ کی امداد سے احباب اِن پُر آشوب ایام میں خوشی اور امن سے رہے۔

سَر کا خطاب

۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء کو ۳ بجے سہ پہر کے قریب انگریزی اور ہندوستانی رسالے نے ۲۴ گھنٹے کی جنگ کے بعد حیفا پر قبضہ

کیا۔ اور ترکی کی حکومت کے عہد کی سختی کا خاتمہ ہوا۔ برٹش قبضہ کے شروع ہی سے بڑے بڑے ملٹری افسر، سپاہی اور جرنیل آپ کی ملاقات کو آتے اور آپ کی منورانہ باتوں سے محظوظ ہوتے۔ آپ کے خیالات کی وسعت۔ فراست کی گہرائی اور آپ کی اعلیٰ مہمان نوازی سے متاثر ہو کر جاتے۔ آپ کی شرافتِ اخلاق۔ صلح و امن کی خاطر آپ کے عظیم کام اور رعیت کی بہبودی کے لئے آپ کے شوق سے منسوب حکومت ایسی متاثر ہوئی کہ اس کے اراکین نے آپ کے لئے سر کا خطاب ملنے کی سفارش کی۔ جو ۲۷ر اپریل ۱۹۲۰ء حیفا کے گورنر کے ملٹری باغ میں آپ کو دیا گیا۔

آخری سال

۱۹۱۹ اور ۱۹۲۰ء کے ایام سرما میں مصنف کو حیفا میں اڑھائی مہینے عبدالبہاء کا مہمان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس نے نہایت دقتِ نظر سے آپ کی روزانہ زندگی کا مطالعہ کیا۔ اس وقت آپ کی عمر اگرچہ ۷۶ برس کے قریب تھی۔ مگر آپ عجیب تندہی سے ہر روز اتنا زیادہ کام کرتے کہ عقل حیران ہوتی۔ اگرچہ اکثر آپ تھک جاتے۔ مگر نہایت عجیب طریقہ سے آپ اس تکان کو دور کر کے ہمیشہ ان کی خدمت کے لئے تیار ہو جاتے جنہیں اس کی ضرورت ہوتی۔

آپ کا تحمل، حلم، رحم اور فراست آپ کی موجودگی کو رحمتِ خداوندی بناتے ہوئے تھی۔ صبح سویرے سے شام تک سوائے ایک تھوڑا عرصہ غذا کے بعد قیلولہ کر لینے کے آپ دنیا کے ہر ملک سے آئے ہوئے خطوط کے جواب اور بے شمار امورات امری و انتظامانہ داری میں مشغول رہتے۔ سہ پہر کے وقت آپ عموماً تفریح کے لئے باہر تشریف لے جاتے۔ مگر اس وقت بھی چند ایک زائرین آپ کے ہمراہ ہوتے۔ جن سے آپ روحانی امور پر بات چیت کرتے۔ آپ اس وقت غربا کے

گھروں میں جاکر ان کی خدمت کرتے اور ان کی ضروریات مہیّا فرماتے۔ واپس آنے پر آپ مجلس احباب میں جو روزانہ آپ کے دالان میں منعقد ہوتی تشریف لے جاتے۔ صبح اور شام کے کھانے کے وقت آپ زائرین اور احباب کی ایک جماعت کے ساتھ کھانا کھاتے اور اپنے مہمانوں کو مزاحی کہانیاں سُنا کر یا رُوحانی مسائل پہ گفتگو فرماکر محظوظ فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا گھر خوشی اور ہنسی کا گھر ہے اور فی الحقیقت ایسا ہی تھا۔ آپ کی بڑی خوشی اِس میں تھی کہ مختلف اقسام و الوان اور ادیان کے لوگ اتحاد اور دلی دوستی کے ساتھ آپ کے دسترخوان پر جمع ہوں۔ آپ نہ صرف احبابِ حیفا کے لیے بلکہ کُل دُنیا کے اہلِ بہاء کے لیے ایک پُر محبت باپ کی طرح تھے۔

صعود

عبد البہاء کے بیشمار کام باوجود بڑھتی ہوئی جسمانی کمزوری کے بغیر کسی کمی کے آپ کی زندگی کے ایک یا دو روز پہلے تک جاری رہے ۲۵ نومبر سنہ ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن دوپہر کو آپ مسجد حیفا کو گئے اور غربا میں حسب معمول اپنے ہاتھ سے خیرات تقسیم کی۔ کھانے کے بعد آپ نے چند خطوط لکھوائے کچھ آرام کرنے کے بعد آپ باغ میں تشریف لے گئے اور باغبان سے باتیں کرتے رہے۔ شام کے وقت آپ گھر کے ایک نہایت وفادار اور پیارے خادم کی شادی میں شریک ہوئے اور بعد ازاں حسب معمول احباب کی مجلس میں شریک ہوئے۔ کوئی تین دن بعد ۲۸ نومبر پیر کے دن رات کو ڈیڑھ بجے کے قریب آپ ایسے آرام سے صعود فرماگئے کہ آپ کی دو بیٹیوں کو جو آپ کے پلنگ کے پاس بیٹھی تھیں ایسا معلوم ہوا کہ آپ آرام کی نیند سو رہے ہیں۔

یہ غم افزا خبر شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔ برقی پیامات (ٹیلیگرام) نے اُسے دنیا کے ہر حصّے میں پہنچا دیا۔ دوسری صبح (۲۹ نومبر منگل کے دن) آپکا

جنازہ اٹھایا گیا۔
ایسا جنازہ جس کی نظیر حیفا ہی نہیں بلکہ کل فلسطین نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ احساسِ الم کا یہ حال تھا کہ بہت سے مذاہب، اقوام اور زبانوں کے لوگ اپنا سوزِ قلب ظاہر کرنے کے لئے جمع ہوئے۔

ہائی کمشنر سر ہربرٹ سموئیل۔ بیت المقدس اور فونیشیا کے گورنر صاحبان حکومت کے افسرانِ اعلیٰ مختلف ممالک کے سفیر جو حیفا میں مقیم تھے اور مختلف مذاہب کے سربرآوردہ اشخاص۔ اُمرائے فلسطین۔ یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان۔ دروزی۔ مصری یونانی۔ ترک۔ کُرد۔ امریکائی۔ یورپی اور دیسی دوستوں کا ایک جمِ غفیر، مرد، عورتیں بچے۔ امیر و غریب۔۔ سب کوئی دس ہزار کے قریب اپنے محبوب کے لئے نوحہ کناں تھے سب لوگ بیک آواز رو رو کر چلاتے تھے " اے خدا۔ ہمارے خدا! ہمارا باپ آج ہمیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔"

آہستہ آہستہ یہ گروہ کوہِ کرمل (انگورستانِ خدا) کی طرف چلا۔ دو گھنٹے چلنے کے بعد حضرت باب کے روضۂ مبارکہ کے باغ میں پہنچے۔ اس جمِ غفیر میں مختلف مذاہب (مسلمان۔ عیسائی۔ یہودی) کے نمائندے شریک تھے۔ سب کے دل عبدالبہا کی محبت اور فرقت سے بے قرار اور بے اختیار تھے۔ بعض نے موقع کے تاثرات سے متاثر ہو کر اور بعض نے پہلے سے تیار کردہ تقریریں کیں۔ عبدالبہا کی تعریف و ثنا اور اپنے رنج کا اظہار اور اس طرح اپنے پیارے کی الوداع کے وقت اپنی آخری عقیدت کا ثبوت دیا۔ سب نے متحداً آپ کو دانا معلم اور اس دُکھ بھرے پریشان کن زمانے میں نوعِ انسان میں اتحاد کا بانی ثابت کیا۔ اِن نمائندوں نے اس قدر کہا کہ اہلِ بہاء کے لئے کچھ کہنے کو باقی نہ رہا۔"

(صعودِ عبدالبہاء مصنفہ لیڈی بلام فیلڈ و شوقی آفندی)

نو مقررین نے جو مسلم، عیسائی اور یہودی جماعتوں کے ممتاز نمائندے
تھے اُس پاک اور شریف ہستی کے لئے جو ابھی صعود فرما ہوئی تھی۔ اپنی محبت اور
تمجید کی نہایت فصیح اور دلسوز گواہی دی۔ تب صندوق آہستہ آہستہ اپنے پاک
اور سادہ روضہ میں اُتارا گیا۔

بیشک یہ اس ہستی کی خدمات کا جس نے اپنی عمر بھر مختلف مذاہب،
مختلف ادیان اور مختلف اقوام اور مختلف زبانوں کے متحد کرنے کی سعی کا شایان
صلہ تھا۔ صلہ بھی اور اس بات کا ثبوت بھی کہ آپ کی زندگی کا کام بے ثمر نہیں
رہا۔ یعنی اُصول بہاءاللہ جو اُس کے الہام کا منبع اور اُس کی روح رواں تھے
دنیا میں سرایت کرنے لگ گئے تھے اور فرقہ و ذات کی بندشیں جو صدیوں
سے مسلمانوں، یہودیوں۔ عیسائیوں اور دوسری مختلف اقوام کو جن میں نوع انسان
بٹ رہی تھی علیحدہ رکھ رہی تھیں، نابود ہو رہی تھیں۔

الواح اور خطابات

عبدالبہاء کی تحریرات، الواح کی صورت میں جو احباب
اور سائلین کو لکھی گئیں بے شمار ہیں۔ آپ کے بہت سے
خطابات اور لکچر چھپ بھی چکے ہیں۔ ہزاروں زائرین میں سے جنھوں نے عکا اور حیفا
میں آپ کی مُلاقات کا شرف حاصل کیا۔ بعض نے اپنے تأثرات کا حال لکھکر چھپوا
دیا ہے اور یہ اَب چھپی ہوئی صورت میں مل سکتے ہیں۔ اس طرح آپ کی تعلیمات
پورے طور پر محفوظ ہیں اور ان تعلیمات کے مضامین ایک وسیع سلسلہ پر حاوی ہیں
مشرق و مغرب کے بہت سے مشکل مسائل کا آپ نے مفصل حل بیان کیا ہے۔ اور بہاءاللہ
کے عام اُصول کا تفصیلاً اِن سے انطباق کر کے دکھایا ہے۔

آپ فارسی عربی اور ترکی زبانیں جانتے تھے۔ آپ کے مغربی سفروں میں آپکی
گفتگو اور خطابات ترجمہ کئے جاتے تھے۔ جو اگرچہ ترجمہ میں اپنی بہت سی خوبصورتی

کھو دیتے تھے۔ تو بھی وہ جو آپ کے بیان میں ہوتی تھی ایسی قوی تھی کہ سب سامعین بہت متاثر ہو کر جاتے تھے۔

عبدالبہاء کا مقام

جمالِ مبارک نے جو بے نظیر اور مبارک مقام عبدالبہاء کو عطا کیا تھا وہ آپ کی الواح سے ظاہر ہے :۔

قولہٗ جلّ ذکرہٗ :۔ جب میری ہستی کا سمندر موجیں مارنے سے رک جائے گا اور میرے الہامات کی کتاب ختم ہو جائے گی تو اس کی طرف متوجہ ہونا۔ جسے خدا کے ارادہ نے چاہا ہے اور جو قدیم جڑ کی شاخ ہے۔

اور پھر فرمایا ہے کتاب اللہ میں سے جو کچھ تمہاری سمجھ میں نہ آسکے اُسے اُس سے جو اُس بڑے تنے کی شاخ ہے دریافت کرو۔

حضرت عبدالبہاء خود بھی لکھتے ہیں "کتابِ اقدس کے صریح بیانات کے مطابق حضرت بہاءاللہ نے مرکزِ میثاق کو اپنے کلام کا مفسر مقرر فرمایا ہے۔ یہ میثاق اس قدر مضبوط اور قوی ہے کہ شروع سے ابتک کسی ظہور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

جس مکمل عبودیت سے حضرت عبدالبہاء نے حضرت بہاءاللہ کی تعلیمات کو مشرق اور مغرب میں پھیلایا اُس سے اکثر احبائے الٰہی کو اُن کے مقام کے متعلق شبہ ہو جاتا تھا۔ وہ احباب جنھوں نے امرِ بہائی کے دینی اثرات سے متاثر ہو کر اپنے پرانے اور رسمی عقائد کا قلع و قمع دیکھ لیا تھا انھوں نے جب حضرت عبدالبہاء کے اقوال و اعمال میں زبردست خلوص روحانی مضمر پایا تو انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت عبدالبہاء کی تعظیم و توقیر یہی ہے کہ ان کو مستقل ظہورِ الٰہی کا مرتبہ دیا جائے۔ اور اُن کو رجعتِ ثانی مسیح سے مشابہ کیا جائے۔ لیکن حضرت عبدالبہاء کو یہ محسوس کرکے سب سے زیادہ رنج ہوا کہ احباب یہ نہ سمجھ سکے آپ کی ذاتِ اقدس میں خدمتِ امر کی

جو استعداد ہے وہ آفتاب حقیقت (حضرت بہاءاللہ) کے پرتو کا اثر ہے جو آپ کے آئینۂ روح میں منعکس ہے اور آپ خود آفتاب حقیقت یعنی مظہر مستقل نہیں ہیں اور تمام نوعِ انسان کو متحد کرنے کی وہ طاقت جو پہلے ظہورات کو عطا نہیں ہوئی تھی وہ صرف حضرت بہاءاللہ کے امرِ مبارک ہی میں ہے۔ حضرت عبدالبہاء کی تبلیغ کے زمانہ میں یعنی ۱۸۹۲ء سے ۱۹۲۱ء تک امرِ بہائی اپنی نشو و ترقی کے بہت سے درجے طے کر گیا اور اس میں تمام دنیا کا قانونِ نظامی بننے کی صلاحیت نظر آنے لگی۔ اس ترقی کے لئے حضرت عبدالبہاء کی مسلسل ہدایات اور تاکیدی رہنمائی لازمی تھی۔ کیونکہ اس نئے پیام و الہام میں جو اس زمانہ میں تمام روئے زمین کے لئے بھیجا گیا ہے جو زبردست قوتیں ودیعت ہیں ان کو صرف حضرت عبدالبہاء ہی جانتے تھے۔

ان باتوں کو دیکھ کر اہل بہاء حضرت عبدالبہاء کی ہدایات و ارشادات کو روحانی اختیارات کا وہی درجہ دینے لگے جو ایک مستقل مظہر ظہور کے لئے مناسب ہے۔ لیکن آپ کے صعود فرمانے کے بعد جب آپ کی وصایائے مبارکہ ظاہر ہوئیں اور حضرت شوقی آفندی ولیِ اوّل امراللہ نے ان کے مطالب بیان فرمائے تو یہ امر واضح ہو گیا۔

اور اب اہل بہاء ایسے والہانہ جوش کے زیرِ اثر کام نہیں کرتے بلکہ اب یہ لوگ حضرت عبدالبہاء کی عبودیت و خدمت کے راز کو خوب سمجھ گئے ہیں۔ اور آپ کی یگانہ و یکتا خدمت امر کی پوری پوری قدر کرتے ہیں۔

۱۸۹۲ء میں جب حضرت عبدالبہاء جو امرِ بہائی کے مفسر و مبین تھے پھر قید ہو کر جلاوطن کر دیئے گئے۔ تو معلوم ہوتا تھا کہ امرِ بہائی بالکل کمزور اور بے مایہ و مدد گار ہے۔ لیکن اب (یعنی حضرت عبدالبہاء کی خدمات امر کے بعد) اس کی زبردست قوت آشکار ہوئی۔ اور دنیا کے تقریباً چالیس ملکوں میں اس کی منظم جماعتیں بن گئی ہیں

اور آپ کی زبردست تعلیمات دنیا کی فرسودہ تہذیب کو رخصت کر رہی ہیں۔
اور یہی تعلیمات مایوس نوع انسان کے مستقبل کی ضمانت کر سکتی ہیں۔ حضرت عبدالبہا
نے اپنی وصایائے مبارکہ میں حضرت باب و حضرت بہاء اللہ کے مقاموں اور نیز اپنی
ماموریت کے اسرار کو بڑی وضاحت سے بیان فرما دیا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"اہل بہاء کے ایمان کی بنیاد یہ ہے کہ رب اعلیٰ (حضرت باب جل اسمہ)
توحید الٰہی کے مظہر اور جمال مبارک کے مبشر و مُبشّر ہیں۔ اور حضرت جمال ابہیٰ
(حضرت بہاء اللہ) جل اسمہ الاعلیٰ (میری جان آپ کے مستقیم دوستوں پر فدا ہو)
خدا کے ظہور اعظم اور اس جوہر الوہیت کے آفتاب ہیں۔ باقی تمام ان کے بندے
اور ان کے حکم کے ماننے والے ہیں۔"

مندرجہ بالا اور دیگر الواح میں حضرت عبدالبہاء نے تاکید فرمائی ہے کہ
امر بہائی کی معلومات کی بنیاد آپ کی وہ الواح ہیں جو عام طور پر سب کے لئے
تحریر ہوئی ہیں۔ اور آپ کے اس تاکیدی بیان سے عقیدوں میں اتحاد پیدا
ہونا شروع ہو گیا۔ اور آپ کی اُن الواح سے جو آپ نے کچھ مخصوص لوگوں کے
نام مخصوص سوالات کے جواب میں لکھی تھیں کچھ اختلافات پیدا ہو گئے تھے وہ سب
رفع ہو گئے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک معیّن نظام قائم ہو گیا ہے جس کے
رئیس حضرت ولی امر اللہ ہیں۔ اور اس نظام کا یہ اثر ہوا کہ وہ رسوخ و اثر
جو مخصوص لوگوں کو بہائی مقامی جماعتوں میں حاصل تھا وہ بجائے شخصی اثرات کے
اداروں یعنی جماعتوں میں منتقل ہو گیا۔

بہائی زندگی کا نمونہ

بہاء اللہ کے ذریعہ کلام نازل ہوا۔ آپکی قید کے چالیس سالوں
میں آپ کو اپنے ہمجنسوں سے ملنے کا بہت کم موقعہ
ملا۔ اس لئے یہ اہم کام عبدالبہاء کے ذمہ ہوا کہ آپ وحی الٰہی کے مفسر، کلام اللہ

کے عامل اور دنیائے موجودہ کی بیشمار تحریکات کے مختلف پہلوؤں میں بہائی زندگی کا نمونہ بن کر دکھائیں۔ آپ نے یہ دکھا دیا کہ زندگی کے موجودہ شور و شغب اور عالمگیر مادی مرفہ الحالی کے لئے جدّ و جہد کے درمیان یہ بھی ممکن ہے کہ انسان ایسی زندگی جو کلیتہً عبادتِ خدا اور خدمتِ نوعِ انسانی پر مشتمل ہے بسر کرسکتا ہے۔ امتحانات و مصائب کے درمیان جبکہ ایک طرف دغا، دوسری طرف محبت۔ تعریف۔ وفا و عقیدت تھے آپ ایسے لائٹ ہاؤس کی طرح قائم رہے جس کی بنا چٹان پر ہو اور جس کے گرد طوفانوں کی سختی اور سمندروں کی لہریں ٹکرائیں۔ اِن سب حالات میں آپ کی متانت اور آپ کا استقلال یکساں غیر متزلزل اور مستقل رہا۔ آپ ایمان کی زندگی بسر کرتے تھے اور آپ اپنے احباب کو بھی دنیا میں ایسی ہی زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ جنگ و آشوبِ دُنیوی کے درمیان آپ نے اتحاد اور صلح کے جھنڈے اور نئے دَور کے علَم کو بلند کیا۔ اور جو کوئی آپ کی مدد کے لئے کھڑا ہوا اُسے آپ نے نئے دَور کی رُوح سے بھر دیا۔

یہ وہی روحِ پاک ہے جو پُرانے زمانوں کے انبیاء و اولیاء کے الہام کا منبع تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ نئے وقت کی ضروریات کے مطابق اس کی تجلّیات بھی نئی ہیں۔

پانچواں باب

بہائی کون ہے؟

انسان کو چاہئے کہ باثمر ہو۔ بے ثمر انسان حضرت مسیح روح اللہ کے فرمان کے مطابق اُس درخت کی مانند ہے جو میوہ نہ دے۔ اور درخت بے ثمر آگ میں جھونکنے کے لائق ہے۔ (کلماتِ فردوسیہ)

ہربرٹ سپنسر کا قول ہے کہ کوئی اکسیر سیاسی، سیسے جیسے ادنیٰ اعمال کو سونے جیسی اعلیٰ فطرت میں تبدیل نہیں کر سکتی۔ بعینہ یہ اس حقیقت کے لئے بھی سچ ہے کہ کوئی اکسیر سیاسی سیسے جیسے افراد سے سونے جیسی ہیئتِ اجتماعیہ پیدا نہیں کر سکتی۔ حضرت بہاء اللہ نے تمام پہلے مظاہر الٰہی کی مانند اس صداقت کا اعلان کیا اور فرمایا کہ اگر خدا کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنا مقصود ہے تو یہ پہلے قلوب انسان میں جاگزیں ہونی چاہئے۔ اس لئے ہم اب تعلیمات کا وہ پہلو بیان کرتے ہیں جو انفرادی اخلاق اور چال چلن سے تعلق رکھتا ہے اور ہماری سعی یہ ہوگی کہ ہم ناظرین کے سامنے ایک شخص بہائی کی زندگی کی صاف صاف تصویر پیش کریں۔

بہائی طرزِ زندگی ایک موقع پہ حضرت عبد البہا سے پوچھا گیا کہ بہائی سے کیا مراد ہے؟

تو آپ نے فرمایا :-

"بہائی ہونے سے فقط یہ مراد ہے کہ تمام دنیا سے محبت کرے۔ نوع انسان کا عاشق ہو اور اس کی خدمت کرنے کی فکر میں رہے۔"

ایک دوسرے موقع پر بہائی کی تعریف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :-

"بہائی وہ ہے جو تمام مشاغلِ انسانیت میں باحسن الوجوہ حصہ لے۔"

لندن کے ایک خط میں آپ نے فرمایا :-

"وہ شخص جو تعلیماتِ بہاء اللہ کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے بہائی ہے۔ اس کے برعکس ایک شخص خواہ پچاس برس تک اپنے آپ کو بہائی کہے۔ اگر وہ تعلیماتِ بہاء پر نہیں چلتا تو وہ بہائی نہیں ہے۔ ایک بدصورت انسان اپنے آپ کو خوبصورت کہہ سکتا ہے۔ پر وہ کسی دوسرے کو یہ فریب نہیں دے سکتا۔ ایک سیاہ رنگ شخص اپنے آپ کو گورا چٹا کہہ سکتا ہے۔ مگر وہ کسی اور کو حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی یہ دھوکا نہیں دے سکتا۔" (عبدالبہاء لندن میں صفحہ ۱۰۷)

مگر وہ شخص جو خدا کے مظاہر کو نہیں جانتا وہ اس درخت کی طرح ہے جو سایہ میں اُگے۔ اگرچہ وہ سورج کو نہیں جانتا۔ مگر اس کا کلیتہً انحصار اسی پر ہے۔ مظاہر اولوالعزم روحانی آفتاب ہیں اور بہاء اللہ اس یوم کا آفتاب ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں۔

ایامِ گذشتہ کے آفتابوں نے دنیا کو گرمایا اور زندگی بخشی۔ اگر یہ آفتاب نہ چمکتے ہوتے تو دنیا آج سرد اور مردہ ہوتی۔ لیکن آج کے آفتاب کی حرارت اور دھوپ اُن پھلوں کو پختہ اور رسیلا بنائے گی جنھیں پہلے آفتابوں نے پیدائش کا جامہ پہنایا تھا۔

عبادتِ الٰہی | بہائی زندگی کو پورے پورے طور سے حاصل کرنے کے لئے

بہاء اللہ کے ساتھ بلاواسطہ اور باہوش تعلق ایسا ہی لازمی ہے جیسے سوسن یا گلاب کھِلنے کے لئے دھوپ۔ بہائی، بہاء اللہ کی انسانی شخصیت کی پوجا نہیں کرتے بلکہ اُس بہاء یا جلالِ الٰہی کی پرستش کرتے ہیں جو آپ کی شخصیت کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ وہ حضرت مسیح۔ حضرت محمد اور دیگر مظاہرِ قبل کا احترام کرتے ہیں اور اس نئے دور میں بہاء اللہ کو خدا کے پیغام کا حامل سمجھتے ہیں جس میں ہم رہ رہے ہیں وہ حضرت بہاء اللہ کو دنیا کا وہ معلّمِ اعظم سمجھتے ہیں جو اپنوں سے پہلوں کے کام کو جاری رکھنے اور کامل کرنے کے لئے ظہور فرما ہوا ہو۔

کسی عقیدہ کا اقرار کسی شخص کو بہائی نہیں بناتا۔ نہ صرف چال چلن کی ظاہرہ پختگی اسے اس مقام کا مالک بناتی ہے۔ بہاء اللہ آپنے پیروؤں سے کامل اور صمیمی تسلیم و عبادت چاہتے ہیں۔ اس قسم کی تسلیم و عبادت کا مرکز بننے کا مستحق فقط خدا ہے بہاء اللہ خدا کے مظہر اور اُس کی مشیّت کے ظاہر کرنے والے کی حیثیت سے کلام کرتے ہیں۔ مظاہرِ قبل نے بھی اس نکتہ پر پوری پوری روشنی ڈالی ہے۔ مسیح نے فرمایا:۔

"اگر کوئی شخص میری پیروی کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہئے کہ اپنے آپ کا انکار کرے اور اپنی صلیب اُٹھا کر میرے پیچھے آئے۔ کیونکہ جو اپنی زندگی بچانا چاہتا ہے وہ اسے کھوئے گا اور جو اپنی جان میری خاطر کھوئے گا وہ اُسے پائیگا۔"

تمام مظاہرِ الٰہی نے مختلف الفاظ میں اِسی قسم کا تقاضا اپنے پیروں سے کیا ہے اور تاریخ ادیان صاف طور سے بتاتی ہیں کہ جبتک یہ تقاضا خالص دل سے مانا اور قبول کیا گیا، دین باوجود ہر قسم کی مخالفتوں کے باوجود بے شمار مصائب و مظالم کے اور باوجود اس کے پیروؤں کے قتلِ عام کے ترقی کرتا گیا۔ اس کے برعکس جوں جوں اس سے چشم پوشی کی گئی اور تکبّر اور عزت کی باطل ریستی کامل ایثار کی جگہ لیتی گئی، دین گھٹتا گیا۔ یہ ظاہری دکھاوے کی چیز تو ہو گیا۔ مگر

اس میں سے طبائع کو بدلنے کی قوت مفقود ہوگئی۔ اور کرامات کی طاقت جاتی رہی۔ سچا دین آجتک کبھی رسمی نہیں ہوا۔ خدا کرے ایک دن یہ ایسا ہو جائے۔ مگر اب تک تو مسیح کے زمانہ جیسا ہی ہے۔ کہ ...." زندگی کا راستہ تنگ اور دروازہ چھوٹا سا ہے۔ اور فقط چند اُسے پاتے ہیں۔"

رُوحانی پیدائش کا دروازہ جسمانی پیدائش کے دروازہ کی طرح فرداً فرداً ایسے لوگوں کو داخل کرتا ہے جو بوجھ کے بغیر ہوں۔ اگر زمانہ آئندہ میں ماضی کی نسبت زیادہ لوگ اس دروازہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہوں تو یہ دروازہ کے فراخ ہونے کے سبب نہ ہوگا بلکہ لوگوں کے اس ایثار و تسلیم کے اختیار کرلینے کے سبب ہوگا جو خدا کا تقاضا ہے۔ کیونکہ ندتوں کے تلخ تجربے انھیں خدا کے راستے کو چھوڑ کر اپنے راستے پر چلنے کی حماقت کو بے نقاب کر کے دکھا دیں گے۔

حقیقت کی تلاش

بہاء اللہ نے اپنے تمام پیروں پہ انصاف کرنا فرض قرار دیا ہے اور انصاف کی تعریف یوں فرمائی ہے:۔

"انسان کا توہمات و تقلید سے آزاد ہونا تاکہ وہ مظاہرِ الٰہی کو وحدت کی آنکھ سے دیکھ سکے اور تمام اُمور میں بصرِ حدید سے کام لے۔" (کلماتِ حکمت)

یہ ضروری ہے کہ ہر فرد واحد خدا کے جلال و جمال کو بہاء اللہ کی انسانی ہیکل میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پہچانے ورنہ بہائی ایمان اُس کے لئے لفظِ بےمعنی ہوگا۔ تمام مظاہرِ الٰہی نے انسانوں کو اسی بات کی طرف بلایا ہے کہ وہ اپنی آنکھیں کھولیں۔ انھیں بند نہ کریں۔ اپنی عقل کو استعمال میں لائیں۔ اُسے بیکار نہ کریں تقلیدی اعتقاد نہیں بلکہ صاف نظر اور آزاد خیالی ہی انھیں تعصبات کے بادلوں کے گھیرے اور تقلید کی بیڑیوں کو اُتار پھینکنے کے قابل بنائے گی اور انھیں تازہ وحی کی صداقت کو جاننے میں کامیابی عطا کرے گی۔

ہر فرد بہائی لازماً حقیقت کا پے جوئی جویا ہوگا۔ مگر اس کی تلاش صرف مادی میدان تک ہی محدود نہ ہوگی۔ اس کی روحانی احساس کی قوتیں بھی ایسی ہی بیدار ہوں گی جیسی جسمانی قوتیں حقیقت کو حاصل کرنے کے لئے۔ وہ خدا کی عطا کردہ تمام قوتوں کو استعمال کریگا۔ اور بغیر مضبوط اور کافی دلیل کے کسی بات کا یقین نہ کرے گا۔ اگر اس کا دل پاک اور اس کا قلب تعصبات سے آزاد ہے تو پُرجوش طالب، خدا کے جمال کو پہچاننے میں کبھی ناکامیاب نہ ہوگا خواہ وہ کسی ہیکل میں بھی جلوہ گر ہو۔

بہاءاللہ نے فرمایا ہے:-

"انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو جانے اور اُن چیزوں کو پہچانے جو عزت یا ذلت کی طرف۔ عروج یا زوال کی جانب۔ غنا یا افلاس کی سمت لے جاتی ہیں۔" (لوح طرازات)

"تمام علوم کی جڑ خداوند جل جلالہٗ کا علم ہے اور یہ علم اس کے ظہور کے واسطے کے سوا ناممکن ہے" (کلمات حکمت)

مظہر اللہ، کامل انسان، نوعِ انسان کے لئے سب سے اعلیٰ نمونہ اور شجرِ انسانیت کا پہلا پھل ہے۔ جبتک ہمیں اس کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ ہمیں ان قوتوں کا علم بھی حاصل نہیں ہوتا جو ہمارے اندر مخفی ہیں۔ مسیح ہمیں بتلاتا ہے کہ جنگل کے پھولوں پر غور کریں اور کہتا ہے کہ سلیمان اپنی تمام شان و شوکت سے آراستہ ان میں سے ایک کی مانند بھی نہ تھا جنگلی پھول بہت ہی بدصورت بیج سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ہم نے پھول کو کھلے ہوئے کبھی نہ دیکھا ہوتا۔ کبھی اس کے پتوں اور پھول کی بے نظیر خوبصورتی پر نگاہ نہ ڈالی ہوتی تو ہم اس حقیقت سے کس طرح واقف ہوتے جو بیج میں پنہاں تھی۔ بیج کے ہم جس قدر چاہیں ٹکڑے کریں نہایت غور و خوض سے اس کے ہر ذرہ کو جانچیں۔ مگر ہم اس حسنِ خفتہ کو کبھی معلوم نہیں کر سکتے جسے باغبان

بیدار کرنا چاہتا ہے۔ اسی طرح جب تک ہم خدا کے جلال و جمال کو اس کے ظہور میں ظاہر نہیں دیکھ لیتے اس وقت تک ہم اس روحانی حسن کا ذرہ بھر بھی خیال نہیں کر سکتے جو خود ہمارے اندر اور ہمارے ہمجنسوں کے اندر پوشیدہ ہے۔ خدا کے ظہور کو جاننے، اس سے محبت رکھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہم رفتہ رفتہ ان قوی کمالات کا احساس کرنے لگتے ہیں جو ہمارے اندر موجود ہیں تب اور صرف تب ہی ہم پر زندگی اور کائنات کا مطلب اور اس سبب معانی منکشف ہوتے ہیں۔

خدا کی محبت

مظہر خدا کا علم رکھنے سے مراد اس سے محبت کرنا بھی ہے۔ ایک کا دوسرے کے بغیر ہونا ناممکن ہے۔ بہاء اللہ کی تعلیمات کے مطابق انسان کی پیدائش کا مقصد خدا کا عرفان اور اس کی پرستش ہے۔ آپ نے ایک لوح میں فرمایا ہے:۔

"کل کائنات کی پیدائش کا سبب محبت ہے۔ جیسا کہ اس مشہور حدیث میں آیا ہے۔ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا اور میں چاہتا تھا کہ میرا عرفان ہو اس لئے میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ وہ میرا عرفان حاصل کریں"

کلمات مکنونہ میں فرماتے ہیں:۔

"اے پسر وجود! مجھ سے محبت کر تاکہ میں تجھ سے محبت کروں اگر تو مجھ سے محبت نہیں کرتا تو میری محبت کبھی تجھ تک نہیں پہنچ سکتی۔ پس اے بندے اسے اچھی طرح جان لے۔

اے پسر منظر اعلیٰ! میں نے تجھ میں اپنے میں سے ایک روح رکھی ہے تاکہ تو میرا چاہنے والا ہو سکے تو کیوں مجھے چھوڑ کر دوسر

کی محبت کا جویا ہوتا ہے؟

خدا کا عاشق ہونا ہر بہائی کی زندگی کا واحد مقصد ہے۔ یعنی خدا کو اپنا قریب ترین دوست اور شفیق ترین ساتھی، بے نظیر محبوب جاننا اور اس کے حضور میں کامل مسرت حاصل کرنا۔

خدا کو پیار کرنے سے مراد ہر چیز اور ہر شخص کو پیار کرنا ہے۔ کیونکہ سب خدا کے ہیں سچا بہائی عاشق کامل ہوگا۔ وہ نہایت جوش کے ساتھ خالص دل سے ہر ایک کو پیار کرے گا۔ وہ کسی سے نفرت نہ کرے گا۔ وہ کسی کو حقیر نہ جانے گا۔ کیونکہ وہ ہر چہرے میں اپنے محبوب کا چہرہ دیکھنا سیکھ گیا ہے۔ وہ ہر جگہ اپنے محبوب کے آثار دیکھتا ہے۔ اس کی محبت کسی فرقے۔ قوم۔ جماعت یا نوع سے محدود نہ ہوگی

بہاء اللہ فرماتے ہیں :۔

"پہلے زمانوں میں یہ کہا گیا تھا کہ اپنے وطن سے محبت کرنا ایمان ہے۔ مگر عظمت کی زبان اس ظہور میں ارشاد فرما ہے "فخر اس کے لئے نہیں جو اپنے وطن سے محبت کرتا ہے۔ بلکہ فخر کے قابل وہ ہے جو تمام عالم انسانی سے محبت رکھتا ہے۔" (لوح العالم)

پھر فرماتے ہیں :۔

"مبارک ہے وہ جو اپنے بھائی کو اپنے پر ترجیح دیتا ہے۔ ایسا شخص اہل بہاء میں سے ہے۔" (کلمات فردوسیہ)

عبد البہاء فرماتے ہیں کہ ہمیں بہت سے جسموں میں ایک واحد روح کی مانند ہونا چاہئے کیونکہ جس قدر ہم ایک دوسرے کو پیار کرتے ہیں، اسی قدر ہم خدا کے نزدیک تر ہوتے ہیں۔

اسی طرح مظاہر الہی کے لائے ہوئے ادیان الہی ایک ہیں - اگرچہ

ان کے نام اور ان کی اصطلاحیں مختلف ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ آفتاب کا عاشق ہو خواہ کسی مشرق سے چمکے۔ ہمیں تو گلاب سے پیار ہونا چاہئے خواہ وہ کسی زمین سے اُگے۔ ہمیں تو حقیقت کا متلاشی ہونا چاہئے۔ خواہ وہ کسی سرچشمہ سے ملے۔ لیمپ سے پیار کرنا روشنی سے پیار کرنا نہیں ہو سکتا۔ زمین سے دل کو لگانا ہماری شان کے شایاں نہیں۔ ہمیں تو سزاوار یہ ہے کہ ہم گلاب سے لطف اُٹھائیں جو زمین سے اُگتا ہے۔ درخت سے محبت بیکار ہے پھل کھانا البتہ فائدہ مند ہے۔ سچ خواہ کوئی بھی بولے ہمیں قبول کر لینا چاہئے۔ سچی باتیں خواہ کسی کتاب میں لکھی ہوں۔ ہمیں قبول کر لینی چاہئے۔ اگر ہم تعصب سے کام لینگے تو محروم رہ جائینگے اور جہالت میں مُبتلا رہیں گے۔ دینوں اور قوموں اور جنسوں کے درمیان تنازعہ غلط فہمیوں کے سبب ہوتا ہے۔ جب ہم غور سے مختلف دینوں کی تحقیق کرتے ہیں تاکہ اُن کے بنیادی اُصولوں کو معلوم کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سب ایک ہیں۔ کیونکہ سب دینوں کی بنیادی حقیقت ایک ہے۔ ایک سے زیادہ نہیں۔ اسی اصول کے ماتحت مختلف دینوں کے ماننے والے متحد ہو جائینگے اور مل کر رہیں گے۔"

پھر فرمایا ہے :-

"احباب میں سے ہر ایک شخص دوسروں سے محبت کرے اور اپنے مال اور اپنی جان کا ان سے دریغ نہ کرے۔ ہر ممکن طریقہ سے دوسروں کو مسرور اور خوش بنانے کی کوشش کرے۔ مگر ان دوسروں کے لئے بھی واجب ہے کہ وہ بے غرض اور فدا کار رہوں۔ اس طرح یہ ضیاءِ آفتاب آفاق کو روشن کر سکتی ہے۔ یہ ترانہ کل لوگوں کو خوش اور پُر کیف بنا سکتا ہے

یہ روحانی دوا ہر درد کی دارو ہو سکتی ہے۔ یہ روح حقیقت ہر نفس کے لیئے زندگی کا باعث بن سکتی ہے۔"

(انگریزی الواح صبح البہار جلد اول صفحہ ۱۰۱)

انقطاع عبادت الٰہی تمام اُن چیزوں سے جو خدا کی نہیں ہیں انقطاع چاہتی ہے۔ یعنی تمام خواہشات سے منہ موڑنا۔ خواہ دنیا کے متعلق ہوں یا آخرت کے۔ خدا کی راہ میں خواہ غنا میں ہو یا فقر میں۔ صحت میں ہو یا بیماری میں۔ محلات میں ہو یا قید خانہ میں۔ گلشن میں ہو یا عذاب خانہ میں کہیں بھی ہو شخص بہائی اپنی قسمت کو بشاش دل اور پوری رضا و تسلیم کے ساتھ قبول کرے گا۔

انقطاع سے مراد اپنے ماحول سے احمقانہ بے پرواہی یا بے سمجھے بوجھے تباہی میں کود پڑنا نہیں۔ اور نہ ہی اس سے یہ مراد ہے کہ ہم اُن اچھی چیزوں سے نفرت کریں جو خدا نے پیدا کی ہیں۔ سچا بہائی نہ تو سخت دل ہو گا۔ نہ سست و بے پرواہ ہو گا۔ اور نہ ریاضاتِ شاقہ کا عادی۔ وہ خدا کی راہ میں بے اندازہ شوق اور بکثرت کام اور بے انتہا خوشی پاسکے گا۔ مگر خوشی کے ساتھ وہ اس راستہ سے ایک بال برابر بھی اِدھر اُدھر تجاوز نہ کرے گا۔ نہ وہ کسی ایسی چیز کیلئے دوڑ دھوپ کرے گا جو خدا نے اُسے نہیں دی۔ جب ایک شخص بہائی ہو جاتا ہے تو خدا کی مرضی اُس کی مرضی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خدا کے خلاف ہونا ہی ایک واحد چیز ہے جسے وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ خدا کی راہ میں کوئی غلطی اُسے اپنی طرف راغب نہیں کر سکتی۔ مصائب اُسے مایوس نہیں کر سکتے۔ محبت کا نور اُس کے تاریک ترین ایام کو روشن رکھتا ہے۔ دُکھ کو خوشی میں بدل دیتا ہے اور جان دینا اُس کے لیئے مسرت کا انتہائی جوش بن جاتا ہے۔ زندگی

شجاعت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتی ہے اور موت ایک دل خوش کن بات نظر آتی ہے۔ حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں:۔

"وہ جو اپنے دل میں ایک رائی کے دانے سے بھی کم میرے سوا کسی دوسرے کی محبت رکھتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ میری ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتا۔" (سورۃ الہیکل)

"اے ابن البشر! اگر تو میرے نفس سے محبت کرتا ہے تو اپنے نفس سے اعراض کر۔ اگر تو میری مرضی کا جویا ہے تو اپنی مرضی کا خیال نہ کر۔ تاکہ تو مجھ میں فنا ہو اور میں تجھ میں باقی رہوں"

"اے میرے بندے اپنے آپ کو اس دنیا کی پابندیوں سے آزاد کر اور قیدِ نفس سے آزاد ہو۔ وقت کی قدر کر کیونکہ پھر تو اسے کبھی نہ پائے گا۔ اور یہ موقع پھر تیرے ہاتھ نہ آئیگا۔"

(کلماتِ مکنونہ)

اطاعت عبادتِ الٰہی میں خدائی احکام کی پوری پوری اطاعت بھی شامل ہے۔ خواہ ان احکام کا سبب سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ملاح بے چون وچرا اپنے کپتان کا حکم مانتا ہے۔ اگرچہ وہ ان کی حکمت سے ناواقف ہو۔ اس کے حکم کو ماننا اندھی اطاعت نہیں۔ وہ اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کپتان ایک مدتِ مدید تک اس کام کو سیکھتا رہا ہے اور اپنی لیاقت کا کافی ثبوت دے چکا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو اس کے ماتحت کام کرنا حماقت ہوگی۔ پس شخصِ بہائی کو اپنی نجات کے کپتان کی بے چون وچرا اطاعت لازم ہے۔ مگر اس کے احمق ہونے میں کوئی شک نہ ہوگا اگر وہ پہلے اس بات کا یقین نہ کرلے کہ اس کپتان نے اپنی امانت کا پورا پورا ثبوت دیدیا ہے۔ اب اگر وہ

ایسا ثبوت پاکر اطاعت کرنے سے انکار کرے تو یہ اور بھی بڑی حماقت ہے کیونکہ دانا مالک کی عقلمندی اور ہوشیاری کی اطاعت سے ہی ہم اُس کی دانائی کے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ اور خود اس دانائی کے مالک بن سکتے ہیں۔ اگر کپتان دانا نہ ہو یا اگر خلاصی اُس کا حکم نہ مانیں تو جہاز کس طرح اپنی بندرگاہ پر پہنچ سکتا ہے۔ یا خلاصی کس طرح علم جہاز رانی کو سیکھ سکتے ہیں۔

مسیح نے نہایت وضاحت سے بتایا ہے کہ اطاعت ہی عرفان کا راستہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میری تعلیم، میری طرف سے نہیں بلکہ اُس کی طرف سے ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اگر کوئی شخص اُس کی مرضی کو پورا کریگا تو وہ اس سے بھی واقف ہو جائے گا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے یا میں اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں۔"

اسی طرح بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"خدا کا ایمان اور اُس کا عرفان پوری طرح حاصل نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ اس پر عمل کیا جائے جو اس نے حکم دیا ہے اور جو کچھ قلم جلال سے اُس نے کتاب میں نازل فرمایا ہے۔" (لوح تجلیات)

آجکل کی آزادی کے دنوں میں بے چون و چرا اطاعت عام خوبی نہیں کہلاتی ہے اور اس میں شک بھی نہیں کہ ایک معمولی انسان کا پوری طرح سے مطیع ہو جانا بربادکن ہوگا۔ مگر وحدت عالم انسانی اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جب ہر فرد بشر مشیت خداوندی کے ساتھ پورے پورے اتحاد سے رہے۔

اگر یہ مشیت وضاحت کے ساتھ نازل نہ ہو اور انسان تمام دوسرے رہنماؤں کو چھوڑ کر مظہر الٰہی کی پیروی نہ کرے تو جنگ و فساد جاری رہے گا۔ اور انسان

ایک دوسرے کی مخالفت پر جمے رہیں گے - اپنی قوت کا بہترین حصہ دوسروں کی سعی کے برباد کرنے میں صرف کرتے رہیں گے - حالانکہ انسانوں کا فرض ہے کہ خدا کے جلال اور عام بہبودی کے لیے متحد ہو کر کام کریں۔

خدمت

اپنے ہمجنسوں کی خدمت گذاری میں زندگی بسر کرنا بھی خدا کی عبادت میں شامل ہے - ہم اس کے سوا اور کسی طرح خدا کی خدمت نہیں کر سکتے - اگر ہم اپنے ہمجنسوں سے رُخ پھیرتے ہیں تو ہم خدا سے منہ موڑتے ہیں - مسیح فرماتے ہیں :-

"اگر تم نے میرے اِن بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے کی خدمت نہیں کی تو تم نے میری خدمت نہیں کی۔"

اسی طرح بہاء اللہ فرماتے ہیں :-

"اے پسر انسان! اگر تو فضل کا ناظر ہے تو اس کا خیال نہ رکھ جو تیرے مفاد کے لیے ہے - بلکہ اس (بات) کو پکڑ جس سے تیرے ہمجنسوں کا فائدہ ہو اور اگر تو عدل کو مدِنظر رکھتا ہے تو دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

عبدالبہاء نے فرمایا ہے :-

"امر بہائی میں علم و ہنر اور ہر قسم کی صنعت و حرفت عبادت شمار کی جاتی ہے - وہ شخص جو اپنی بہترین لیاقت سے ایمانداری کے ساتھ اپنی تمام قوتوں کو جمع کر کے ایک چھٹی کا کاغذ بناتا ہے اور اس کی تکمیل کرتا ہے وہ خدا کی عبادت کرتا ہے - مختصراً تمام کوشش و جانکاہی ایک شخص جو پورے دل سے کرتا ہے عبادت ہے بشرطیکہ اس کی پشت پر اعلیٰ ارادے اور خدمت نوع کی نیت ہو۔"

"نوعِ بشر کی خدمت کرنا اور اُن کی ضروریات کو پورا کرنا ہی عبادت ہے۔ خدمت دُعا ہے۔ ایک ڈاکٹر جو بیمار کا آہستگی محبت کے ساتھ اور تعصب سے بری ہوکر نوعِ بشر کی ہمدردی کا مضبوط جذبہ رکھتے ہوئے علاج کرتا ہے وہ خدا کی ثنا و تعریف کرتا ہے۔"

(ورڈز آف عبد البہا۔)

تبلیغ سچا بہائی، بہاء اللہ کی تعلیمات پر صرف یقین ہی نہ رکھے گا۔ بلکہ وہ انھیں اپنی زندگی کے تمام اُمور میں ہادی اور الہام کا سرچشمہ پائے گا اور نہایت رَوح و ریحان سے دوسروں کے پاس بھی وہ علم پہنچائے گا جو اُس کی بہبودی کا سرچشمہ ہے۔ ایسا کرنے سے ہی وہ رُوح القدس کی پوری پوری تائید اور توفیق حاصل کر سکے گا۔ سب فصیح مقرر یا عمدہ محرر نہیں ہو سکتے۔ مگر سب بہائی زندگی بسر کرنے سے تبلیغ کر سکتے ہیں۔ بہاء اللہ فرماتے ہیں:-

"اہل بہاء پر فرض ہے کہ وہ اپنے خداوند کی حکمت کے ساتھ خدمت کریں۔ دوسروں کو اپنی زندگی کے ذریعے تعلیم دیں۔ اور خدا کے نور کو اپنے اعمال سے ظاہر کریں۔ فی الحقیقت اعمال کا اثر الفاظ کے اثر سے قوی تر ہے۔ تبلیغ کے الفاظ کا اثر اُس کے مقصد کی پاکیزگی اور انقطاع پر منحصر ہے۔ بعض الفاظ پر قانع ہیں۔ مگر الفاظ کی صداقت اعمال سے پرکھی جاتی ہے اور روزانہ زندگی پر منحصر ہے۔ اعمال انسان کا مقام ظاہر کرتے ہیں۔ الفاظ اُس کے مطابق ہونے چاہئیں جو مشیتِ الٰہی کی زبان سے الواح میں ثبت ہیں۔"

(ورڈز آف عبد البہاء)

بہائی کسی حالت میں بھی اپنے خیالات کو زبردستی انھیں نہ منائے گا جو

سُننا نہیں چاہتے۔ وہ لوگوں کو ملکوتِ خداوندی کی جانب جذب کریگا۔ لیکن ہانک کر انھیں اس میں نہ لے جائے گا۔ وہ اُس نیک گڈریہ کی طرح ہوگا جو اپنے ریوڑ کی رہنمائی کرتا ہے اور اپنے ترانوں سے اپنی بھیڑوں کو محظوظ کرتا ہے نہ اُس کی طرح جو پیچھے سے ڈنڈے اور کُتّے کے ساتھ انھیں ہانکتا ہے۔ بہآء اللہ کلماتِ مکنونہ میں فرماتے ہیں :-

"اے پسرِ تراب! دانا وہ ہیں جو جب تک سننے والا نہیں پاتے لب کشائی نہیں کرتے۔ جس طرح ساقی تب تک جام پیش نہیں کرتا جب تک کوئی اس کا طالب نہیں ہوتا۔ اور عاشق اپنے دل کی تہ سے نالہ وفغاں نہیں کرتا جب تک وہ معشوق کے جمال کو دیکھ نہیں لیتا۔ دل کی پاک زمین میں دانائی کے بیج بو اور اُن کو چھپائے رکھ جب تک کہ عرفانِ الٰہی کے پھول دل سے اُگ آئیں نہ کہ گِل سے۔"

لوحِ اشراقات میں فرماتے ہیں :-

"اے اہلِ بہآء! تم محبت کے مطالع اور عنایتِ الٰہی کے مشارق ہو اپنی زبان کو طعن و تشنیع اور لعنت ملامت سے آلودہ نہ کرو۔ جو کچھ تمھارے پاس ہے (یعنی صداقت) اُسے ظاہر کرو اگر قبول ہو تو مراد حاصل ہوگئی ورنہ انکار کرنے والے کو ملامت کرنا یا اُس کے درپے ہو جانا بے فائدہ ہے۔ اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دو اور تم خدائے مہیمن وقیوم کی طرف متوجہ رہو کسی کے ادنیٰ رنج کا بھی باعث نہ ہو۔ فساد و نزاع کا تو

ذکر ہی کیا۔ امید ہے کہ تم عنایتِ الٰہی کے درخت کے سایہ تلے پرورش پاؤ اور خدا کی مشیت کے مطابق عمل کرو۔ تم سب ایک ہی درخت کے پتے اور ایک ہی سمندر کے قطرے ہو۔" بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

اخلاق و آداب

"اے اللہ والو! تمہیں ادب کی نصیحت کرتا ہوں۔ فی الحقیقت ادب تمام خوبیوں کا سردار ہے۔ مبارک ہے وہ جو راستی کی چادر سے ملبوس اور ادب کے نور سے منور ہے۔ ادب و تعظیم سے آراستہ شخص ایک بڑے مقام کا مالک ہے۔ امید ہے کہ یہ مظلوم اور سب لوگ اس سے فائز ہوں گے اور اس پر قائم رہیں گے اور اس کا لحاظ رکھینگے اسمِ اعظم کی قلم سے یہ اٹل حکم جاری ہوا ہے" (لوح العالم)

آپ بار بار اصرار فرماتے ہیں:۔

"تمام دنیا کی اقوام روح و ریحان سے ایکدوسرے کے ساتھ ملیں جلیں۔ اے لوگو تم تمام ادیان کے لوگوں کے ساتھ روح و ریحان سے ملو جلو۔"

عبدالبہاء بہائیانِ امریکہ کو ایک لوح میں فرماتے ہیں:۔

"خبردار، خبردار۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی کا دل دکھاؤ۔ خبردار خبردار! ایسا نہ ہو کہ تم کسی فرد کو ستاؤ۔ خبردار خبردار ایسا نہ ہو کہ تم کسی شخص سے نامہربانی سے پیش آؤ۔ خبردار خبردار۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی متنفس کی مایوسی کا سبب ہو۔"

اگر کوئی کسی کے دل دکھانے کا باعث یا کسی نفس کی مایوسی کا سبب ہو اس کے لئے یہ بہتر ہوتا کہ وہ زمین پر چلنے کی بجائے اپنے آپ کو

اس کی گہرائیوں میں جا چھپاتا ہے۔"

آپ تعلیم فرماتے ہیں کہ جس طرح پھول، غنچہ میں پوشیدہ ہے اسی طرح
ہر انسان کے دل میں خدا کی طرف سے ایک رُوح ودیعت ہے۔ خواہ اس کا ظاہر
کیسا ہی بدصورت اور درشت کیوں نہ ہو۔ سچا بہائی اس لئے ہر انسان کے ساتھ
ایسا ہی سلوک کریگا جیسا مالی ایک کمیاب و نازک پودے کے ساتھ کرتا ہے۔
وہ جانتا ہے کہ اُس کی بے تابانہ مداخلت کسی طرح بھی غنچہ کو پھول نہیں بنا سکتی۔
صرف قدرتی دھوپ ہی ایسا کر سکتی ہے۔ اس لئے اس کا مقصد۔ اس کی کوشش
صرف یہی ہوتی ہے کہ وہ اس حیات بخش دھوپ کو ہر تاریک دل اور گھر میں پہنچائے۔

پھر عبدالبہاء فرماتے ہیں:-

"بہاء اللہ کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم ہر انسان سے یہ تقاضا کرتی ہے
کہ وہ ہر حالت میں عفو کو مدنظر رکھے۔ اپنے دشمن سے محبت کرے
اور اپنے بدخواہ کو اسی نظر سے دیکھے جس نظر سے اپنے خیرخواہ کو
دیکھتا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک دوسرے کو اپنے خیال سے اپنا دشمن
سمجھے اور پھر اس کی برداشت کرے اور اس کے ساتھ تحمل سے پیش
آئے۔ یہ مکاری ہے۔ اصلی محبت نہیں۔ تمھیں تو لازم ہے کہ تم
اپنے دشمنوں کو دوست سمجھو۔ اپنے بدخواہوں کو اپنا خیرخواہ جانو۔
اور اُن سے ویسا ہی سلوک بھی کرو۔ تمھاری محبت، تمھاری مہربانی سچی
ہونی چاہئے۔ فقط تحمل ہی کافی نہیں۔ کیونکہ تحمل اگر دل سے نہ ہو
تو مکاری اور بناوٹ ہے۔" (سٹار آف دی ویسٹ جلد ۴ صفحہ ۱۹)

ایسی نصیحتیں اُس وقت تک سمجھ میں نہیں آتیں جب تک ہم یہ محسوس نہ کرلیں کہ اگرچہ
مادی اور ظاہری طور پر کوئی انسان ہم سے دشمنی کرے لیکن ہر شخص میں ایک باطنی

رُوحانی طبیعت ہے جو اصل انسان ہے اور جس سے سوائے محبت اور خیر خواہی کے اور کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اپنے پڑوسی کے اسی اصلی اور باطنی انسان کی طرف ہمارے خیال اور ہماری محبت کو راجع ہونا چاہیئے۔ جب باطنی انسان حرکت میں آتا ہے تو ظاہری انسان خود بخود بدل جاتا اور نیا بن جاتا ہے۔

چشم خطاپوش

بہائی تعلیمات کسی مضمون کو بھی ایسے تحکم اور تاکید سے بیان نہیں کرتیں جیسی کہ عیب جوئی اور غیبت سے پرہیز کرنے کو بیان کرتی ہیں۔ مسیح نے بھی اس مضمون پر نہایت زور دیا ہے۔ مگر اب لوگ "پہاڑی وعظ" کو عام طور سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ "یہ کامل نصیحتیں" ایسی ہیں جن پر عمل کرنے کی توقع ایک معمولی عیسائی سے نہیں کی جاسکتی۔

بہآء اللہ اور عبد البہآء دونوں نے نہایت وضاحت سے یہ دکھا دیا ہے کہ اس مضمون پر جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے وہ ہر ایک بہآئی پر فرض ہے۔ کلمات مکنونہ میں آیا ہے :-

"اے پسر انسان! جب تک تو خود خطا کار ہے کسی انسان کے گناہوں کا ذکر نہ کر۔ اگر تو اس حکم کے خلاف کرتا ہے تو تو میرا نہیں۔ اس کا میں خود گواہ ہوں۔"

"اے پسر وجود! کسی نفس کی طرف وہ نسبت نہ لگا جو تو اپنے لئے لگانی نہیں چاہتا۔ اور وہ بات کرنے کے لئے مت کہہ جو تو خود نہیں کرتا۔ یہ تیرے لئے میرا حکم ہے اس کی اطاعت کر۔"

عبد البہآء نے فرمایا ہے :-

"ہمیں دوسروں کی خطاؤں کے بارے میں خاموش رہنا چاہیئے۔ اُن کیلئے دُعا کرنی چاہیئے۔ اُن کی مدد کرنی چاہیئے اور مہربانی کے ذریعہ اُن کی خطاؤں

کو درست کرنا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ہمیشہ نیکیوں کو دیکھیں اور بدیوں پہ نگاہ نہ کریں۔ اگر کسی شخص میں دس نیکیاں ہیں اور ایک بدی تو ہمیں لازم ہے کہ ہم اُن دس کو دیکھیں اور ایک کو بھول جائیں۔ اور اگر کسی شخص میں دس بدیاں ہیں اور ایک نیکی تو ہمیں چاہیے کہ اُس ایک نیکی کو دیکھیں اور دس (بدیوں کو) بھول جائیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم کبھی بھی کسی دوسرے کے بارے میں کوئی نا مُلائم کلمہ نہ کہیں۔ خواہ وہ شخص ہمارا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔"

ایک امریکن بہائی کو آپ لکھتے ہیں:-

"بدترین انسانی خصلت اور سب سے بڑا گناہ غیبت ہے۔ خاصکر اُس وقت جب خدا کے دوستوں کی زبانوں سے نکلے۔ اگر کچھ وسائل ایسے نکل آئیں جس سے غیبت کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں اور خدا کے دوست ایک دوسرے کی مدح و تعریف میں لب کشائی کریں تو حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات پھیل جائیں۔ قلوب روشن ہوں۔ ارواح پہ انوار ہوں اور عالمِ انسان ابدی بہبودی سے فائز ہو۔" (رشادات دی ویسٹ جلد ۴ صفحہ ۱۹۲)

انکسار

ہمیں اس حکم کے ساتھ ہی کہ ہم دوسروں کی خطاؤں سے چشم پوشی کریں اور فقط اُن کی نیکیوں کو دیکھیں، یہ حکم بھی ایسی ہی تاکید سے ملا ہے کہ ہم اپنی خطاؤں کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور اپنی نیکیوں کو کسی حساب میں نہ لائیں کلماتِ مکنونہ میں فرمایا ہے:-

"اے پسرِ ہستی! تو کیوں اپنے نفس کی خطاؤں کو بھول کر دوسرے کے نفس کی خطاؤں کو یاد کر رہا ہے۔ جو ایسا کرتا ہے اُس پہ میرا عتاب ہے۔"

"زبان میری یاد کے لئے مخصوص ہے، اُسے غیبت سے آلودہ نہ کرو۔ اگر

نفسِ ناری تم پر غلبہ کرے تو اپنے نفس کے عیوب یاد کرنے میں مشغول ہو جاؤ۔ نہ میرے بندوں کی غیبت کرنے میں۔ کیونکہ تم میں کا ہر ایک میرے بندوں کے نفوس کی نسبت اپنے نفس سے زیادہ واقف اور آگاہ ہے۔"

عیسائیوں سے خطاب کرتے ہوئے عبدالبہاؔ نے فرمایا ہے:۔

"تمہاری زندگی ملکوتِ مسیح کا بروز ہو۔ وہ خدمت کرانے نہیں بلکہ خدمت کرنے آیا تھا ...... بہاء اللہ کے دین میں سب خادم اور خادمہ۔ بھائی اور بہن ہیں۔ جونہی کوئی اپنے آپ کو دوسروں سے ذرا اعلیٰ اور افضل محسوس کرنے لگتا ہے وہ ایک خطرناک حالت میں پڑتا ہے۔ اور جب تک وہ اس بُرے خیال کے بیج کو دل سے نکال کر دور نہیں پھینک دیتا وہ ملکوت کی خدمت کے لائق نہیں ہوتا۔"

" اپنے آپ سے ناراضگی ترقی کی نشانی ہے۔ وہ نفس جو اپنے سے راضی ہے شیطان کا مظہر ہے۔ اور وہ جو اپنے سے راضی نہیں رحمان کا مظہر ہے۔ اگر کوئی ہزار نیکیوں کا بھی مالک ہو تو چاہئے کہ وہ ان کا خیال نہ کرے بلکہ ہمیشہ اپنی کمزوریوں اور خامیوں کے معلوم کرنے کی کوشش میں لگا رہے ...

..... انسان خواہ کتنی بھی ترقی کرے تو بھی وہ نامکمل ہی رہتا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ وہ اپنے سامنے اپنے مقام سے اعلیٰ مقام کو دیکھتا ہے۔ اور جونہی وہ اُس اعلیٰ مقام کو دیکھتا ہے اپنے آپ سے ناراض ہو جاتا ہے اور اُس مقام تک

پہنچنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔ خودستائی، خودغرضی کا
نشان ہے۔ (احمد سہراب کی ڈائری ۱۹۰۴ء)

اگرچہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم خلوص دل سے اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ مگر پادریوں
یا دوسروں کے پاس اپنے گناہوں کے اظہار وغیرہ کو سختی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ
لوح بشارات میں آیا ہے:-

"عاصی (گنہگار) کے لئے لازم ہے کہ ایسی حالت میں جب وہ
اپنے آپ کو غیر اللہ سے فارغ اور آزاد دیکھے تو اپنے گناہ کی
معافی اور بخشش مانگے۔ بندوں کے پاس خطاؤں اور گناہوں
کا اظہار جائز نہیں۔ کیونکہ یہ خدا کی معافی اور بخشش کا سبب
نہیں ہے۔ بلکہ ایسا اقرار لوگوں میں ذلت وحقارت کا سبب
ہوتا ہے۔ اور خدائے بزرگ و برتر اپنے بندوں کی ذلت پسند
نہیں فرماتا۔ بیشک وہ شفیق و مہربان ہے۔ گنہگار کے لئے
فرض ہے کہ وہ اپنے اور خدا کے درمیان اس کے بحر رحمت سے
رحمت طلب کرے اور اس کے آسمان بخشش سے معافی مانگے"

راستبازی اور امانت

لوح طرازات میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:-
"بیشک امانت تمام اہل زمین کے لئے امن کا دروازہ
ہے اور خدائے رحمن کے حضور سے عزت کا نشان ہے۔ جو اسے پا لیتا ہے وہ غناء
ثروت کے خزانوں کو پا لیتا ہے۔ امانت نوع انسان کی حفاظت اور ان کے
امن کے لئے سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ہر کام کی پختگی کا انحصار ہمیشہ سے اس پر
رہا ہے اور عزت و جلال اور غناء کے جہان اسی نور سے منور ہیں۔ اے اہل بہاء،
امانت تمہارے بدنوں کے لئے نہایت اعلیٰ لباس ہے۔ اور تمہارے سروں کے لئے نہایت

چمکدار تاج ہے۔ اپنے قادرِ مطلق حکم دینے والے کے حکم سے اِس پہ قائم رہو۔"

پھر فرمایا:۔

"ایمان دراصل الفاظ کو گھٹاتا اور اعمال کو بڑھاتا ہے۔ جس کے الفاظ اس کے اعمال سے بڑھ گئے اُسے جاننا چاہئے کہ اُس کا نہ ہونا اُسکے ہونے سے بہتر اور اُس کی موت اُس کی زندگی سے خوشتر ہے۔"

عبدالبہاء نے فرمایا:۔

راستگوئی انسان کی تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ سچائی کے بغیر روح کے لئے تمام جہانوں میں ترقی و کامیابی ناممکن ہے۔ جب یہ پاک صفت انسان میں راسخ ہو جاتی ہے تو تمام دوسری نیک خصلتیں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ (انگریزی الواح عبدالبہاء جلد ۲ ص۴۵۹)

سچائی اور امانت کا نور تمہارے چہروں سے چمکے تاکہ سب جان جائیں کہ تمہارا قول کاروبار میں ہو یا تفریح و تفنن میں اعتبار کے قابل اور یقین کے لائق ہے۔ خود کو بھول جاؤ اور سب کے لئے محنت کرو۔" (لندن کے بہائیوں کو پیغام اکتوبر ۱۹۱۱ء)

خودشناسی

حضرت بہاء اللہ بار بار اس بات کی ہدایت فرماتے ہیں کہ انسان اُن کمالات کو جو اُس میں پوشیدہ ہیں پوری طرح ظاہر کرے۔ یعنی اُس حقیقی اندرونی نفس کو جو مجرد و بیرونی نفس سے علیحدہ ہے۔ یہ بیرونی نفس زیادہ سے زیادہ ایک ہیکل ہے اور اکثر حقیقی انسان کے لئے ایک قیدخانہ ہے۔ کلماتِ مکنونہ میں فرمایا ہے:۔

اے پسرِ وجود! قدرت کے ہاتھوں سے میں نے تجھے بنایا ہے اور طاقت کی انگلیوں سے تجھے پیدا کیا ہے۔ اپنے نور کا جوہر میں نے تجھ میں رکھا ہے۔ اس لئے اس کے سوا اور کسی چیز پر بھروسہ نہ رکھ۔

کیونکہ میری صنعت کامل اور میرا حکم نافذ ہے۔ اس میں شک نہ لا اور کسی شبہ کو جگہ نہ دے۔"

"اے پسرِ روح! میں نے تجھے غنی پیدا کیا پھر تو کیوں اپنے آپ کو مفلس بناتا ہے۔ میں نے تجھے شریف بنایا۔ پھر تو کیوں اپنے آپ کو رذیل کرتا ہے۔ جوہر علم سے میں نے تجھے ظاہر کیا۔ پھر تو کیوں میرے سوا کسی اور کو ڈھونڈتا ہے۔ محبت کی مٹی سے میں نے تجھے گوندھا پھر تو کیوں دوسرے کا گرویدہ ہے۔ اپنی نگاہ کو اپنے میں پھیر تاکہ تو مجھے اپنے میں قائم۔ قادر۔ مقتدر اور قیوم پاسکے۔"

"اے میرے بندے! تو ایک پُر جوہر تلوار کی مثل ہے جو ایک تاریک غلاف میں چھپی ہوئی ہو اور اس لیے اس کی قدر جوہریوں پر پوشیدہ رہے۔ پس نفس وہوئی کے غلاف سے باہر آ۔ تاکہ تیرا جوہر اہلِ جہان پر ظاہر اور روشن ہو جائے۔"

"اے میرے دوست! تو میرے آسمانِ قدس کا آفتاب ہے۔ اپنے آپ کو دُنیوی آلائش سے آلودہ نہ کر۔ غفلت کے پردے کو پھاڑ تاکہ بے پردہ وبے حجاب بادل کے پیچھے سے باہر آئے اور تمام موجودات کو زندگی کی خلعت سے آراستہ کرے۔"

جس زندگی کی طرف حضرت بہاء اللہ اپنے پیروؤں کو بلاتے ہیں وہ فی الحقیقت ایسی اعلیٰ شرافت کی زندگی ہے کہ انسانی امکان کے وسیع سلسلہ میں اُس سے بڑھکر کوئی مقام نہ تو اونچا ہے اور نہ خوبصورت ہے کہ انسان اُس کے حاصل کرنے کا متمنی ہو۔ اپنے آپ میں روحانی نفس کی شناخت سے مراد اُس اعلیٰ صداقت کی شناخت ہے کہ ہم خدا سے ہیں اور خدا ہی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔

یہ خدا کی طرف لوٹنا ہر بہائی کی شاندار منزلِ مقصود ہے۔ اس منزلِ مقصود تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کے برگزیدہ مظاہر کی اطاعت کریں۔ خصوصاً اس کے اس مظہر کی جس کے دور میں ہم رہ رہے ہیں۔ اور وہ بہاء اللہ ہے جو نئے دور کا مظہر الٰہی ہے ؛
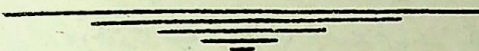
"نماز ایک سیڑھی ہے جس کے ذریعے
ہر کوئی آسمان تک پہنچ سکتا ہے۔" (حضرت محمد)

خُدا کے ساتھ مکالمہ

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ:-

"دعا یا نماز خدا کے ساتھ راز و نیاز ہے۔"

اپنی مشیت کو ظاہر کرنے کے لئے خدا اپنے بندوں کے ساتھ ایسی زبان میں کلام فرماتا ہے جسے وہ سمجھ سکتے ہوں۔ اور یہ وہ اپنے پاک نبیوں کے ذریعے کرتا ہے۔ جب تک یہ نبی اِس دنیا میں جسم کے ساتھ زندہ رہتے ہیں۔ وہ لوگوں کے ساتھ روبرو بات چیت کرتے ہیں اور اُن کی غیبت یا صعود کے بعد ان کا پیغام لوگوں کو اُن کے لکھے ہوئے کلام اور کتابوں کے ذریعہ پہنچتا رہتا ہے۔ مگر یہی ایک ذریعہ نہیں جس کے ساتھ خدا انسانوں سے بات چیت کرتا ہے۔ ایک روحانی زبان ہے جو بولنے یا لکھنے کی محتاج نہیں۔ جس کے ذریعے خدا حقیقت کے متلاشیوں سے ہمکلام ہوتا اور انھیں ملہم کرتا ہے۔ یہ لوگ خواہ کہیں بھی ہوں اور اُن کی قوم اور زبان خواہ کچھ ہی ہو۔ اسی زبان کے ذریعے ظہورِ الٰہی اس مادی دنیا سے گذر جانے

کے بعد اپنے مؤمنین سے گفتگو کرتا رہتا ہے۔ حضرت مسیح مصلوب ہونے کے بعد بھی اپنے شاگردوں سے بات چیت کرتے اور انھیں مُلہم کرتے رہے۔ یقیناً اُس وقت وہ اُن پر پہلے سے بھی زیادہ اثر انداز ہوئے۔ دوسرے انبیا کے وقت بھی ایسا ہی ہوا۔ حضرت عبدالبہاء نے اس روحانی زبان کے بارے میں بہت سے بیانات فرمائے ہیں۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں:-

"ہمیں آسمان کی زبان یعنی روحانی زبان میں بات چیت کرنی چاہیے۔ کیونکہ رُوح اور قلب کی بھی ایک زبان ہے۔ یہ ہماری زبان سے ایسی ہی مختلف ہے، جیسے ہماری زبان حیوانوں کی زبان سے مختلف ہے جو اپنے آپ کو چیخوں اور آوازوں سے ظاہر کرتے ہیں۔ رُوح کی زبان ہی خدا سے بات چیت کرتی ہے۔ نماز میں جب ہم تمام بیرونی چیزوں سے آزاد ہوکر خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں اُس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنے قلوب میں خدا کی آواز سُن رہے ہیں۔ بغیر الفاظ کے ہم بولتے ہیں۔ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور خدا سے بات چیت کرتے ہیں اور جواب پاتے ہیں...... ہم سب ایک سچی روحانی حالت پر پہنچکر خدا کی آواز کو سُن سکتے ہیں۔"

(مِسس ایتھل جے روزن برگ کے ساتھ گفتگو میں ایسا فرمایا)

حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں کہ بلند و اعلیٰ رُوحانی حقیقتیں صرف روحانی زبان کے ذریعہ ہی ہم سمجھ سکتے ہیں۔ لکھنا یا بولنا اس کے لیے کافی نہیں۔ ایک چھوٹی سی کتاب "ہفت وادی" میں جسمیں آپ دنیوی منازل سے آسمانی منازل کے سفر کی تشریح فرماتے ہیں۔ اس سفر کے آخری مدارج کا حال لکھتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:-

"زبان ان کے بیان سے عاجز اور الفاظ قاصر ہیں۔ قلم اس بارگاہ میں بیکار

اور روشنائی سوائے سیاہی کے اور کچھ پھل نہیں دیتی ..... اہلِ حال کی
حالت کا حال دل سے ہی دِل کو بتایا جا سکتا ہے۔ قاصد کا یہ کام نہیں اور
نہ ہی خطوط میں اس کی گنجائش ہوسکتی ہے "

حالتِ خضوع

اس روحانی حالت کو حاصل کرنے کے بارے میں جس میں ہم خدا سے بات چیت کرسکتے ہیں۔ حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں :۔

"اس حالت کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں دُنیا کے کُل لوگوں اور چیزوں سے کُلّی انقطاع حاصل کر کے خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ اس حالت کو حاصل کرنے کے لئے جد و جہد کی ضرورت ہے۔ مگر ہمیں اس کے لئے محنت و مشقت کرنی چاہیئے۔ ہم اسے اس طرح حاصل کر سکتے ہیں کہ ہم دُنیوی اور مادی چیزوں کا کم خیال کریں اور روحانی چیزوں کا زیادہ۔ جتنا ہم ایک سے دور ہوتے جائیں گے دوسری کے نزدیک ہوتے چلے جائیں گے۔ کرنا یا نہ کرنا ہمارے اختیار میں ہے۔

ہماری روحانی بصیرت اور باطنی آنکھیں کھلنی چاہئیں تاکہ ہم خداوند کی رُوح کی آیات اور بیّنات ہر چیز میں دیکھ سکیں۔ ہر چیز ہمیں رُوح کے نور کا پرتو دکھا سکتی ہے۔"

(مس ایتھل جے روزن برگ کے ساتھ گفتگو میں فرمایا)

حضرت بہاء اللہ لکھتے ہیں :۔

ایک متلاشی کو ہر صبح خدا سے راز و نیاز کرنا چاہیئے اور اپنی ساری طاقت سے اپنے محبوب کی تلاش میں ثابت قدم رہنا چاہئے۔ اپنے سرکش خیالات کو محبوب کے پیارے ذکر کی آگ سے جلا دینا چاہیئے" (گلیننگز ص ۲۶۵)

اسی طرح حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں :۔

تب انسان ایسا ہو جاتا ہے کہ اُس کا نفس رُوح کے ذریعے دماغ کو روشن کر کے تو ساری کائنات کی سیر کرتا ہے۔ مگر برخلاف اس کے اگر اُس کا دل اور دماغ اُس روح القدس سے منور نہیں ہوتے اور انسان مادیات کی طرف مائل ہوتا ہے۔ یعنی اپنے نفس کی جسمانی خواہشات میں مگن ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بلند مقام سے گر جاتا ہے اور وہ حیوانی طبقے سے بھی نیچے چلا جاتا ہے۔" (ورڈم آف عبد البہاء)

وسیلہ کی ضرورت

حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں کہ خالق اور مخلوق کے درمیان وسیلے کا ہونا لازمی ہے۔ ایسا وسیلہ جو انوارِ الٰہی کی کامل روشنی پا کر جہانِ انسان پر اُسے اس طرح منعکس کرتا ہے جیسے زمین کی فضا سورج کی حرارت کو پا کر اُسے زمین کی ہر چیز پر پھیلا رہی ہے۔"
(ڈیوائن فلاسفی ص۸)

حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں :-

"اے لوگو! اپنی روح کو نفس کی قید سے رہائی دلواؤ اور میری محبت کے ماسوا اُسے اور سب چیزوں کی محبت سے پاک کرو۔ میری یاد سب چیزوں کو آلودگی سے پاک کر دیتی ہے اگر تم دیکھنے والوں میں سے ہو۔

اے میرے بندے! خدا کی آیات جو تجھے عنایت ہوئی ہیں انھیں پڑھ تاکہ تیری خوش الحانی تیری روح کو منور کر دے اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لے۔ جو کوئی اپنے کمرے میں علیحدہ بیٹھ کر خدا کی طرف سے اُتری ہوئی آیات کی تلاوت کرتا ہے تو خدا کے فرشتے اُس کے منہ سے نکلے ہوئے کلام کی خوشبو کو سب جگہ پھیلا دیں گے۔"

(گلدستہ صفحہ ۲۹۴ و ۲۹۵)

پھر حضرت عبدالبہاء نے فرمایا :-

"دعا مانگتے وقت ہمیں ایسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے جس پر ہم اپنی توجہ کو جمع کر سکیں۔ جب ہم خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو ہمیں اپنے دل کو کسی مرکز کی طرف لگانا پڑتا ہے۔ اگر ایک شخص خدا کی بندگی اُس کے ظہور کے بغیر کرنا چاہتا ہے تو اُسے خدا کا کچھ نہ کچھ خیال باندھنا پڑتا ہے، یہ خیال خود اُس کے دماغ کی اختراع ہوتا ہے۔ چونکہ محدود، لامحدود کو گھیر نہیں سکتا۔ اس لئے خدا اس طرح ایک محدود خیال سے گھیرا نہیں جا سکتا۔ جو کچھ انسان اپنے دل میں خیال کرتا ہے وہ اس خیال کو سمجھ سکتا ہے مگر جو وہ سمجھتا ہے وہ اس کا خدا نہیں ہو سکتا۔ خدا کا جو کچھ بھی خیال انسان گھڑتا ہے وہ محض اس کا تصور، خیال اور وہم و گمان ہوتا ہے۔ اِس خیال اور اس قادرِ مطلق کے درمیان ایک ذرہ بھر بھی تعلق نہیں ہوتا۔

اگر کوئی خدا کو جاننا چاہتا ہے تو وہ اُسے اُس کے مکمل آئینے مثل حضرت بہاء اللہ اور حضرت مسیح میں دیکھے۔ اِن آئینوں میں ہی وہ آفتاب الوہیت کو پرتوفگن دیکھ سکتا ہے۔

جس طرح مادی سورج کو ہم اُس کی روشنی اور حرارت سے جان سکتے ہیں، اِسی طرح ہم روحانی سورج یعنی خدا کو جب وہ اپنے ظہور کی ہیکل سے اپنے صفات کی کاملیت۔ اپنے اسماء کے حسن اور اپنے نور کی روشنی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے جان سکتے ہیں۔"

(۱۹۰۹ء میں مسٹر پرسی ووڈکاک سے عکہ میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا)

پھر آپ فرماتے ہیں :-

"جب تک روح القدس کا وسیلہ درمیان میں نہیں ہوتا کوئی شخص خدا کی عنایات اور اُس کے فضل کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اس صریح صداقت کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ اظہر من الشمس ہے کہ ایک بچہ استاد کے بغیر تربیت حاصل نہیں کر سکتا۔ زمین مینہ کے بغیر گھاس اور سبزہ سے کبھی لہلہا نہیں سکتی۔

روشنی کا ایک مرکز ہے۔ اگر کوئی شخص اسے مرکز کی بجائے کسی اور جگہ تلاش کرتا ہے تو وہ اسے کبھی نہیں پا سکتا ..... ذرا مسیح کے زمانے کا خیال کریں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ بغیر مسیحائی فیوض کے وہ حقیقت کو پا سکتے ہیں۔ مگر اُن کا یہ گمان ہی ان کی محرومیت کا باعث ہوا۔" (حضرت عبدالبہاء کی انگریزی الواح جلد ۳ صفحہ ۵۹۱-۵۹۲)

اُس شخص کی مثال جو خدا کی اُس کے ظہور کے بغیر پرستش کرنا چاہتا ہے اُس شخص کی مانند ہے جو اندھیری کوٹھڑی میں رہ کر اپنے تصور کے ذریعے آفتاب کی دھوپ کے مزے اُڑانے کی کوشش کرتا ہے۔

دعا مانگنا یا نماز پڑھنا فرض اور لازمی ہے

بہائیوں کے لیے دعا مانگنا صریح اور اٹل لفظوں میں فرض قرار دیا گیا ہے کتاب اقدس میں فرمایا ہے "صبح اور شام کلام اللہ کی تلاوت تم پر فرض ہے جو لوگ اس فرض کو پورا نہیں کرتے وہ میثاق الٰہی اور عہد خداوندی سے بے وفائی کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو آج اس سے رُخ پھیرتے ہیں وہ ان میں سے ہیں جو خدا کی درگاہ میں

اے اہل بہار! خدا سے ڈرو۔

خبردار! بکثرت قرأت اور رات، دن اعمال میں مشغول رہنا کہ تمہیں تھکن اور تنگی نہ بنا دے۔ ایک آیت کو روح و ریحان سے پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم خدائے قادرِ مطلق کے سارے کلام کو بے پروائی سے پڑھو۔ الواحِ الٰہی کو اس حد تک پڑھو کہ اس سے تمھیں کسل یا تکان محسوس نہ ہو۔ اپنی روح پہ اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ یہ تھک کر پژمردہ ہو جائے بلکہ اسے تازہ کرو تاکہ یہ آیات کے بازوؤں سے پرواز کر کے مطلع بینات تک پہنچ جائے۔ (۲۱) سے تمھیں خدا کا قرب حاصل ہوگا۔ اگر تم اُن میں سے ہو جو سمجھتے ہیں۔"

ایک خط کا جواب دیتے ہوئے حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :۔

"اے روحانی دوست آپ کو معلوم ہو کہ نماز پڑھنا اور دُعا مانگنا لازمی اور فرض ہے اور انسان کسی بھی وجہ سے اس سے معاف نہیں کیا گیا سوائے اس کے کہ وہ دیوانہ ہو یا ایسی باتیں اس کی سدِ راہ ہوں جن کا دور کرنا ناممکن ہو"

(الواحِ عبدالبہاء۔ انگریزی جلد ۳ صد ۶۸۳)

ایک اور سائل نے پوچھا ہم دُعا کیوں مانگیں۔ اس میں بھلا کیا حکمت ہے خدا نے ہر ایک چیز بنائی ہے اور وہ اپنے سب کاموں کو بہترین ترتیب و نظام کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ پھر اُس سے التجا کرنے دعا مانگنے اور اپنی ضروریات بیان کر کے اس سے مدد مانگنے میں کیا حکمت ہے؟

حضرت عبدالبہاء نے جواب دیا :۔

"واضح ہو کہ ایک عاجز کا ایک صاحبِ قوت سے ملتجی ہونا عین مناسب ہے اور ایک فضل کے طالب کا اُس فضل و جلال کے مالک سے مانگنا ہی درست ہے۔ جب انسان اپنے مالک کی طرف لوٹ کر تضرع و زاری کرتا ہے اور اس کے بحرِ فضل سے اُس کے کرم کا جویا ہوتا ہے تو اُس کی یہ تضرع و زاری اُس کے دِل کو نور سے بھر دیتی ہے۔ اُس کی بصیرت کو منور کرتی ہے۔ اُس کی روح کو زندگی اور اُس کے نفس کو بزرگی عطا کرتی ہے۔

جب آپ خدا سے یہ کہکر دُعا مانگتے ہیں کہ تیرا نام میرے لیے شفا ہے تو سوچیں کہ اُس وقت آپ کا دل کس قدر خوشی سے بھر جاتا ہے۔ آپ کی روح خدا کی محبت کے نفحات سے وجد میں آتی ہے اور آپ کا قلب ملکوتِ الٰہی کی طرف کھچتا ہے۔ ان جذبات سے انسان کی قابلیت اور لیاقت بڑھتی ہے۔ برتن کے بڑا ہونے سے پانی بھی بڑھ جاتا ہے اور جتنی پیاس زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر بادل کا فیض انسان کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس میں دُعا مانگنے اور اپنی ضروریات کو بیان کرنے کا راز مخفی ہے۔"

(ایک امریکن بہائی کے نام لوح جس کا ترجمہ علی قلی خاں نے اکتوبر ۱۹۰۸ء میں کیا)

دُعا محبت کی زبان ہے

ایک اور سائل کو جس نے پوچھا تھا کہ جب خدا سب کے دل کی خواہشات سے واقف ہے تو دُعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے جواب دیا :-

"اگر ایک دوست اپنے دوست سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ اگرچہ اس کو یہ علم ہے کہ اُس کا دوست اُس کی محبت سے

واقف ہے۔ مگر پھر بھی وہ اپنے پیار کو ظاہر کرنا چاہتا ہے ....

خدا بے شک سب کے دلوں کی خواہشات سے واقف ہے۔ مگر دعا مانگنے کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے جو محبت الٰہی سے پیدا ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ دعا لفظوں سے ہی مانگی جائے بلکہ خیال اور حال سے بھی مانگی جاتی ہے۔ اگر محبت اور شوق نہیں تو جبراً اس کو پیدا کرنا بیکار ہے۔ محبت کے بغیر الفاظ کچھ بھی نہیں۔ اگر کوئی شخص آپ سے اس طرح گفتگو کرے کہ وہ آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا اور آپ کی ملاقات سے اسے کوئی لگاؤ یا مسرت نہیں تو کیا آپ ایسے شخص سے گفتگو کرنا پسند کریں گے؟"

(جون ۱۹۱۱ء کے فارٹناٹلی ریویو میں مس۔ ای۔ ایس سٹیونس کا مضمون)

ایک اور وقت دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا۔

"بہترین دعا وہ ہے جو انسان صرف خدا کی محبت کی خاطر مانگتا ہے۔ نہ اس لئے کہ وہ اس سے ڈرتا ہے یا جہنم و عذاب کا اس کو خوف ہو یا بہشت اور ثواب کی اس کو امید ہے۔ جب ایک شخص کسی انسان کا عاشق ہوتا ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے معشوق کا نام نہ لے پھر اس شخص کو جو خدا کا عاشق ہو اس کا نام لینے سے باز رہنا کس قدر ناممکن ہے۔ ..... روحانی انسان کو سوائے خدا کی یاد کے اور کسی چیز میں لطف نہیں آتا۔

(لارا ایرلنس اور دیگر زائرین جو نومبر اور دسمبر ۱۹۰۰ء میں آئے۔ ان کی ڈائری)

دعا یا عبادت باجماعت

مل کر دعا مانگنے یا نماز باجماعت کے بارے میں حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:-

"ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جب چاہوں خدا سے دُعا مانگ سکتا ہوں خصوصاً اُس وقت جب میرا دل خدا کی طرف کھچا ہوا ہے۔ اُس وقت خواہ میں بیابان [illegible] یا شہر میں یا کسی جگہ [illegible] کیوں [illegible] جاؤں جہاں اور لوگ بھی ایک خاص دن اور ایک خاص وقت [illegible] انجمن کرنے جمع ہوتے ہیں [illegible] میرے حالات اس وقت ایسی نہیں کہ میں دعا مانگوں"

اِس قسم کے خیال کرنا بیہودگی ہے کیونکہ جہاں بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں وہاں اثر زیادہ ہوتا ہے۔ علیحدہ علیحدہ سپاہی اکیلے لڑتے ہوئے ایک متحدہ فوج کی سی قوت نہیں رکھتے۔ اس روحانی جنگ میں اگر سب سپاہی اکٹھے ہوکر لڑیں تو اُن کے متحدہ رُوحانی خیالات ایکدوسرے کی مدد کرتے ہیں اور اُن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔"

(مس ایتھل جے روزن برگ کی ڈائری سے)

مذکورہ بالا بیانات میں جو حضرت عبدالبہاء نے مل کر عبادت کرنے یا دعا مانگنے کے متعلق یہ فرمایا کہ ایسا کرنے سے رُوح قوت پاتی ہے اس سے آپ یہ تعلیم نہیں دیتے کہ نماز باجماعت فرض قرار دی گئی ہے۔ حضرت بہاء اللہ نے جس نماز کو نازل فرماکر فرض قرار دیا ہے وہ انفرادی طور پڑھی جاتی ہے۔ بہائی تعلیمات نماز باجماعت کی تلقین نہیں کرتیں۔ البتہ جنازہ کی نماز باجماعت پڑھنے کا حکم ضرور نازل ہوا ہے۔

بلاؤں سے نجات

انبیاء کی تعلیمات کے مطابق بیماری اور تمام دوسری آفتیں خدا کے احکام کی نافرمانی سے وارد ہوتی ہیں۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ سیلاب۔ طوفان اور بھونچال کا بھی ضمنی سبب یہی ہے۔ مگر گناہ کے بعد جو مصیبت آتی ہے اس سے بدلہ لینا مقصود نہیں ہوتا۔

بلکہ یہ تربیت کرنے اور سبق دینے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ انسان کے لئے خدا کی آواز ہوتی ہے جو یہ کہتی ہے کہ وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا ہے اگر تکلیف زیادہ ہوتی ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ گناہ کرنے کا خطرہ اور بھی زیادہ ہیبت ناک ہے۔ کیونکہ "گناہ کی مزدوری موت ہے"!

پس جس طرح مصیبت نافرمانی کا نتیجہ ہے، اسی طرح نجات فرمانبرداری کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ خدا سے منہ موڑنا ہمیشہ مصیبت اور بلا کا سبب ہوتا ہے۔ اور خدا کی طرف متوجہ ہونا لازماً اس کی رحمت اور کرم کا باعث ہے۔ اور چونکہ کُل نوعِ انسان ایک جسم کی مانند ہے۔ اس لیے کسی شخص کی بہتری اور بہبودی صرف اس کے اپنے رویہ پر منحصر نہیں بلکہ اس کے پڑوسیوں کے رویہ کا بھی اس میں بہت سا دخل ہے۔ اگر ایک شخص غلطی کرتا ہے تو سب کے سب کم و بیش تکلیف میں پڑ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر ایک آدمی کوئی اچھا کام کرتا ہے تو سب اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہر شخص کو ایک حد تک اپنے پڑوسی کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ اور بہترین انسان وہ ہے جو سب سے بڑا بوجھ اٹھاتا ہے۔ اولیاء اللہ نے ہمیشہ بہت بڑی بڑی تکلیفیں سہی ہیں۔ انبیاء نے ایسی تکلیفیں برداشت کیں جو کسی نے بھی برداشت نہیں کیں۔ حضرت بہاء اللہ کتاب ایقان میں فرماتے ہیں:۔ "یہ آپ نے سنا ہی ہے کہ ہر ایک نبی اور اس کے اصحاب نے کیسی کیسی تکلیفیں سہی ہیں۔ جیسے مفلسی، بیماری اور حقارت، اور کس طرح ان کے ماننے والوں کے سر بطور تحفہ شہروں کو بھیجے گئے۔"

اس کا سبب یہ نہیں کہ اولیاء اور انبیائے الٰہی دوسرے لوگوں کی طرح سزا کے مستوجب ہوتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ دوسروں کے گناہوں کے بدلے تکلیف اٹھاتے ہیں اور خود اس تکلیف کو اوروں کی خاطر پسند فرماتے ہیں۔ ان کا

مُدّعا اپنی نہیں بلکہ دنیا کی بھلائی کرنا ہوتا ہے۔ نوعِ انسان کے عشاق کی دُعا یہ نہیں ہوتی کہ وہ خود مفلسی۔ بیماری اور بلا سے بچیں بلکہ وہ تو یہ دُعا مانگتے ہیں کہ سب انسان جہالت اور گناہ اور اُن کے بُرے نتائج سے چھوٹ جائیں۔ اگر یہ لوگ اپنے لیے صحت اور دولت کے طلبگار ہوتے ہیں تو اس سے اُن کا مدّعا خدا کی بادشاہت کی خدمت کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر جسمانی صحت اور دُنیوی دولت انہیں نہیں دی جاتی تو وہ نہایت خالص خوشی سے اپنی قسمت پر شاکر رہتے ہیں۔ ان کو اِس بات کا کامل یقین ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ اُن پر وارد ہوتا ہے وہ عینِ حکمت اور سراسر بہتری ہے۔

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

"رنج و غم محض اتفاقاً ہم پر وارد نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے ہماری تکمیل کے لئے ہمیں بھیجتا ہے۔ جب رنج و غم آتا ہے تو انسان اپنے باپ کو جو آسمان پر ہے یاد کرتا ہے جو اُسے ذلت سے نجات دے سکتا ہے۔ جس قدر ایک شخص کو دُکھ پہنچتا ہے۔ اُسی قدر زیادہ وہ روحانی خوبیوں کے پھل ظاہر کرتا ہے"

(پیرس ٹاکس ص۴۹)

بادی النظر میں یہ انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجرم کی بجائے ایک بے گناہ تکلیف اُٹھائے۔ لیکن حضرت عبدالبہاء ہمیں اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ یہ ظلم صرف ظاہر میں ہی ہوتا ہے اور آخر کار کامل انصاف ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ننھے بچوں اور ضعیفوں کے بارے میں جو ظالموں کے ظلم کا شکار ہوتے ہیں ...... ان ارواح کو ایک دوسری دنیا میں اجر ملتا ہے ...... زحمت در حقیقت خدا کی ایک بہت بڑی رحمت ہے۔ میں سچ سچ

کہتا ہوں خدا کی وہ رحمت اس دنیائے فانی کی تمام راحتوں، ترقیوں اور عیش و آرام سے کہیں بڑھا چڑھا کر ہے۔"

(الواح حضرت عبدالبہار انگریزی جلد دوم صفحہ ۳۳۷)

دُعا اور قانونِ قدرت

اکثر لوگوں کو یہ یقین کرنے میں کہ دُعا میں اثر ہے مشکل پیش آتی ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ دُعا کے قبول ہونے سے قوانین میں مداخلتِ بیجا واقع ہو گی۔ مفصلہ ذیل مثال اس مشکل کو دور کر دے گی۔ اگر ہم مقناطیس کو لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے اوپر پکڑ کر رکھیں تو یہ ٹکڑے اُڑ اُڑ کر اُس کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں۔ مگر جرِ ثقیل کی قوت میں بھی کوئی مداخلت واقع نہیں ہوتی۔ جرِ ثقیل لوہے کے ٹکڑوں پر پہلے کی طرح ہی عمل پیرا ہوتی ہے۔ ہوا صرف یہ کہ اس سے اعلیٰ ایک قوت کارپرداز کی گئی ہے۔ جس کا عمل بھی ایسا ہی باقاعدہ اور مقررہ ہے جیسا کہ جرِ ثقیل کا ہے۔ اہلِ بہار کا عقیدہ ہے کہ دُعا اُن اعلیٰ قوتوں کو حرکت میں لاتی ہے جو نسبتاً اس وقت بہت کم معلوم ہوتی ہیں۔ مگر یہ مان لینے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ قوتیں اپنے عمل میں کسی قاعدہ کی پابند نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم نے اُن کا اچھی طرح سے مطالعہ نہیں کیا اور تجربوں سے ان کی تفتیش نہیں کی۔ ہم اپنی لاعلمی کے سبب ان کا عمل سمجھ نہیں سکتے اور ہم اُسے عقل سے باہر خیال کرتے ہیں۔

ایک اور مشکل ان لوگوں کی گھبراہٹ کا باعث ہوتی ہے۔ جن کا خیال ہے کہ دُعا سے کمزور قوت وہ بڑے نتائج پیدا نہیں کر سکتی جو اکثر اس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ یہاں بھی ایک مثال اس مشکل کو دور کرنے میں مدد دے گی۔ کسی ذخیرۂ آب کے جھرنے کو اگر ایک چھوٹی سی قوت لگا دی جائے تو وہ پانی کی بڑی قوت کو باوجود آزادی کے ضبط میں رکھ سکتی ہے۔ یا یہی چھوٹی سی قوت اگر

جہاز کے سکان پر لگا دی جائے تو بڑے سے بڑے جہاز کو قابو میں رکھ کر اُسے اس کے راستہ پر چلا سکتی ہے۔ بہائی عقیدہ کے مطابق وہ قوت جو دُعا کو قبول کراتی ہے وہ خدا کی لامحدود قوت ہے۔ دُعا مانگنے والے کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ اپنی کمزور قوت سے فضلِ الٰہی کی روانی یا اُس کے رَو کو چھیڑ دے۔ اس میں شک نہیں کہ خدا کا فضل اُن لوگوں کے کام آنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے جنھوں نے یہ جان لیا ہے کہ وہ کس طرح اس سے مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

بہائی دُعائیں

حضرت بہاؔء اللہ اور حضرت عبدالبہاؔء نے بے شمار دعائیں نازل فرمائی ہیں تاکہ اُن کے ماننے والے مختلف وقتوں اور مختلف مقاصد کے لئے دُعا مانگ سکیں۔ اس کلام پاک کے معانی کی عظمت اور اُس کی روحانیت کی گہرائی ہر سالکِ صادق کے دل پر ضرور اثر کرتی ہے۔ مگر اس کے معانی اور اُس کی قوتِ نفوذ اسی وقت پوری طرح محسوس ہوتی ہے جب اس کا پڑھنا روزانہ زندگی کا ایک باقاعدہ اور اہم فریضہ کر لیا جاتا ہے۔ جگہ کی قلت ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ ہم ان مناجاتوں میں سے صرف چند ایک یہاں درج کریں۔ مگر ہمیں امید ہے کہ ناظرین ان کو پڑھ کر دوسری دُعاؤں اور مناجاتوں کو اصل کتابوں سے پڑھنے کی کوشش کریں گے۔

"الٰہی! اپنے جمال کو میری غذا اور اپنے قُرب کو میرا شربت بنا
اپنی رضا میں مجھے فنا کر اور میرے اعمال تیرے احکام کے مطابق ہوں
میری خدمت اور دُعا تیری حضوری میں قبول ہو اور میرا عمل تیری
توصیف و تمجید کا عنوان ہو۔ میں صرف تجھ سے ہی مدد کا طلبگار ہوں
اور میرا گھر تیرے رہنے کا مقدس مقام ہو۔ بیشک تو ہر جگہ حاضر ناظر
اور محبوب ہے"

(حضرت بہاء اللہ)

" اے میرے پروردگار! میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ تو نے مجھے اس لئے پیدا کیا ہے کہ میں تجھے پہچانوں اور تیری پرستش کروں۔ میں اس وقت اپنے عجز اور تیری قوت، اپنے فقر اور تیری غنا کا اقرار کرتا ہوں۔ بیشک تیرے سوا کوئی خدا نہیں۔ تو ہی ہے محافظ اور مہیمن لے خدا۔"
(حضرت بہاء اللہ)

" الٰہی الٰہی! اپنے بندوں کے دلوں کو جوڑ اور اُن پر اپنا مقصدِ عظیم ظاہر کر۔ وہ تیرے احکام کو ماننے والے اور تیری شریعت پر چلنے والے بنیں۔ اے پروردگار! اُن کی جد و جہد میں تو اُن کی مدد فرما۔ اور انھیں اپنی خدمت کی توفیق عطا فرما۔ انھیں ان کے حال پر مت چھوڑ۔ بلکہ نورِ معرفت کی طرف ان کی رہنمائی کر اور ان کے دلوں کو اپنی محبت سے مسرور کر۔ بیشک تو توفیق بخشنے والا اور مالک ہے۔" (حضرت بہاء اللہ)

" اے خدائے مہربان! تو نے کل نوعِ انسان کو ایک ہی مادہ سے پیدا کیا ہے۔ تیرا یہ حکم ہے کہ سب ایک ہی خانوادہ بن کر رہیں۔ تیرے مقدس حضور میں وہ سب تیرے بندے ہیں اور کل انسان تیرے عہد کے سایہ تلے محفوظ ہیں۔ سب تیرے دسترخوانِ فیض سے کھانے والے اور تیرے نورِ فضل سے منور ہیں۔"

" اے پروردگار! تو سب پر مہربان ہے اور سب کا پروردگار ہے سب کی پناہ ہے اور سب کو تو نے ہی زندگی عطا فرمائی ہے۔ تو نے ہی سب کو قوت و قابلیت عطا کی ہے اور سب تیری ہی رحمت کے سمندر میں غرق ہیں۔

اے مہربان خدا سب کو متحد کر۔ اپنے دین کو کل اقوام کا متحد

و متفق کرنے والا بنا۔ تاکہ وہ ایکدوسرے کو ایک ہی خاندان کے افراد سمجھیں
اور ساری زمین کو ایک گھر جانیں۔ اے خدا! سب کو کامل اتحاد کے
ساتھ اکٹھا رہنے کی توفیق عطا فرما۔
الٰہی! وحدتِ الٰہی کے جھنڈے کو بلند کر۔ اے پروردگار! عالمگیر امن
کو قائم کر۔ اے محبوب! سب کے دلوں کو آپس میں جوڑ دے۔
"اے مہربان باپ! اے خدا! اپنی ہدایت کے نور سے ہماری آنکھوں
کو روشن کر۔ اپنے کلام کی شیرینی سے ہمارے کانوں کو لذت بخش۔
اور اپنی قدرت کے حصار میں ہم سب کو محفوظ رکھ۔ اے خدا! بیشک
تو قادر و توانا۔ غفار۔ واحد لاشریک ہے۔ اور ہر انسان کی کمزوری
میں اُس کا پردہ پوش اور محافظ ہے۔" (حضرت عبد البہار)۔

"اے قادرِ مطلق! بیشک میں گنہگار ہوں اور تو آمرزگار ہے۔
میں خطاؤں کا پتلا اور تو رحمت کا سرچشمہ ہے۔ معصیت کی تاریکیوں
میں بھٹکنا میری عادت اور عفو و غفران تیری شان ہے۔ اے رحمٰن!
میرے گناہوں کو بخشدے اور اپنے فیوضات مجھے عطا کر۔ میری کمزوریو
کو ڈھانپ اور مجھے پناہ بخش۔ اپنے تحمل و بردباری کے سمندر میں
مجھے غرق کر اور میرے دُکھوں اور بیماریوں کو دور کر دے۔
مجھے پاک و مقدس بنا۔ اپنے نورِ تقدیس کا صدقہ کچھ مجھے بھی عطا کر
تاکہ رنج و غم کافور اور مسرت و شادمانی کا نزول ہو۔ یاس اور ناامیدی
آس اور توکل سے بدل جائے اور خوف و ہراس کی جگہ جرأت و دلجمعی
نصیب ہو۔" (حضرت عبد البہا)

"اے ربِّ رحمٰن! مجھے ایک ایسا دل عطا کر جو آئینہ کی طرح تیرے نورِ محبت سے

منوّر ہو اور مجھے ایسے خیالات بخش جو دنیا کو تیرے فیض روحانی کے ذریعے ایک گلشن میں بدل دیں۔ تو رحیم ہے۔ رحمٰن ہے اور ذوالفضل العظیم ہے

(حضرت عبدالبہاء)

بہائی دُعائیں اگرچہ بہت ضروری ہیں۔ لیکن یہ صرف مقررہ اور لکھے ہوئے الفاظ تک ہی محدود نہیں ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کی تعلیم کے مطابق انسان کی ساری ہی زندگی دُعا ہونی چاہیئے۔ روزانہ کام کو صحیح ذوق و شوق سے کیا جائے تو یہ بھی نماز ہے۔ ہر ایک خیال، لفظ اور عمل جو خدا کے جلال کو بڑھانے اور بندوں کی خدمت کرنے میں صرف کیا جائے صحیح معنوں میں دُعا و نماز ہے۔ ؎

؎ گناہوں کی بخشش مانگنے کی دعا کو گیارھویں باب میں دیکھیں۔

ساتواں باب

صحت و شفاء

"خدا کی طرف توجہ کرنے سے رُوح۔ قلب اور بدن کو صحت حاصل ہوتی ہے۔"

(حضرت عبدالبہاء)

رُوح اور جسم | بہائی تعلیمات کے مطابق انسانی جسم ارتقائے رُوح کے لئے ایک عارضی مقصد پورا کرتا ہے۔ اور جب یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے تو اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جس طرح انڈے کا خول چوزے کی نشوونما کے لئے ایک عارضی مقصد پورا کرتا ہے اور جب وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے تو پھینک دیا جاتا ہے اور اسے ترک کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ مادی جسم کے لئے بقا نہیں۔ کیونکہ یہ ایک مرکب چیز ہے جو ذرات اور عنصروں سے بنی ہے۔ اور تمام بنی ہوئی چیزوں کی طرح جب اس کا وقت آتا ہے تو بگڑ جاتا ہے۔

جسم کو رُوح کا خادم ہونا چاہئے۔ اسے اس کا مالک کبھی نہ بننے دینا چاہئے یہ مطیع۔ فرمانبردار۔ لائق خادم ہو۔ اور اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک بھی کیا جائے جیسا ایک اچھے خادم کے ساتھ کرنا چاہئے۔ اگر اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جائے تو بیماری اور بلا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس کا نتیجہ مالک اور خادم دونوں کے

بڑا ہوتا ہے۔

وحدت حیات

حیات کے انگنت درجات اور اُس کی بیشمار شکلوں کی بنیادی وحدت حضرت بہاءاللہ کی اساسی تعلیمات میں سے ہے۔ انسان کی جسمانی صحت بہائی روحانی۔ اخلاقی اور ذہنی صحت سے اور دیگر انسانوں کی انفرادی و اجتماعی صحت سے بلکہ حیوانات اور نباتات کی زندگی سے ایسی منسلک ہے کہ ایک کا دوسرے پر اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر اثر ہوتا ہے جو عام طور پر محسوس کیا جاتا ہے اس لیے حضرت بہاءاللہ کا کوئی حکم خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ کے بارے میں ہو ایسا نہیں جس کا تعلق جسمانی صحت سے نہ ہو۔ مگر بعض تعلیمات میں جسمانی صحت کا خاص ذکر ہے اور ان تعلیمات کو ہم ذیل کی سطور میں پیش کرتے ہیں:۔

سادہ زندگی

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

"انسان کی خوش حالی کفایت شعاری پر مبنی ہے۔ فضول خرچ انسان ہمیشہ دکھ اٹھاتا ہے۔ بلکہ فضول خرچی ایک ناقابل معافی گناہ ہے ہمیں دوسروں پر بوجھ نہیں بننا چاہیئے۔ ہر شخص کو کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرنا چاہیئے۔ وہ پیشہ چاہے دستکاری ہو یا دماغی کام۔ اور ہر ایک کو پاک اور صاف۔ دلیرانہ اور دیانت دارانہ زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اور دوسروں کے لئے پاکیزگی کا نمونہ بننا چاہیئے۔ باسی روٹی کے ٹکڑے پر قانع ہونا اس سے زیادہ شاندار ہے کہ دوسروں کی جیب سے آئے ہوئے روپے سے لذیذ و مزیدار کھانے کھائے جائیں۔ قانع آدمی کا قلب ہمیشہ مطمئن اور اس کے دل میں ہمیشہ سکون ہوتا ہے

(بہائی ورلڈ فیتھ صفحہ ۴۵۳)

گوشت کھانے کی ممانعت نہیں۔ مگر ایک سادہ نباتی غذا پر بخیال ترحم اور صحت زور دیا گیا ہے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

"آئندہ غذا پھل اور اناج ہوگی۔ ایک وقت آئے گا جب گوشت بالکل نہ کھایا جائے گا۔ علم طب بھی ابھی اپنے بچپن میں ہے تو بھی اس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہماری قدرتی غذا وہ ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہے۔

(جولیا ایم گرنڈی کی کتاب مکہ کی روشنی میں دس برس)

مسکرات اور منشیات حضرت بہاء اللہ نے منشی اور مخدر اشیاء کو سوائے بیماری کی حالت میں بضرورت دوا پینے کے اور سب حالتوں میں حرام قرار دیا ہے۔

لذائذ بہائی تعلیمات اعتدال پر زور دیتی ہیں۔ ریاضت شاقہ نہیں سکھاتیں۔ دنیا کی اچھی اور نفیس چیزوں کو حاصل کرنے کی نہ صرف اجازت ہی دیتی ہیں بلکہ ترغیب دیتی اور تلقین کرتی ہیں۔

حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:-

"اپنے آپ کو ان چیزوں سے محروم نہ کرو جو تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں"

ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:-

"یہ تم پر فرض ہے کہ بشاشت اور مسرت تمہارے چہروں سے ظاہر ہو"

حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں:-

"جو کچھ بھی پیدا کیا گیا ہے وہ انسان کے لئے ہے جو اشرف المخلوقات ہے اس کو خدا کی ان عنایات کے لئے شکر گذار ہونا چاہیئے۔ تمام مادی چیزیں ہمارے لئے ہیں تاکہ شکر آمیز خضوع کے ذریعے ہم اپنی زندگی کو ایک خدائی عنایت سمجھنا سیکھ جائیں۔ اگر ہم زندگی سے متنفر ہو جاتے ہیں تو ہم ناشکری کرتے ہیں۔ کیونکہ ہماری مادی اور روحانی زندگی خدا کی رحمت کی روشن نشانیاں ہیں۔ پس ہمیں خوش رہنا چاہیئے۔ اور اپنی زندگی کو دنیا کی

تمام چیزوں کی قدر شناسی کے ساتھ گذارنا چاہیے۔" (ڈیوائن فلاسفی صفحہ ۱۳۱)

اس سوال کے جواب میں کہ جوئے اور لاٹریوں کی حرمت جو بہائی تعالیم نے کی ہے، کیا اس کا اطلاق سب قسم کے کھیلوں پر ہے؟

حضرت عبدالبہاء نے فرمایا:-

"نہیں۔ بعض کھیل ایسے ہیں کہ اگر تفریح کے طور پر انھیں کھیلا جائے تو ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ مگر یہ ڈر ضرور ہے کہ تفریح کہیں تضیع اوقات نہ بن جائے۔ امراللہ میں وقت کو ضائع کرنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں۔ مگر تفریح مثلاً ورزش جو جسمانی قوت بڑھاتی ہے اس کی اجازت ہے۔" (ایک آسمانی نظارہ (انگریزی کتاب) ص۹)

پاکیزگی اور صفائی

حضرت بہاءاللہ کتاب اقدس میں فرماتے ہیں:-

" انسانوں میں تم جوہر پاکیزگی بن کر رہو۔ ہر حالت میں تمہارے آداب و اطوار مہذب اور مجلّی ہوں...... تمہارے کپڑوں پر کوئی میل کچیل کا نشان تک نہ ہو۔ پاک اور مصفّٰی پانی میں نہاؤ۔ جو پانی ایک دفعہ استعمال ہو چکا ہے اس کو پھر استعمال کرنے کی اجازت نہیں...... بیشک ہم یہ چاہتے ہیں کہ تمھیں زمین پر مظاہر فردوس جنے دیکھیں تاکہ تم سے وہ (نفحات) پھیلیں جن سے مقبلین کے دل خوش ہوں۔"

میرزا ابوالفضائل اپنی کتاب حجج البہیہ صفحہ ۸۶ میں ان احکام کی اہمیت کا ذکر فرماتے ہیں۔ خصوصاً مشرقی ممالک میں جہاں خانہ داری، نہانے، حتیٰ کہ پینے کے لئے بہت غلیظ پانی استعمال کیا جاتا ہے اور جہاں صفائی بالکل نہیں ہے اور بہت سی ایسی بیماریاں پھیلی ہوتی ہیں جن کا آسانی سے مداوا ہو سکتا ہے۔ یہ حالات جن کے بارے میں عموماً یہ خیال ہے کہ رائج الوقت دین ان کی اجازت دیتا ہے

اہل مشرق کے درمیان صرف اس ہستی کے حکم سے تبدیل کئے جا سکتے ہیں جس کے حق میں یقین ہو جائے کہ وہ خدا کی طرف سے یہ باتیں کہتا ہے۔ اگر اس بات کے ماننے کے ساتھ کہ صفائی اور راستبازی کی زندگی [illegible] بھی ان [illegible] راستبازی کا ایک بہت بڑا [illegible] ہے تو بہت سے مغربی ممالک میں بھی ایک بہت بڑا انقلاب واقع ہو سکتا ہے۔

مظہر اللہ کی شریعت کی اطاعت کے نتائج

سادہ زندگی۔ صفائی، شراب اور افیون وغیرہ سے پرہیز کے بارے میں جو احکام ہیں اُن کی اہمیت اس قدر صریح ہے کہ وہ کسی توضیح کی محتاج نہیں مگر اُن کی ضرورت کا عموماً بہت کم خیال کیا جاتا ہے اگر ان کا عام رواج ہو جائے تو اکثر متعدی بیماریاں اور بہت سے دوسرے امراض صفحۂ دُنیا سے گم ہو جائیں۔ جو بیماریاں صحت کے عام قوانین کی خلاف ورزی اور شراب و افیون کے استعمال سے پیدا ہوتی ہیں وہ شمار سے باہر ہیں۔ علاوہ ازیں اِن احکام کی اطاعت سے نہ صرف صحت کو فائدہ پہنچیگا۔ بلکہ اس سے چال چلن کی درستی پر بھی بڑا گہرا اثر ہوگا۔ شراب اور افیون انسان کے چلن اور اس کے جسم میں کوئی تبدیلی پیدا کرنے سے بہت پہلے اس کے ضمیر میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ پس اِن احکام کی اطاعت کرنے سے اخلاقی اور روحانی فائدہ، جسمانی فائدہ کی نسبت بہت زیادہ ہوگا۔ صفائی کے بارے میں حضرت عبدالبہا فرماتے ہیں "ظاہری صفائی اگرچہ جسم سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر روحانیت پر بھی اس کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ ...... جسم کی پاکیزگی روح انسان پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہے"۔ (الواح عبدالبہا، انگریزی جلد ۳ صفحہ ۵۸۱)

مرد و زن کے معاملات میں اعتدال کے بارے میں جو احکام انبیائے کرام نے دیئے ہیں اگر اُن پر عام طور پر عمل ہونے لگ جائے تو بیماریوں کا ایک بہت بڑا سبب دنیا سے دور ہو جائے۔ سوزاک و آتشک جیسی نفرت انگیز بیماریاں جو اس وقت

ہزاروں بے گناہ بچوں اور والدین کی زندگیوں کو تباہ کر رہی ہیں بہت جلد ایک تاریخی کہانی بن جائیں۔

اگر انصاف، باہمی امداد اور اپنے پڑوسی سے اپنے جیسی محبت کرنے کے احکام پر جو انبیائے کرام نے دیئے ہیں عمل کیا جائے تو پھر نہ تو تنگی رہایش ہی رہے نہ عسرت و محنت ہی رہے۔ اور نہ خود پسندی و کاہلی اور تباہ کن عیاشی۔ انسان کی دماغی، اخلاقی اور جسمانی بربادی کو جاری رکھ سکیں۔

حضرت موسیٰ۔ مہاتما بدھ۔ حضرت مسیح، حضرت محمد یا حضرت بہاء اللہ کے احکام جو صحت اخلاق اور صحت بدن کے بارے میں ہیں اگر اُن کی مخلصانہ متابعت کیجائے تو ایسا کرنا بیماری کے رد کرنے میں کل دنیا کے ڈاکٹروں سے اور صحت عامہ کے قوانین سے بہت زیادہ مؤثر ثابت ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس قدر ان احکام کی پابندی عام ہوگی اُسی قدر لوگوں کی صحت بھی اچھی ہوگی۔ بجائے اس کے کہ موت، بچپن یا جوانی میں زندگی کا خاتمہ کر دے جیسا کہ آجکل اکثر واقع ہو رہا ہے، انسان پکے اور میٹھے پھلوں کی طرح جو شاخ سے گرنے سے پہلے ملائم ہو جاتے ہیں ایک لمبی عمر تک زندہ رہیں گے۔

مظہر اللہ بطور طبیب

مگر ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جہاں شروع زمانہ سے ہی نبیوں کے احکام کو ماننے اور روزمرہ کی زندگی میں اُن پر عمل کرنے کی بجائے یوں ہی گاہے گاہے ان کو مان لینا اور اُن پر عمل کر لینا ہی واجب خیال کیا جاتا ہے۔ جہاں محبت اللہ کی بجائے خود پسندی اور خود رائی کا دور دورہ ہے۔ محدود اور فرقہ وارانہ مفاد کو کل نوع انسان کے مفاد پر ترجیح دی جاتی ہے دنیوی مال و متاع اور نفسانی خواہشات کو انسان کی معاشرتی اور روحانی بہبودی پر تفوق حاصل ہے۔ اسی لئے اس میں خونخوار مقابلے، لڑائیاں، ظلم و ستم دولتمندی اور مفلسی کے افراط و تفریط اور تمام وہ حالات جو جسمانی اور روحانی امراض پیدا کرنے والے ہیں،

پیدا ہو گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شجر انسانیت فرداً اور اجتماعاً کُل کا کُل بیمار ہے
پس حضرت بہاء اللہ نے سابق انبیاء کی طرح نہ صرف یہی بتایا ہے کہ صحت کس طرح قائم رہ سکتی ہے بلکہ یہ بھی سمجھایا ہے کہ اگر یہ ہاتھ سے جاتی رہے تو پھر کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ ایک طبیب اعظم ہیں جو دنیا کی جسمانی اور روحانی دونوں بیماریوں کو دور کرنے کے لئے ظاہر ہوئے ہیں۔

مادّی ذرائع سے صحت

آجکل مغربی دنیا میں روحانی وسائل سے امراض کے علاج کی تاثیر میں اعتقاد کا کچھ بہت چرچا ہو رہا ہے اس میں شک نہیں کہ بہت سے لوگ جو بیماری کے بارے میں ان مادّی خیالات اور مادّی طریقۂ علاج سے جو انیسویں صدی میں رائج تھے بگڑ کر عین اس کے برعکس انتہا تک پہنچ گئے ہیں۔ اور وہ مادّی علاج کا یا صفائی اور حفظانِ صحت کے طریقوں کا قطعی اور سرے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ مادّی اور روحانی ہر دو طریقۂ علاج کے حامی ہیں۔ آپ تاکید فرماتے ہیں علم و عملِ طبابت کو ترقی دینا اور تکمیل تک پہنچانا چاہئے تاکہ شفا کے تمام وسائل اپنے اپنے مناسب حلقہ میں لوگوں کے بہترین فائدہ کے لئے استعمال کئے جا سکیں۔ اگر حضرت بہاء اللہ کے خاندان کا کوئی فرد بیمار ہوتا تو کوئی حاذق طبیب علاج کے لئے بلایا جاتا تھا اور آپ کے پیروؤں کو بھی ایسا ہی کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ کتابِ اقدس میں فرمایا ہے:۔

"اگر تم بیمار ہو جاؤ تو کسی حاذق طبیب سے مشورہ لو"

اِس حکم کے مطابق اہلِ بہاء عموماً ہر علم و ہنر کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تمام علوم و صنائع جن سے نوعِ انسان کو فائدہ پہنچے خواہ وہ فائدہ مادّی ہی ہو انکی قدردانی اور ان کی ترقی میں کوشش کرنی واجب ہے۔ علم کے ذریعے انسان مادّی اشیاء کا مالک بن جاتا ہے۔ مگر بےعلمی میں وہ ان کا غلام ہو جاتا ہے۔

لوحِ حکیم میں فرمایا ہے

"جب ضرورت ہو تو علاج سے غفلت نہ کرو مگر جب صحت حاصل ہو جائے تو اسے ترک کر دو۔ مرض کا علاج زیادہ تر غذا کے ذریعہ کرو اور ادویات سے جہاں تک ہو سکے بچو۔ اگر تم مفردات سے اچھے ہو سکتے ہو تو مرکبات استعمال نہ کرو۔۔۔۔ جب صحت اچھی ہو تو دوا سے پرہیز کرو۔ مگر جب ضرورت ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔"

حضرت عبدالبہاء ایک لوح میں فرماتے ہیں۔

"اے جویائے حق! بیماری کو اچھا کرنے کے دو طریقے ہیں۔ مادی اور روحانی۔ پہلا طریقہ علاج مادی دواؤں کے ذریعہ ہے۔ اور دوسرا طریقہ خدا سے دعا مانگنا اور اس کی طرف دل لگانا ہے دونوں طریقوں پر عمل کرنا واجب ہے۔ ...... اس کے علاوہ یہ دونوں ایک دوسرے کے متضاد بھی نہیں مادی دوائیں بھی آپکو اس خیال سے استعمال کرنا چاہئیں کہ وہ خدا کی رحمت اور عنایت کے طور پر ہمیں ملی ہیں۔ خدا نے ہی علم طبابت کو منکشف اور ظاہر فرمایا ہے تاکہ اس کے بندے اس طریقہ علاج سے بھی مستفیض ہوں۔"

(الواح عبدالبہاء، انگریزی جلد ۳ صفحہ ۵۸۲)

آپ فرماتے ہیں اگر ہمارے بیہودہ اور غیر فطری طرز زندگی کے سبب ہماری قوئی ذائقہ اور تمیز بگڑی ہوئی نہ ہوتیں تو یہ مناسب غذا شفا بخش نباتات اور جڑی بوٹی اور دیگر ادویہ کے پہنچنے میں ہماری ویسی ہی رہنمائی کرتیں جیسی یہ حیوانوں کی کرتی ہیں۔ (کتاب مفاوضات عبدالبہاء کے صفحہ ۲۹۶ میں شفاء کے بارے میں ایک

نہایت دلچسپ بیان کے آخر میں آپ فرماتے ہیں :-

پس یہ ثابت ہوگیا کہ غذا اور پھلوں کے ذریعہ علاج ممکن ہے۔ مگر چونکہ اس وقت علم طبابت ناقص ہے یہ بات ابھی تک پوری طرح سمجھی نہیں گئی۔ جب علم طبابت تکمیل کو پہنچ جائے گا تو غذاؤں۔ خوشبوؤں پھلوں نباتات اور گرم و سرد پانی کے ذریعہ علاج ہوا کرے گا"

جب ہم مادی وسائل سے علاج کرتے ہیں اُس وقت بھی وہ قوت جو شفا بخشتی ہے خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ کیونکہ جماداتی و نباتاتی ادویہ میں جو خاصیتیں ہیں وہ خدا کے فضل و فیض سے ہی ہیں۔

"ہر چیز کا انحصار فضل خدا پر ہے دوا تو صرف ایک ظاہری ذریعہ ہے جس کے وسیلے ہم خدا سے شفا حاصل کرتے ہیں"

غیر مادی وسائل سے شفا

آپ کی تعلیم ہے کہ مادی وسائل کے علاوہ بھی شفا حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں جس طرح بیماری متعدی ہے اسی طرح صحت بھی متعدی ہے۔ اگرچہ صحت کا متعدی بہت سست اور اثر میں بہت کمزور ہے اور بیماری کی چھوت کا اثر زبردست اور اپنے عمل میں بہت تیز ہے۔

بیمار کے اپنے دل کی حالت اور اعتقاد کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور ان حالات کو حاصل کرنے میں ان کا بہت بڑا دخل ہے۔ خوف۔ غصہ۔ فکر۔ وغیرہ جس قدر صحت کیلئے مضر ہیں اسی قدر امید۔ محبت۔ خوشی وغیرہ ان کے لئے فائدہ مند ہیں۔

یوں حکیم نے فرمایا ہے

"بے شک ہر حالت میں صبر و قناعت نہایت ضروری ہے"۔

اس کے ذریعے انسان کاہلی اور دوسری بری عادتوں سے بچا رہتا ہے۔ رنج و غم کے مطیع نہ ہو۔ یہ بہت بڑی مصیبت کا باعث ہوتے ہیں۔ حسد جسم کو بھسم کر دیتا ہے اور غصہ کلیجہ کو جلا دیتا ہے۔ ان سے ایسے ہی بچو جیسے تم شیر سے بچتے ہو۔"

حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں:۔ "خوشی ہمیں قوت پرواز عطا کرتی ہے۔ جب ہم خوش ہوتے ہیں تو ہماری قوت زبردست اور فہم تیز ہوتی ہے........ مگر جب ہم غمگین ہوتے ہیں تو ہم کمزور ہو جاتے ہیں۔"

کتاب مفاوضات عبد البہاء پیرس کے لکچر ۱۹۱۱ء میں روحانی علاج کی ایک دوسری صورت بیان فرماتے ہیں۔ کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ:۔

"ایک طاقتور شخص کی ایک بیمار شخص پر جو کہ کامل اعتقاد کے ساتھ یہ امید رکھتا ہے کہ اس طاقتور شخص کی روحانی قوت سے مجھے آرام ہو جائے گا۔ کامل توجہ کرنے سے ایک حد تک طاقتور شخص اور بیمار میں ایک دلی رشتہ پیدا ہو جاتا ہے۔ طاقتور شخص پوری پوری کوشش کرتا ہے کہ بیمار اچھا ہو جائے اور بیمار کو یہ کامل یقین ہوتا ہے کہ وہ اس علاج سے اچھا ہو جائیگا۔ ان دماغی تاثرات کے اثر سے اعصاب میں ایک ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تاثرات اور یہ ہیجان اعصاب بیمار کے شفا پانے کا سبب ہوتے ہیں۔"

مگر شفا کے یہ تمام طریقے اپنے اثرات میں محدود ہیں۔ اور بہت سی بیماریوں میں شفا نہیں دے سکتے

روح القدس کی قوت

شفا حاصل کرنے کا سب سے کامل ترین اور طاقتور وسیلہ روح القدس کی قوت ہے۔

اس کے لئے نہ تو ملاقات کی ضرورت ہے نہ دیکھنے اور موجودگی کی ——— مرض

خواہ سخت ہو یا ہلکا جسم ایک دوسرے کو چھوئیں یا نہ چھوئیں بیمار اور طبیب میں کوئی تعلق ہو یا نہ ہو یہ شفا روح القدس کی قوت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔"

(مفاوضات عبدالبہاء)

اکتوبر سنہ ۱۹۰۴ء میں مس ایتھل روزنبرگ سے باتیں کرتے ہوئے حضرت عبدالبہاء نے فرمایا" "روح القدس کی قوت کے ذریعے جو شفا حاصل ہوتی ہے اس کے لئے توجہ یا تعلق کی ضرورت نہیں۔ یہ اس مقدس ہستی کی دعا اور اسکی خواہش کے ذریعے ہوتی ہے۔ بیمار خواہ مشرق میں ہو اور طبیب مغرب میں اور انہیں ایکدوسرے سے واقفیت بھی نہ ہو مگر جونہی وہ مقدس شخص اپنا دل خدا کی طرف لگاتا ہے اور دعا مانگنے لگتا ہے بیمار اچھا ہو جاتا ہے۔ یہ فیض صرف مظاہر الہیہ اور کاملین کو ہی حاصل ہے۔"

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح اور آپ کے رسولوں نے اسی طریقہ سے بیماروں کو شفا عطا فرمائی تھی ہر زمانے کے بزرگوں میں اس طرح شفا عطا کرنے کے کام منسوب کئے جاتے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ اور عبدالبہاء ہر دو اس فیض کے مالک تھے اور آپ کے مخلص مومنین کو بھی اس قوت کے ملنے کا وعدہ ہے۔

بیمار کا فرض

شفائے روحانی کی قوت کو پوری طرح اثر انداز ہونے کیلئے بیمار و طبیب، اور بیمار کے دوستوں، اور دیگر افراد جماعت کیلئے چند باتیں ضروری ہیں۔

بیمار کیلئے سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ اپنے پورے خیال سے خدا کی طرف متوجہ ہو اور اس کی قوت اور اس کی رضا پر کامل یقین رکھے کہ جو کچھ وہ کرے گا بہتر ہی کرے گا۔ اگست سنہ ۱۹۱۲ء میں ایک امریکن لیڈی سے باتیں کرتے ہوئے حضرت عبدالبہاء نے فرمایا۔

"یہ تمام امراض نہ رہیں گے اور آپ کو جسمانی اور روحانی صحت پوری پوری حاصل ہو جائیگی ...... آپ اپنے دل میں پورا پورا اطمینان رکھیں اور آپ کو اس بات کا کامل یقین ہو کہ حضرت بہاء اللہ کے فضل و کرم سے ہر چیز آپ کے لئے اچھی ہو جائیگی۔ مگر آپ اپنے سارے دل سے ملکوت الٰہی کی طرف متوجہ ہوں اور اپنی ساری توجہ کو اس طرف منعطف کریں جس طرح مریم مجدلیہ نے اپنی ساری توجہ حضرت مسیح کی طرف لگادی تھی ۔ اور میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو جسمانی اور روحانی صحت حاصل ہوگی۔ آپ قابل ہیں میں آپ کو اس بات کی خوشخبری دیتا ہوں کہ آپ اس کے قابل ہیں کیونکہ آپ کا دل پاک ہے۔ متوکل رہیں۔ خوش رہیں۔ روح و ریحان سے رہیں۔ اُمیدوار رہیں۔

اگرچہ اس محترم خاتون کی خاص حالت میں حضرت عبدالبہاء نے کامل جسمانی صحت حاصل ہونے کا اطمینان دلایا ہے۔ مگر ہر مریض کیلئے باوجود اسکے کہ وہ کامل یقین کے ساتھ آپ کے پاس آتا ہے آپ نے ایسا نہیں کیا۔ عکہ میں ایک زائر سے آپنے فرمایا۔ جو مناجاتیں شفا کیلئے نازل ہوئی ہیں وہ روحانی و جسمانی دونوں شفا کیلئے ہیں اگر مریض کے لئے شفا بہتر ہے تو یقیناً یہ اُس کو عطا ہوگی۔ بعض مریضوں کیلئے شفا دیگر امراض کا سبب بن جاتی ہے۔ اسی لئے حکمت الٰہی بعض دعاؤں کو مستجاب نہیں کرتی

اے امۃ اللہ روح القدس کی قوت جسمانی اور روحانی ہر دو امراض کو شفا بخش سکتی ہے"

(عکا میں روزانہ سبق ص ۹۵)

ایک بیمار کو آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"بیشک رضائے الٰہی بعض اوقات اس طرح واقع ہوتی ہے کہ انسان اُس کا سبب جاننے سے عاجز ہوتے ہیں۔ اسباب اور وجوہات ظاہر ہو جائیں گے خدا پر بھروسہ اور توکل رکھیں اور اپنے آپ کو خدا کی رضا کے حوالے کردیں۔

"بیشک تمہارا خدا محبت کرنے والا۔ رحم کرنے والا اور مہربان ہے ...... اور اپنی رحمت آپ پر نازل کرے گا۔" (سٹار آف دی ویسٹ جلد ۸ صفحہ ۲۳)

آپ کی تعلیم ہے کہ روحانی صحت سے جسمانی صحت بھی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ جسمانی صحت کا مدار بہت سے اسباب پر ہے جنمیں سے بعض انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔ اس لئے ایک شخص کا انتہائی درجہ کا روحانی خضوع وخشوع بھی ہر حالت میں اُسے جسمانی صحت نہیں دے سکتا۔ مقدس سے مقدس انسان بھی بعض اوقات بیمار ہوتے ہیں۔ پھر بھی رُوحانی خضوع وخشوع کا جو خوش کُن اثر جسم پر ہوتا ہے وہ جیسا کہ عام خیال ہے اُس سے کہیں زیادہ پُر تاثر ہے۔ اور بہت سی حالتوں میں بیماری کو دُور کرنے کیلئے کافی ثابت ہوتا ہے۔ ایک انگریز خاتون کو حضرت عبدالبہاء لکھتے ہیں۔

"آپ نے اپنی جسمانی کمزوری کے بارے لکھا ہے۔ میں حضرت بہاء اللہ کے فضل سے ملتجی ہوں کہ وہ آپ کو روح کی قوت عطا کرے۔ تاکہ اس روحانی قوت کے ذریعے آپ کو جسمانی صحت بھی حاصل ہو جائے۔"

ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں۔ "خدا نے انسان کو ایسی عجیب طاقتیں عطا کی ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنی نگاہ کو بلند رکھ سکتا ہے۔ اور دیگر فیوض کے ساتھ ساتھ اُس کے فضل وعنایت سے صحت کا فیض بھی حاصل کر سکتا ہے۔ مگر حیف! کہ انسان اس بڑی نعمت کا شکر گزار نہیں غفلت کی نیند سو رہا ہے۔ اور اُس بڑی رحمت سے بے پروا ہے جو خدا نے اُس کو عطا کی ہے وہ نُور سے اپنا رُخ پھیر کر تاریکی کی طرف جا رہا ہے" (پیرس کے خطابات صفحہ ۱۶)

شفا بخشنے والا

روحانی طریقہ سے علاج کرنے کی قوت بلا شک وشبہ کل بنی نوع انسان کو کم یا زیادہ درجہ میں حاصل ہے۔ مگر یہ

جس طرح بعض انسانوں کو ریاضی یا موسیقی میں خاص قابلیت ہوتی ہے اسی طرح بعض کو علاج کرنے میں خاص مذاق ہوتا ہے ان لوگوں کو طبابت کا پیشہ اختیار کرنا چاہئیے۔ بدقسمتی سے اس زمانہ میں دُنیا ایسی مادہ پرست ہوگئی ہے کہ روحانی علاج کا امکان بھی اس سے گم ہوگیا ہے۔ تمام دوسری قابلیتوں کی طرح علاج کرنے کے مذاق کا پتہ لگانے اور اس کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ اپنی انتہائی قوت اور عروج تک پہنچ جائے۔ اس وقت غالبًا دنیا میں ہزارہا ایسے اشخاص موجود ہیں جن میں علاج کرنے کا قدرتی مادہ بہت زیادہ موجود ہے۔ مگر یہ بیش بہا خداداد عطیہ انہیں خاموشی اور بےکار پڑا ہے۔ جب روحانی علاج کے اثرات کا احساس پوری طرح ہو جائے گا طبابت میں ایک انقلاب واقع ہوگا۔ اس کی شرافت کو چار چاند لگ جائینگے۔ اور اس کی عظمت بے حساب بڑھ جائے گی۔ اور جب اس نئے علم اور نئی قوت کے ساتھ مریض کا اعتقاد بھی شامل ہو جائے گا تو عجیب وغریب نتائج ظاہر ہونگے۔

لوح حکیم میں فرمایا ہے۔

"ہمارا توکل خدا پر ہونا چاہئیے۔ کوئی خدا نہیں مگر وہی شفا بخشنے والا۔ جاننے والا۔ اور مدد کرنے والا......... دُنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جو خدا کے احاطہ سے باہر ہو۔"

اے طبیب! مریض کا علاج کرنے سے پہلے اپنے خدا کا جو قیامت کے دن کا مالک ہے نام لے۔ پھر وہ چیزیں استعمال کر جو خدا نے اپنے بندوں کے علاج کے لئے مقرر فرمائی ہیں۔ میری جان کی قسم! وہ طبیب جو میری محبت کی شراب سے سرشار ہو۔ اس کی آمد شفا اور اس کا دم رحمت اور امید کا نسخہ ہے۔ جسم کی بہبودی کیلئے ایسے حکیم کا دامن پکڑ۔ اسکے علاج میں خدا کی تائید شامل ہے۔

یہ علم (علم طبابت) سب علوم سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ خاک کو زندگی بخشنے والے خدا کی طرف سے یہ سب سے بڑا وسیلہ ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں کے جسموں کی حفاظت کرتا ہے اور اس نے اسے سب علوم و فنون کا سرتاج مقرر کیا ہے۔ کیونکہ آج کے دن تمہارا یہ فرض ہے کہ تم مضرت کیلئے کمر بستہ ہو جاؤ۔

کہہ الٰہی! تیرا نام میرے لئے شفا اور تیرا ذکر میرا طبیب ہے۔ تیرا قرب میری آس۔ تیری محبت میری انیس۔ اور تیری رحمت اس دنیا اور اس جہان میں میری رفیق اور میری طبیب ہو۔ بیشک تو دینے والا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

حضرت عبدالبہاء لکھتے ہیں

"جو شخص حضرت بہاء اللہ کی محبت میں سرشار ہے اور سب چیزوں کو بھول جاتا ہے اس کے منہ سے روح القدس کی آواز سنائی دیتی ہے اور اس کا دل زندگی کی روح سے لبریز ہوتا ہے..... لفظ موتیوں کی لڑی کی طرح اس کے منہ سے نکلیں گے اور اس کے ہاتھ رکھنے سے ہی تمام بیماریاں اور امراض دور ہو جائیں گے۔

(سٹار آف دی ویسٹ جلد ۸ صفحہ ۲۴۴)

اے پاک اور روحانی شخص! خدا کی طرف ایک ایسے دل سے متوجہ ہو جو اسکی محبت میں تڑپ رہا ہو اسکی تمجید میں غرق ہو۔ اس کی ملکوت کی طرف نگاہ لگائے رکھے۔ اور جوش و وجد عشق و محبت۔ اور روح و ریحان کی حالت میں اس کی روح القدس سے مدد کا طالب ہو۔ خدا اپنے پاس کی ایک روح کے ذریعہ بیماریوں اور امراض کو چنگا کرنے کیلئے تمہاری تائید فرمائے گا۔

قلوب اور اجسام کا علاج کرنے میں مصروف رہ۔ اور ملکوت اعلیٰ کی طرف توجہ کے ذریعہ بیماروں کیلئے شفا کا جو یا ہو اسم اعظم کی قوت اور محبت اللہ کی طاقت سے شفا حاصل کرنا تیرا مدعا ہو"۔ (الواح عبدالبہاء انگریزی جلد ۳ صفحہ ۶۲۸ و ۶۲۹)

کس طرح سب مدد کر سکتے ہیں

مرض کا علاج کرنا صرف بیمار سے ہی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ طبیب اور ہر شخص کا کام ہے۔ ہمدردی خدمت۔ راست روی۔ راست خیالی اور خصوصاً دعا سے ہر شخص کا اس کام میں حصہ لینا فرض ہے۔ دعا سب علاجوں سے زبردست علاج ہے۔

حضرت عبدالبہا فرماتے ہیں۔

"دوسروں کیلئے دعا اور زاری کرنا یقیناً اپنا اثر دکھائے گی"

بیمار کے دوستوں پر ایک خاص ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ ان کا اثر خواہ وہ نیک ہو یا بد بے شک اور زبردست ہوتا ہے کتنی ہی حالتوں میں نتیجہ کلیتہً بیچارے بیمار کے والدین، دوستوں اور ہمسایوں کی تیمارداری پر منحصر ہوتا ہے۔

جماعت کے کل افراد کی بیماری کی ہر حالت میں ایک حد تک بہت بڑا اثر رکھتے ہیں ایک فرد واحد کی حالت میں یہ اثر دکھائی نہ دے۔ مگر ایک جماعت میں یہ اثر بہت زبردست ہوتا ہے ہر شخص اس معاشرتی فضا کے زیر اثر ہوتا ہے۔ (جس میں وہ زندگی بسر کرتا ہے) خواہ یہ اثر روحانی ہو یا مادی نیک ہو یا بد۔ خوش کن ہو یا غم افزا۔ ہر فرد واحد اس معاشرتی فضا کے بدلنے میں حصہ دار ہے۔ دنیا کی موجودہ حالت میں ہر شخص کے لئے کامل صحت کا حاصل کرنا ممکن نہ ہو مگر یہ ہر شخص کیلئے ممکن ہے کہ وہ روح القدس کی صحت بخش قوت کا پسندیدہ ذریعہ بنے اور اس طرح اپنے آپ پر اور ان تمام پر جو اس سے ملیں جلیں ایک صحت و سرور بخش اثر ڈالے۔

"اہل بہا پر بہت کم کسی فریضہ کو اس قدر بار بار اور شدومد سے فرض کیا گیا۔ جس قدر مریضوں کو شفا دینے کا فرض عائد کیا گیا ہے۔ اور حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبدالبہا نے شفا کیلئے بہت سی مناجاتیں نازل فرمائی ہیں۔"

سنہری زمانہ

حضرت بہاء اللہ نے اس بات کا اطمینان دلایا ہے کہ مریضوں طبیبوں اور عام لوگوں کی باہمی امداد اور صحت کے مادی، عقلی اور روحانی وسائل کے مناسب استعمال سے ایسا سنہری زمانہ آئے گا جب خدائے قدیر کی قوت سے "غم خوشی میں، اور مرض صحت میں بدل دیا جائے گا" حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں۔ کہ جب لوگ خدا کا پیغام سمجھ جائینگے تو سب تکالیف دور ہو جائیں گی۔ ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں۔

"جب مادی اور روحانی جہانوں کا خوب میل جول ہو جائے گا۔ جب دل صاف، اور خواہشات پاک ہو جائینگی تو کامل اتحاد ظاہر ہوگا اور اسکی قوت سے ایک کامل عجوبۂ قدرت دیکھنے میں آئے گا۔ جسمانی اور روحانی ہر قسم کی بیماریاں بالکل دور ہو جائینگی"

(الواح عبدالبہاء انگریزی جلد ۲، صفحہ ۳۰۹)

صحت کا صحیح استعمال

اس باب کے خاتمہ پر حضرت عبدالبہاء کی ان تعلیمات کا جو آپ نے جسمانی صحت کے صحیح استعمال کے بارے میں فرمائی ہیں۔ ذکر کرنا مناسب ہوگا۔ واشنگٹن کے اہل بہاء کی ایک لوح میں آپ فرماتے ہیں۔

"اگر جسمانی صحت اور قوت کو ملکوت الہٰی کی راہ میں صرف کیا جائے تو یہ بہت محبوب و مقبول ہے اور اگر یہ عام بنی نوع انسان کے مفاد کیلئے صرف ہو (خواہ یہ مفاد مادی ہو یا روحانی) اور نیکی کا باعث بنے تو یہ بھی محبوب ہے پر اگر جسمانی صحت اور خوشحالی کو نفسانی خواہشات کے پورا کرنیکے لئے صرف کیا جائے اور حیوانوں کی طرح رہا جائے اور شیطانی خیالات کا آماجگاہ رہے تو ایسی صحت سے بیماری بہتر ہے۔ بلکہ ایسی زندگی سے موت بدرجہا افضل ہے۔ اگر آپ صحت

کے طلبگار ہیں تو ملکوت الٰہی کی خدمت کرنے کیلئے صحت طلب کریں۔ میرا اُمید کرتا ہوں کہ آپ کامل بصیرت۔ اٹل ارادہ مکمل صحت اور جسمانی و روحانی قوت حاصل کرینگے۔ تاکہ آپ ہمیشہ کی زندگی کے سرچشمہ سے پانی پیئیں۔ اور خدائی تائیدات کی روح سے مؤید رہوں۔

آٹھواں باب

وحدتِ ادیان

"اے اہلِ عالم! اس ظہورِ اعظم کی سب سے بڑی برکت وخوبی یہ ہے کہ ہم نے کتاب میں سے اُن تمام باتوں کو محو کر دیا ہے۔ جو اختلاف۔ دشمنی۔ اور نا اتفاقی کا باعث تھیں اور اُن باتوں کو ثبت کیا ہے۔ جو اتحاد، و اتفاق۔ مودت۔ ومحبت کا سبب ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو خدا کے نازل کردہ احکام پر عمل کرتے ہیں۔"

(حضرت بہاء اللہ (لوح العالم)

انیسویں صدی میں فرقہ بازیاں

انیسویں صدی سے پہلے دنیا شاید ہی اتحادِ دینی سے اس قدر دور ہوئی ہو۔

کئی صدیوں سے بڑے بڑے ادیان کے ماننے والے مثلاً زرتشتی۔ موسائی۔ بودھ۔ عیسائی، مسلمان ساتھ ساتھ زندگی بسر کرتے آرہے تھے۔ مگر بجائے اسکے ایک متحد قوم بنتے، وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے۔ خونریزیاں کرتے رہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر ایک دین میں شاخیں نکل آئیں۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہوتے گئے فرقہ کے اندر فرقے نکلتے آئے جو ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوتے رہے۔ حالانکہ

حضرت مسیحؑ نے فرمایا ہے۔

" تم آپس میں ایسی محبت کرو کہ تمہاری محبت سے ہی لوگ یہ جان لیں کہ تم میرے شاگرد ہو" قرآن میں فرمایا ہے۔

" یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے .... خدا نے تمکو وہ دین دیا ہے جو اس نے نوحؑ کو دیا تھا۔ اور جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے۔ یہی ہم نے ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسےؑ کو دیا تھا اور کہا تھا کہ اس دین پر ایمان لاؤ۔ اور فرقوں میں تقسیم نہ ہونا"

ہر بڑے دین کے بانی نے اپنے پیروؤں کو محبت اور اتحاد کی تعلیم دی۔ مگر ہر حالت میں دین کے بانی کا مقصد ایک بڑی حد تک تنگ دلی۔ تعصب۔ رسم ورواج کی پابندی۔ ریاکاری۔ بددیانتی۔ تاویل بازی۔ فرقہ بندی اور فساد کے گرداب میں غرق ہو گیا۔ دور بہائی کے آغاز کے وقت دنیا میں متضاد اور مخالف فرقوں کی مجموعی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ غالباً تاریخ انسان کے کسی زمانہ میں اتنی زیادہ نہ ہوئی ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس زمانہ میں لوگ ہر قسم کے مذہبی عقائد اور مختلف رسم ورواج اور ہر طرح کے اخلاقی قوانین کا تجربہ کر رہے تھے۔

اس زمانہ میں لوگوں کی ایک روز افزوں تعداد قوانین قدرت اور اصول ایمان کی بے محابا تحقیق اور تنقیدی تفتیش میں اپنی قوتوں کو صرف کر رہی تھی۔ نئے علم بسرعت تمام پھیل رہے تھے۔ اور زندگی کے اکثر عقدوں کو سلجھانے کیلئے نئے نئے عمل معلوم کئے جا رہے تھے۔ نئی نئی ایجادوں کی ترقی مثلاً دخانی جہاز۔ ریل گاڑی۔ ڈاک اور چھاپہ خانہ کے ذریعہ خیالات کے پھیلانے اور نتیجہ خیز تبادلہ میں بہت مدد ملی۔ دین اور سائنس کے موہومہ تصادم نے ایک سخت جنگ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ عیسائی دنیا میں کتاب مقدس کے ناقد سائنس کے ساتھ مل کر بائبل کے استناد کے ساتھ جو صدیوں سے عام طور پر ایک مقبول اور مانا ہوا استناد سمجھا جاتا تھا،

جھگڑتے اور ایک بڑی حد تک اسے رد کر رہے تھے۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد جس کا شمار دن بدن بڑھتا جاتا تھا۔ پادریوں کی تعلیم کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئی تھی۔ خود پادریوں کی ایک خاصی تعداد سرًّا و جہرًا اپنے فرقوں کے اعتقادات کے بارے میں شک و شبہ رکھتے تھے۔

یہ ہیجان اور تصادم آرا جن کے ساتھ ساتھ یہ خلش بھی لگی ہوئی تھی کہ دقیانوسی اعتقادات و رسوم ایمانیات اب بیکار ہیں۔ اور صحیح علم و عرفان کی تلاش میں لوگوں کی سرگردانی صرف عیسائی ممالک تک ہی محدود نہ تھی بلکہ کم یا زیادہ مختلف صورتوں میں سب ممالک اور ادیان کے لوگوں میں نمایاں تھی۔

حضرت بہاء اللہ کا پیغام

اس وقت جبکہ یہ ابتری و بدحالی عین عروج پر تھی۔ حضرت بہاء اللہ نے صور پھونکا اور فرمایا۔

"تمام لوگ اعتقاد میں ایک ہو جائیں۔ سب انسان بھائی بھائی بن جائیں۔ نوعِ انسان میں محبت اور اتحاد کے رشتے مضبوط ہو جائیں۔ ادیان کے اختلاف اڑ جائیں اور قومیت کے تفرقے بالکل مٹا دیئے جائیں۔۔۔۔ یہ جنگ و جدل۔ خونریزیاں اور نفاق بند ہونے چاہئیں تاکہ سب انسان ایک خاندان اور واحد خاندان کی طرح رہنے لگیں۔" (پروفیسر براؤن سے خطاب)

بے شک یہ ایک شاندار پیغام ہے۔ مگر اسمیں جو تجاویز ہیں اُن کو عمل میں کیسے لایا جائے؟ انبیا ہزاروں سال سے انہی باتوں کی تلقین کرتے آئے۔ شعرا نے نظمیں بنائیں اور اولیا دعا مانگتے رہے۔ اب ایسی کونسی بات ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ معجزہ عرصۂ شہود میں آنے والا ہے۔ کیا دنیا میں کوئی نئی حالتیں پیدا ہو گئیں ہیں؟ کیا انسانی طبیعت ویسی ہی نہیں ہے جیسے پہلے تھی؟ اور کیا

جب تک دنیا قایم رہیگی یہ ویسی ہی نہ رہے گی؟ اگر دو شخص یا دو قومیں ایک ہی چیز کے خواہشمند ہیں تو کیا جیسے وہ پہلے کرتے آئے ہیں ایک دوسرے سے اس کے لئے نہ لڑیں گے۔ اگر موسیٰ۔ بدھ۔ مسیح اور محمد دنیا میں اتفاق و اتحاد نہ پھیلا سکے تو کیا اب حضرت بہاء اللہ اس میں کامیاب ہو جائینگے؟

جب سب پہلے ادیان بگڑ کر فرقہ فرقہ میں بٹ گئے تو امر بہائی کا بھی حال نہ ہوگا؟ آؤ ہم دیکھیں بہائی تعلیمات ان سوالوں کا اور ایسے ہی دوسرے سوالوں کا کیا جواب دیتی ہیں۔

کیا انسانی طبیعت بدل سکتی ہے؟

تعلیم و دین دونوں کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ انسانی...

طبیعت کا بدلنا ممکن ہے اس میں شک نہیں کہ معمولی سی تحقیق بھی ہمیں یہ دکھا دیگی کہ کسی زندہ چیز کیلئے جو ایک بات ہم کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ چیز تبدیل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تغیر و تبدل کے بغیر زندگی کا ہونا ہی ممکن نہیں۔ حتیٰ کہ جمادات بھی تغیر و تبدل کی دست برد سے نہیں بچ سکتیں اور زندگی کے مدارج میں جس قدر ہم اوپر کی طرف دیکھتے ہیں۔ اسی قدر ان تغیرات کو ہم انواع و اقسام کے پیچیدہ اور عجیب و غریب پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر درجہ کی مخلوق کی نشوونما اور ترقی میں ہم دو قسم کے تغیرات مشاہدہ کرتے ہیں ایک دھیما اور آہستہ جو اکثر محسوس بھی نہیں ہوتا۔ دوسرا فوری اچانک اور تحیر انگیز۔ یہ دوسرا تغیر ارتقا کے نازک مدارج میں واقع ہوتا ہے۔ مثلاً جمادات میں ہم یہ نازک مدارج گداز ہونے اور ابلنے کے درجہ پر پاتے ہیں۔ یعنی جب ایک ٹھوس چیز یکلخت مائع بن جاتی ہے اور مائع گیس کی صورت میں بدل جاتی ہے۔ نباتات میں اس قسم کے نازک مدارج

اُسوقت دکھائی دیتے ہیں جب بیج پھوٹنے لگتا ہے یا شگوفہ کھِل کر پتے کی شکل اختیار کرتا ہے۔ حیوانات میں تو یہ ہر جگہ دکھائی دیتا ہے۔ یعنی جب کرم کِرمک فوراً تیتری بن جاتا ہے۔ چوزہ انڈے کے خول سے نکلتا ہے اور بچہ ماں کی پیٹ سے پیدا ہوتا ہے روح کی اعلیٰ زندگی میں بھی ہم اکثر ایسی تبدیلیاں دیکھتے ہیں۔ یعنی جب انسان نئے سرے سے پیدا ہوتا ہے اور اسکی ساری کی ساری ہستی اس کے ارادے، اس کی حرکات، اس کا چال چلن سب تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ایسے نازک مدارج اکثر کُل جنس یا جنسوں کے گروہوں کو بیکوقت تبدیل کر دیتے ہیں۔ مثلاً موسم بہار میں سب قسم کی نباتات بیک وقت ایک نئی زندگی حاصل کرتی ہیں۔

جس طرح ادنیٰ کائنات نئی اور بھرپور زندگی کو فوری طور پر حاصل کرنے کے اوقات رکھتی ہیں اسی طرح نوع انسان کیلئے ایک نازک درجہ یعنی ایک نئی پیدائش یا خلق جدید کا وقت اسوقت قریب ہے اس وقت زندگی کے وہ اوضاع جو ابتدائی تاریخ سے ابتک جاری ہیں فوراً اور ہمیشہ کیلئے بدل جائیں گے۔ اور نوع انسان زندگی کے ایک ایسے نئے دَور میں داخل ہوگی جو پرانے دَورِ زندگی سے ایسا ہی مختلف ہوگا، جیسا کرمک تیتری سے اور پرندہ انڈے سے مختلف ہے۔ کُل کی کُل نوع انسان نئے ظہور الٰہی کے نور سے صداقت اور حق کی اسی طرح روشنی پلیئے گی جس طرح سورج کے نکلنے سے سارا کا سارا ملک منوّر ہو جاتا ہے۔ تاکہ ہر شخص وہاں صاف طور سے دیکھنے لگے۔ جہاں ایک گھڑی پہلے ہر چیز دھندلی اور تاریک نظر آتی تھی۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں۔

"قوائے انسانی کا یہ ایک نیا دَور ہے۔ دنیا کے سب آفاق منوّر ہو رہے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ دنیا ایک گلشن و رضوان بن جائے گی"

نیچر کی بہت سی مثالیں اس خیال کی تائید کرتی ہیں پہلے انبیائے کرام نے بیک آواز اس عظیم الشان زمانے کے آنے کی پیشین گوئیاں کی ہیں۔ قرائن زمانہ بھی صاف طور سے یہی ظاہر کر رہے ہیں کہ انسانی خیالات اور معاملات میں فی زمانہ ہی گہرے انقلاب انگیز تغیرات روزافزوں ترقی پر ہیں۔ پھر بھلا اس یاس انگیز دلیل سے کہ ہر چیز بدل سکتی ہے مگر انسانی طبیعت نہیں بدل سکتی۔ کونسی بات زیادہ ناپائدار اور بیہودہ ہو سکتی ہے؟

اتحاد کی طرف پہلا قدم!

اتحاد دین کو بڑھانے کیلئے حضرت بہاء اللہ انتہائی بردباری اور مہربانی کی تلقین فرماتے ہیں اور اپنے ماننے والوں پر [illegible] ادیان کے لوگوں کے ساتھ روح و ریحان سے ملنا فرض ٹھہراتے ہیں۔ [illegible] میں نازل فرمایا ہے۔

نزاع و جدال کو اُسنے اپنی کتاب (کتاب اقدس) میں سختی سے منع فرمایا ہے اس ظہور اعظم میں خدائے پاک کا یہی حکم ہے اور یہ وہ حکم ہے جسے اس نے تنسیخ سے مبرا فرمایا ہے اور جسے اپنی تائید کے زیور سے مرصع کیا ہے۔

اے اہل عالم! خدا کا دین محبت اور اتحاد کیلئے ہے۔ اسے دشمنی اور جنگ کا باعث نہ بناؤ۔ ہم امیدوار ہیں کہ اہل بہاء ہمیشہ قل کل من عند اللہ (کہدے سب کچھ خدا کی طرف سے ہے) کے پاک کلمہ کو مضبوط پکڑینگے۔ یہ کلمہ مبارکہ پانی کی مانند، حقد اور حسد کی آگ کو بجھا دیتا ہے جو لوگوں کے سینوں اور دلوں میں سُلگ رہی ہو۔ صرف اس کلمہ کی برکت سے دنیا کے مختلف مذاہب نور اتفاق سے منور ہوں گے بیشک خدا سچ کہتا ہے اور صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے وہ قادر مطلق اور صاحب جمال و جلال ہے۔ حضرت عبدالبہا فرماتے ہیں

سب انسانوں کیلئے فرض ہے وہ تعصبات کو ترک کریں۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے کے

معابد میں بھی جائیں کیونکہ ان سب عبادتگاہوں میں خدا کی تعریف اور اس کا ذکر ہوتا ہے۔ جب سب ایک ہی خدا کی پرستش کیلئے جمع ہوتے ہیں تو اس میں فرق کیا رہا؟ ان میں سے کوئی بھی شیطان کی پرستش نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ عیسائیوں کے گرجوں، اور یہودیوں کی ہیکلوں میں جائیں اور اسی طرح دوسروں کو مسلمانوں کی مسجدوں میں جانا چاہئے۔ چند ایک بے بنیاد تعصبات اور جھوٹے اعتقادات کی خاطر وہ ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔ امریکہ میں میں یہودیوں کی عبادت گاہوں میں گیا جو عیسائیوں کے گرجوں کی مانند ہیں۔ اور میں نے ہر جگہ خدا کی ہی پرستش ہوتے دیکھی۔

انہیں سے اکثر مقامات میں میں نے وہاں کے لوگوں سے اساس ادیان الٰہی کے بارے میں گفتگو کی۔ اور میں نے انہیں انبیائے الٰہی اور ظہورات مقدس کی صداقت کی دلیلیں دیں میں نے انہیں اندھی تقالید کو چھوڑنے کی تلقین کی۔ اسی طرح سب پیشواؤں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے معابد میں جائیں اور ادیان الٰہی کی بنیاد اور ان کے اصل اصولوں پر گفتگو کریں۔ انہیں چاہئے کہ وہ غلط جوش مذہبی کو ترک کر کے ایک دوسرے کے معابد میں جائیں اور نہایت محبت و اتحاد کے ساتھ خدا کی پرستش کریں۔ (سٹار آف دی ویسٹ جلد ۹ نمبر ۳ صفحہ ۳۷)

اگر صرف یہی پہلے قدم ہی اٹھائے جاتے اور مختلف مذاہب کے درمیان دوستی اور باہمی بردباری قائم ہو جاتی تو آج دنیا میں کیسی عجیب و غریب تبدیلی ہو گئی ہوتی۔ مگر صحیح اتحاد اور اتفاق کے قیام کے لئے اس سے بھی کچھ زیادہ کرنے کی ضرورت ہے فرقہ بازی کی بیماری کے لئے بردباری ایک قیمتی دوا ہے۔ مگر یہ اس کا کامل علاج نہیں۔ یہ بیماری کے سبب کو دور نہیں کرتی

مسئلہ تشخیصات:۔ زمانہ ماضی میں مختلف مذاہب متحد ہونے میں اس لئے

ناکامیاب رہے کہ اُن کے ماننے والوں نے اپنے اپنے بانی دین کو ہی سب سے بڑا سمجھا اور اسکی شریعت کو ہی خدائی شریعت تصوّر کیا۔ لہٰذا جب کسی نئے نبی نے دعویٰ کیا تو انہوں نے اس نبی کو حق و صداقت کا دشمن خیال کیا۔ ہر دین میں مختلف فرقے بھی انہی وجوہات کے سبب پیدا ہوئے اور ہر فرقے کے ماننے والوں نے کسی ایک عالم یا ولی کو مان لیا اور بانی دین کے کسی خاص کلام یا تفسیر کو صحیح و درست، ایمان کی بنیاد بنا کر سب دوسروں کو گمراہ کہنا شروع کیا۔ یہ ظاہر ہے کہ جب تک اس قسم کے حالات رہینگے دنیا میں سچا اتحاد قائم نہیں ہو سکتا۔

حضرت بہاء اللہ اس کے برعکس فرماتے ہیں کہ تمام انبیائے کرام خدا کی طرف سے مستند پیغام لے کر آئے تھے۔ ہر ایک نے اپنے دور میں لوگوں کو اُن کی سمجھ کے مطابق تعلیمات دیں اور لوگوں کی ایسی تربیت کی کہ وہ بعد میں آنیوالے پیغمبروں کی تعلیمات کو سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ آپ ہر دین کے ماننے والوں کو پکار پکار کر کہتے ہیں کہ وہ اُس وحی الٰہی کا انکار نہ کریں جو اُن کو اُن کے نبیوں کے ذریعہ ملی تھی۔ بلکہ اس وحی الٰہی کا بھی اقرار کریں جو دوسرے نبیوں کے ذریعہ بھیجی گئی تھی۔ اور یہ جان جائیں کہ یہ سب تعلیمات اصل میں ایک ہیں۔ اور نوع انسان کی تربیت اور اتحاد کے ایک بڑے پروگرام کی مسلسل کڑیاں ہیں۔ آپ سب مذاہب کے لوگوں کو تلقین فرماتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے نبی کی عزت و حرمت کا اظہار اپنی زندگیوں کو اس اتحاد کے قائم کرنے میں منہمک کر کے کریں۔ جس کے لئے سب انبیائے کرام نے محنتیں کیں اور دکھ سہے۔ ملکہ وکٹوریہ کی لوح میں دنیا کو آپ نے ایک بیمار انسان سے مشابہ قرار دیا ہے۔ جس کی بیماری میں اسلئے کمی اور اضافہ ہو گیا ہے کہ وہ انجان حکیموں کے پنجے میں پھنسا ہوا ہے۔

"وہ چیز جسے پروردگار نے صحت پرور دوا اور کامل علاج بنایا ہے

وہ یہ ہے کہ دنیا کے سب بسنے والے ایک دین اللہ ایک شرع کے زیر سایہ جمع ہوں۔ یہ بات ممکن نہیں، مگر ایک ماہر کامل اور صاحب وحی حکیم کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ میری جان کی قسم! یہ حق ہے اور اس کے علاوہ سب کچھ صریح گمراہی ہے۔ جب کبھی بھی یہ قوی ذریعہ ظاہر ہوا اور یہ نور اپنی قدیم شان و شوکت کے ساتھ چمکا تو وہ لوگ جو معالج ہونے کے مدعی تھے، اس کے اور دنیا کے درمیان حائل ہو گئے اور اس طرح آج تک دنیا کو صحت نہ ہونے دی۔"

وحی الٰہی کی تدریجی ترقی

تحاد دینی کیلئے بہت سے لوگوں کی راہ میں جو ایک بڑی رکاوٹ آتی ہے وہ ان کلمات کا تباین ہے جو مختلف پیغمبروں پر نازل ہوئے جو ایک نے حلال کیا تھا دوسرے نے حرام قرار دیا پھر بھلا دونوں کیسے سچے ہو سکتے ہیں اور کس طرح یہ یقین آ سکتا ہے کہ یہ دونوں مشیت الٰہی کا اعلان کرتے تھے؟ کیونکہ حقیقت واحد ہے اور یہ تبدیل نہیں ہو سکتی ہے بے شک حقیقت مطلقہ واحد ہے اور یہ بدل نہیں سکتی لیکن حقیقت مطلقہ موجودہ انسانی فہم و ادراک کی پہونچ سے کہیں بالاتر ہے اور اس کے بارے میں ہمارے خیالات لازماً بدلتے رہیں گے جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائیگا ہمارے پہلے ناقص خیالات خدا کے فضل و کرم سے زیادہ سلجھے ہوئے حالات سے بدلتے جائیں گے۔

حضرت بہاء اللہ نے ایک لوح میں جو کچھ ایرانی بہائیوں کیلئے نازل ہوئی تھی۔ فرمایا ہے۔

اے لوگو! کلام قابلیت کے مطابق نازل ہوتا ہے تاکہ مبتدی ترقی کر سکیں، دودھ اندازہ کے مطابق دیا جاتا ہے تاکہ طفل دنیا عالم

عظمت میں باریاب اور فضلائے اتحاد میں داخل ہو سکے گے۔

دودھ ہی پہلے پہل بچے کو اتنی قوت دیتا ہے کہ وہ ٹھوس غذا کو ہضم کرنے لگتا ہے یہ کہنا کہ چونکہ ایک نبی جو ایک زمانہ میں کچھ تعلیمات دیتا تھا سچا ہے اس لئے دوسرا نبی جو ایک دوسرے زمانے میں اس سے مختلف تعلیمات دیتا ہے جھوٹا ہے۔ اس کے مترادف ہے کہ چونکہ دودھ بچے کی بہترین غذا ہے اسلئے دودھ اور صرف دودھ ہی انسان کی غذا ہونی چاہیئے اور دودھ کے علاوہ دوسری غذا دینا غلطی کرنا ہے۔ حضرت عبدالبہاؑ فرماتے ہیں۔

ہر ایک وحی آسمانی کی دو شقیں ہوتی ہیں۔ پہلی شق اصل اصول ہیں اور اسکا تعلق ابدی جہان سے ہے۔ یہ آسمانی حقائق اور اصل اصول کا بیان اور محبت اللہ کا اظہار ہوتا ہے ادیان میں سے ہر ایک دین میں یہ شق غیر متبدل اور لازوال ہوتی ہے دوسری شق ابدی نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعلق عملی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس میں کاروبار اور معاملات کا بیان ہوتا ہے اور انسانی ارتقا اور ہر نبی کے زمانہ کی مقتضیات کے مطابق اس شق میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں ایک چھوٹی سی چوری کیلئے چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے تھے آپکے زمانہ میں آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت کا قانون جاری تھا۔ مگر چونکہ حضرت مسیح کے زمانہ میں یہ قوانین درست نہ تھے اس لئے یہ منسوخ کر دئے گئے اسی طرح طلاق کا قانون ایسا عام ہوگیا تھا کہ شادی کے قوانین کی مٹی پلید ہو رہی تھی۔ اس لئے حضرت مسیحؑ نے طلاق دینے کو حرام قرار دیا۔

زمانہ اور وقت کی ضروریات کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے سزائے موت کے بارے میں دس احکام خدا کی طرف سے دئے تھے اُس زمانہ میں ان سخت قوانین کے بغیر قوم کی حفاظت اور اس کے معاشرتی امن کو قائم رکھنا ناممکن تھا۔ کیونکہ بنی اسرائیل

اسوقت صحرائے طور میں رہتے تھے جہاں نہ تو عدالتیں تھیں اور نہ جیل خانے تھے۔ لیکن حضرت مسیح کے زمانے میں ان قوانین کی ضرورت نہ تھی۔ دین کی دوسری شق کی تاریخ اہم نہیں ہے کیونکہ اس میں صرف اس زندگی کے رسم ورواج کا ذکر ہوتا ہے مگر خدا کے دین کی اصل ایک ہے اور حضرت بہاء اللہ نے اس اصل کو پھر سے تازہ کیا ہے ؛؛ (فلسفہ الٰہی (انگریزی)

خدا کا دین صرف ایک ہی ہے۔ اور سب انبیائے کرام نے اسی کی تعلیم دی ہے یہ ایک زندہ اور بڑھنے والی چیز ہے۔ مردہ اور غیر متبدل نہیں ہے حضرت موسیٰ کی تعلیمات گویا ایک شگوفہ کی مانند ہیں اور مسیحؑ کی تعلیمات پھول کی طرح ہیں اور حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات پھل ہیں۔ شگوفہ پھول کو تباہ نہیں کرتا اور نہ پھول پھل کو ملیامیٹ کرتا ہے یہ ایک دوسرے کو مٹاتے نہیں بلکہ پورا کرتے ہیں شگوفہ کے چھلکے گر جاتے ہیں تاکہ پھول کھل جائے اور پھل کے پیدا ہونے اور پکنے کے لئے پھول کی پتیوں کا گر جانا ضروری ہے۔ کیا شگوفہ کے چھلکے اور پھول کی پتیاں اپنے اپنے وقت پر بے کار اور بے جا تھیں جو ان کو ترک کر دیا جاتا ہے نہیں دونوں اپنے اپنے زمانے میں بجا اور ضروری تھیں۔ ان کے بغیر پھل کا پیدا ہونا ہی ناممکن تھا۔ یہی مثال سب انبیائے کرام کی تعلیمات پر صادق آتی ہے ان کے باہری اصول زمانہ بزمانہ بدلتے گئے۔ مگر ہر ایک بعد کی وحی اپنے سے پہلی وحی کی تکمیل ہے نہ وہ تو ایکدوسرے سے علیحدہ ہیں نہ ان میں کوئی تباین پایا جاتا ہے بلکہ یہ ایک دین واحد کی زندگی کے مختلف مدارج ہیں جو یکے بعد دیگرے بیج۔ شگوفہ۔ اور پھول کی مانند ظاہر ہوتے گئے۔ اور اب ان کے پھل لانے کا وقت ہے

انبیاء کی عصمت

حضرت بہاء اللہ تلقین فرماتے ہیں کہ جسے نبوت کا درجہ عطا ہوتا ہے اسے اپنی نبوت کے ثابت کرنیکے لئے

کافی ثبوت بھی دیئے جاتے ہیں اُن کو یہ دعویٰ کرنے کا حق ہوتا ہے کہ سب لوگ اسکی اطاعت کریں اور اسے یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے انبیائے کرام کی تعلیمات کو منسوخ کر دے بدل دے یا انہیں کچھ اضافہ کر دے۔ کتاب الیقان میں فرمایا ہے یہ اس پروردگار رحمٰن کے فضل سے دور اور اس کی رحمت واسعہ سے بعید ہے کہ اپنے بندوں میں سے ایک کو اپنی خلق کی ہدایت کیلئے برگزیدہ کرے اور اُسے کافی وشافی حجت عطا نہ کرے اور لوگوں کو اس پر ایمان نہ لانے کیلئے سزا دے۔ نہیں اس سلطان وجود کے فیض نے اپنے مظہر نفس کے ذریعہ کل کائنات کو گھیر لیا ہے۔

ہر ظہور الٰہی کا مقصد دنیا کے ہر طبقہ میں سراً و جہراً ظاہراً و باطناً تغیر و تبدل کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اوضاع عالم میں تبدیلی نہ ہو تو عالمگیر مظہر الٰہی کا ظہور بے کار ہے۔"

خدا ہی صرف ایک لازوال قوت ہے اور انبیائے کرام بھی معصوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا پیغام خدا کا پیغام ہوتا ہے جو ان کے ذریعہ دنیا کو دیا جاتا ہے یہ پیغام اسوقت تک نافذ رہتا ہے۔ جب تک ایک دوسرا پیغام اُسی یا اس کے بعد کے پیغمبر کے ذریعہ نہ دیا جائے۔

خدا ہی صرف وہ طبیب اعظم ہے جو دنیا کی بیماری کی صحیح تشخیص کر کے مناسب علاج بتا سکتا ہے ایک نسخہ جو ایک زمانہ میں مرض کے مناسب حال تھا دوسرے زمانہ میں ویسا نہیں رہتا کیونکہ اسوقت مریض کی طبعیت مختلف ہوتی ہے۔ اگر طبیب ایک نیا نسخہ تجویز کرے اور ہم اسی پہلے نسخے کے پیچھے لگیں رہیں تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طبیب پر ہمارا ایمان نہیں اور ہم اس پر بھروسہ نہیں کرتے۔

یہودیوں کو اس بات کے سننے سے صدمہ ہوگا کہ کچھ معالجات جو
حضرت موسیٰؑ نے تین ہزار برس قبل دنیا کی بیماریوں کے لئے دیئے تھے اب وہ
بیکار اور بے وقت ہیں۔ نیز عیسائی بھی یہ سُنکر دلگیر ہونگے کہ حضرت محمد کے ذریعہ
یہ ضروری تھا کہ اُن باتوں میں کچھ اضافہ کیا جائے جو حضرت عیسٰی نے بتائی تھیں،
اسی طرح مسلمانوں کو بھی یہ سُنکر رنج ہوگا کہ حضرت باب یا حضرت بہاءاللہ
کو حضرت محمد کے احکام بدلنے کا اختیار تھا۔ مگر اہلِ بہاء کا عقیدہ ہے کہ خدا
کی سچی عبادت کرنے سے مراد ہے کہ اس کے سب ظہورات یعنی پیغمبروں پر ایمان ہو اور
اس کے آخرترین احکام کے جو صاحب زمان کے ذریعہ دیئے گئے ہوں صحیح
معنوں میں مطیع ہوں۔ صرف اسی قسم کی عبادت سے سچا اتحاد حاصل ہو سکتا ہے

ظہور اعظم

کل انبیائے کرام کی مانند حضرت بہاءاللہ نے بھی اپنے مشن
کو نہایت صاف اور سادہ الفاظ میں بیان فرمایا ہے لوح
اقدس میں جو خاصکر عیسائیوں کیلئے نازل ہوئی تھی۔ فرمایا ہے۔

"بیشک باپ آگیا ہے اور اس نے اس کو پورا کر دیا ہے جس کا تمہیں
خدا کی بادشاہت میں وعدہ دیا گیا تھا۔ یہی وہ کلمہ ہے جسے بیٹے نے
چھپایا تھا جب اُس نے اُن سے جو اس کے گرد جمع تھے یہ کہا تھا کہ تم
ابھی اسے برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب مقررہ وقت ختم ہوا اور
وہ گھڑی آن پہونچی تو وہ کلمہ افق مشیت سے روشن ہو گیا۔"

اے امتِ یسوع (یعنی عیسائیوں) خبردار ہو اسے پس پشت نہ ڈالو۔
بلکہ اس کا دامن مضبوط پکڑو یہ تمہارے لئے ان سب باتوں سے بہتر
ہے جو تمہارے ہاتھوں میں ہے۔"

..... بیشک روح الحق حقیقت کی جانب رہنمائی کرنے کے لئے

آگیا ہے۔ سچ مانو کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ اس خدائے علیم وحکیم کی طرف سے کہتا ہے، یہی وہ موعود ہے جس کے جلال کی تعریف فرزند نے کی تھی۔ اے اہل زمین جو کچھ تم لئے بیٹھے ہو، اسے ترک کرو اور اسکو پکڑو جس کا حکم تمہیں اس نے دیا ہے جو قوت کا مالک اور وفا کا چشمہ ہے۔"

لوح پوپ میں ۱۸۶۷ء میں ایڈریانوپل میں نازل ہوئی تھی فرمایا ہے "خبردار ایسا نہ ہو کہ ذکر تجھے مذکور سے روکے اور عبادت تجھے معبود سے دور رکھے۔ قادر اور علام پروردگار کو دیکھو وہ دنیا کو زندہ کرنے کے لئے اور اہل زمین کو متحد کرنے کے لئے آیا ہے۔ اے لوگو! مطلع وحی کی طرف بڑھو اور لمحہ سے کم کے لئے بھی توقف نہ کرو کیا تم انجیل کو پڑھتے ہو اور رب جلیل کو پہچان نہیں سکتے؟ اے جماعت علما! یہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ کہہ اگر تم اس امر کا انکار کرتے ہو تو پھر کونسی دلیل سے تم خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ وہ دلیل پیش کرو............ الخ"

جس طرح ان الواح میں عیسائیوں کو بتلایا گیا ہے کہ انجیل کے وعدے اور اسکی پیشین گوئیاں پوری ہو گئیں۔ اسی طرح مسلمانوں، یہودیوں، زرتشتیوں اور دیگر ادیان کے ماننے والوں کو بھی بتایا گیا ہے کہ ان کی آسمانی کتابوں کے وعدے آج پورے ہو گئے۔ آپ کل انسانوں کو خدا کی بھیڑیں کہکر پکارتے ہیں جو اب تک مختلف گلوں میں بٹی ہوئی اور مختلف ریوڑوں میں رہتی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ کی ندا رخدائے قدیر کی ندا ہے۔ جو نیک گڈریا ہے جو وقت کے پورا ہونے پر اپنی بکھری ہوئی بھیڑوں کو ایک گلے میں جمع کرنے اور ان میں سے ہر قسم کی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے آیا ہے تاکہ وہ ایک گلہ ہوں اور ان کا ایک گلہ بان ہو۔

ایک نئی صورت حال

انبیاء کے درمیان حضرت بہاء اللہ کا درجہ بے نظیر اور لاثانی ہے کیونکہ آپ کے ظہور کے زمانہ میں دنیا کی حالت بھی بے نظیر اور بے مثل ہے۔ دین۔ علم۔ ہنر اور تمدن کے ایک لمبے اور گونا گوں ارتقائی عمل کے بعد دنیا اب اتحاد کیلئے تیار ہے وہ رکاوٹیں جن کے سبب پہلے دوروں میں اتحاد عالم ناممکن تھا حضرت بہاء اللہ کے ظہور کے وقت لڑکھڑا رہی تھیں۔ اور ۱۸۱۷ء میں آپکی پیدائش کے بعد سے خصوصاً آپ کی تعلیمات کے نشر کے زمانہ سے یہ رکاوٹیں ایک تحیر انگیز طریقہ سے ملیا میٹ ہو رہی ہیں اسکی وجہ کچھ بھی ہو مگر اس حقیقت واقعہ میں کسی کو شک و شبہ نہیں۔

پہلے انبیاء کے زمانوں میں صرف جغرافیائی رکاوٹیں ہی اتحاد عالم کو روکنے کیلئے کافی تھیں یہ رکاوٹیں اب سب کی سب دور ہو گئی ہیں۔

انسانی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ انسان پاتال والوں سے بھی بآسانی اور نہایت سرعت کیساتھ بات چیت کر سکتا ہے۔ جو چیزیں یورپ میں آج واقع ہوتی ہیں وہ کل کل براعظموں کو معلوم ہو جاتی ہیں اور امریکہ میں اگر کوئی تقریر آج کی جاتی ہے تو وہ کل یورپ۔ ایشیا۔ اور افریقہ میں پڑھ لی جاتی ہے۔

دوسری بڑی رکاوٹ زبان کا اختلاف تھا غیر زبانوں کی عام تعلیم و مطالعہ کے ہم رہین منت ہیں کہ یہ رکاوٹ بھی ایک بڑی حد تک دور ہو چکی ہے اور یقین کیساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بہت جلد ایک بین الاقوامی امدادی زبان اختیار کر لی جائے گی جو دنیا کے مدارس میں پڑھائی جائے گی تب یہ تکلیف بھی پورے طور سے رفع ہو جائے گی۔

تیسری بڑی رکاوٹ دینی تعصب اور تنگ دلی تھی یہ بھی مٹ رہی ہے انسانوں کے دل زیادہ کشادہ ہو رہے ہیں لوگوں کی تربیت فرقہ پرست علمائے دین

کے ہاتھوں سے نکلتی جا رہی ہے اور نئے آزادانہ خیالات کو اب بالکل علیحدہ رہنے والے اور قدامت پرست لوگوں میں بھی پھیلنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

اس طرح حضرت بہاء اللہ سب سے پہلے پیغمبر ہیں جن کا پیغام نسبتاً چند ہی سال کے عرصہ میں دنیا کے ہر حصہ میں پھیل گیا ہے بہت جلد حضرت بہاء اللہ کی ضروری تعلیمات اُن کتابوں سے جو آپ پر نازل ہوئی ہیں ترجمہ ہو کر ہر مرد عورت اور بچے کو جو پڑھ سکتا ہے بلا واسطہ مل سکیں گی۔

امر بہائی مکمل دین ہے

ادیان عالم میں امر بہائی اپنی مستند کتابوں کے لحاظ سے بے نظیر اور بے مثل ہے۔ ہم حضرت مسیحؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت زرتشت۔ مہاتما بدھ اور سری کرشن کی طرف جو تحریرات منسوب کر سکتے ہیں وہ معدودے چند ہیں اور بہت سے اہم مسائل کا کوئی عملی جواب نہیں ملتا۔ بہت سی تعلیمات جو ان بانیان ادیان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں قابل وثوق نہیں ہیں اور انہیں سے اکثر بعد کے زمانوں میں صریحاً ان کے ساتھ مخلوط کی گئی ہیں مسلمانوں کے پاس قرآن اور ایک بہت بڑے ذخیرہ احادیث کے ذریعہ ان کے بانی دین کی زندگی اور تعلیمات کا مستند ذخیرہ موجود ہے۔ مگر حضرت محمدؐ خود اُمی تھے۔ اور آپ کے اولین پیرو بھی اکثر اَن پڑھ تھے۔ آپ کی تعلیمات کو لکھنے اور پھیلانے میں جو طریقے اختیار کئے گئے تھے وہ کئی طرح غیر اطمینانی تھے اس لئے کثیر التعداد احادیث اخبار قابل وثوق نہیں ہیں اس کا نتیجہ وہی ہوا جو پہلے ادیان میں ہوا تھا کہ مختلف تفاسیر اور متضاد آراء باہمی کشمکش کا باعث ہوئیں اور اسلام کو بہت سے فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

اس کے برعکس حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ پر بیشمار کلمات الٰہی نازل ہوئے جو اپنی فصاحت و بلاغت اور نفوذ و قوت میں بے نظیر ہیں چونکہ

دونوں کو ظہور کے بعد عام پبلک میں تقریر کرنے سے روکا گیا اور انہوں نے اپنی زندگیوں کا اکثر حصہ قید و نظر بندی میں گزارا۔ اس لئے انھوں نے اپنا وقت عموماً لکھنے میں صرف کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحائف آسمانی کے استغنا کی خوبی کے لحاظ سے امر بہائی اپنے سے پہلے ادیان سے بہت بڑھکر ہے۔ بہت سے مسائل و حقائق کی جن پر پہلے ادیان میں یونہی دھندلی سی روشنی ڈالی گئی تھی اُن کی نہایت سادہ اور مکمل تشریح دی گئی ہے اور صداقت کے اُن دائمی اصولوں کو جن کی تمام انبیاء نے تلقین فرمائی ہے اِن مسائل کے حل میں منطبق کیا ہے جو موجودہ دنیا کے سامنے ہیں، مسائل جو نہایت پیچیدہ اور گوناگوں ہیں اور جن میں سے اکثر پہلے انبیاء کے زمانوں میں سننے میں بھی نہ آئے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ وحی آسمانی کا یہ مستند ذخیرہ زمانہ آیندہ میں غلط فہمیوں کو روکنے اور زمانہ ماضی کی گتھیوں کو جو مختلف فرقوں کو ایک دوسرے سے ملنے نہیں دیتیں سلجھانے میں ایک بہت قوی اثر و نفوذ دکھلائے گا۔

بہائی میثاق

امر بہائی ایک اور طرح بھی بے مثل و بے نظیر ہے حضرت بہاءاللہ نے اپنے صعود سے پہلے بہ تکرار ایک میثاق لکھا جس میں آپ نے اپنے سب سے بڑے فرزند عبدالبہاء کو جنہیں آپ اکثر غصن، یا غصنِ اعظم کے نام سے منسوب فرمایا کرتے تھے اپنی تعلیمات کا مستند مترجم و مفسر مقرر فرمایا۔ اور یہ اعلان فرمایا کہ جو تشریح یا تفسیر آپ فرمائیں اُن کو بھی ایسا ہی ماننا لازمی ہے جیسے حضرت بہاءاللہ کے کلمات مبارکہ کو اپنی آخری وصیت میں آپ فرماتے ہیں

"اس پر جو کتاب اقدس میں نازل ہوا غور کرو جب میرے ظہور کا سمندر خشک [illegible] ئے اور کتاب آغاز اپنے انجام کو پہونچ جائے۔

تو "من اراده اللہ" کی طرف توجہ کرو۔ جو اس اصل قدیم سے ظاہر ہوا ہے۔
اس آیۂ مبارکہ سے مُراد غصنِ اعظم ہے۔"

لوح غصن میں جس میں آپ حضرت عبدالبہاء کے مقام کو ظاہر کرتے ہیں فرمایا ہے۔

اے لوگو! ظہور غصن کے لئے خدا کی تعریف کرو کیونکہ تم پر یہ اسکی انتہائی عنایت اور کامل ترین برکت ہے اسی کے ذریعہ ہر ایک بوسیدہ ہڈی میں جان ڈالدی گئی ہے جو کوئی اسکی طرف توجہ کرے گا بیشک وہ خدا کی طرف توجہ کرے گا اور جو کوئی اس سے رُخ پھیرے گا وہ میرے جمال سے رُخ پھیرے گا میری حجت کا منکر ہو گا۔ اور انہیں سے گِنا جائے گا جو گنہگار ہیں۔

حضرت بہاء اللہ کے صعود کے بعد حضرت عبدالبہاء کو اپنے گھر پر اور اور اپنے طویل سفروں میں دنیا کے ہر مُلک اور ہر خیال کے لوگوں سے ملاقات کے بکثرت موقعے ملے۔ آپ نے اُن سب کے سوالات کو اُن کی مشکلات اور ان کے اعتراضات کو سُنا اور اُن کے شافی جواب دیئے جو نہایت حفاظت کے ساتھ تحریرات میں ثبت کئے ہوئے محفوظ ہیں۔ متواتر کئی سال تک حضرت عبدالبہاء تعلیمات مبارکہ کو سمجھاتے اور موجودہ زندگی کے مشکل مسائل کے سلجھانے میں ان کے عملی انطباق کو ظاہر فرماتے رہے ہے۔ آپ کے پیروؤں کے درمیان جو کچھ بھی اختلاف رائے ہوتا وہ اُسے آپ کے پاس لے جاتے اور آپ اُس کا مستند فیصلہ سُناتے۔ اس طرح آیندہ پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا خطرہ بھی بہت کم ہو گیا ہے

امر اللہ کا خدا کی طرف سے آنا اور اس کا روحانی ہونا اس سے اور بھی ثابت ہوتا ہے،

کہ حضرت عبدالبہاء کے بعد کلمات ربّانی کے مبیّن کا منصب اولیا امراللہ میں جاری رکھا گیا ہے اور وصایائے مبارکہ حضرت عبدالبہاء میں وصیت کے طور پر درج ہے۔ پس امراللہ اپنے تمام عصر کے دوران میں فرقہ بازی کے اثر سے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوگا۔ جو مختلف تفاسیر کے اختلافات سے پیدا ہوتے ہیں نہ اسمیں وہ خرابی رونما ہوگی جو اسوقت جاری ہو جاتی ہے جب مادیت ان اعلیٰ معیاروں کے بدلے جو بانی امر ظاہر کرتا ہے ادنیٰ درجے کے معیار پھیلا دیتی ہے۔ معاشرتی ترقی کے لزوم کے متعلق حضرت بہاءاللہ نے ایک بین الاقوامی بیت العدل بنانے کا حکم دیا ہے جس کے انتخاب کا طریقہ اور فرائض منصبی حضرت عبدالبہاء کی وصایائے مبارکہ میں زیادہ خصوصیت کے ساتھ درج ہیں یہ امر کہ یہ اعلیٰ انتظامیہ جماعت جس کے رئیس یکے بعد دیگرا اولیاء امراللہ ہوں گے نہ صرف تمام ان امور کے متعلق جن کا ذکر کتاب اللہ میں نہیں آیا قانون بنا سکتی ہے بلکہ خود اپنے بنائے ہوئے قانونوں کو حالات کے تقاضا کے مطابق منسوخ کر سکتی ہے۔ اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ امراللہ بطور ایک زندہ تشکیل کے مستقل طور پر جاری رہے۔ چونکہ اس کی بنیاد عالمگیر حقایق پر رکھی گئی ہے اسلئے خدا نے اسے یہ استعداد عطا فرمائی ہے کہ یہ ہر نسل و عصر کی ضروریات و حالات کے مطابق اپنے آپ کو بنا لے۔

حضرت بہاءاللہ کو قبول کرنے سے ان سب معاشرتی تعلیمات و ادارات کو قبول کرنا پڑتا ہے جو آپ نے نازل کئے۔ اور حضرت عبدالبہاء نے قائم کئے ہیں اسلئے کوئی بہائی علیحدہ فرقہ یا مذہب کھڑا نہیں کر سکتا نہ ہی فرقہ بازی کیلئے اور کوئی حق جتا سکتا ہے اس ظہور کا اصلی و بنیادی مقصد یہ ہے کہ تمام قوموں جنسوں اور اور لوگوں کو ایک دین اور ایک تہذیب پر اکٹھا کرے۔

حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں۔

امر اللہ کا ایک دشمن وہ شخص ہے جو حضرت بہاء اللہ کے کلام کی تفسیر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح اپنی قابلیت کے مطابق اُن کے معنوں پر رنگ چڑھاتا ہے اور اپنے گرد کچھ پیرو جمع کرتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا بنانے اور امر اللہ میں مناقشہ ڈالنے کیلئے ایک نیا فرقہ کھڑا کرتا ہے (اسٹار آف دی ویسٹ جلد ۳ صفحہ ۹)

ایک دوسری لوح میں آپ فرماتے ہیں

"یہ لوگ (فرقہ بندی بڑھانے والے) اس جھاگ کی مانند ہیں جو سطح سمندر پر جمع ہوتی ہے۔ بحر میثاق سے ایک لہر اُٹھیگی اور ملکوت ابہٰی کی قوت کے ذریعہ اس جھاگ کو دور کنارے پر جا پھینکے گی .... یہ مکروہ خیالات جو شخصی اغراض اور بد ارادوں سے پیدا ہوتے ہیں سب نسیاً منسیا ہو جائیں گے۔ مگر میثاق الٰہی قائم اور محفوظ رہیگا۔

(سٹار آف دی ویسٹ جلد ۱۰ صفحہ ۹۵)

انسان اگر دین کو ترک کرنا چاہے تو اُسے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں کہ خدا خود کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ روحانی بنے انسان کیلئے اپنی مرضی کو کام میں لانا ضروری ہے۔ مگر میثاق روحانی اہل بہاء کے اندر فرقہ بندی کو صریح طور پر ناممکن بناتا ہے۔

امر بہائی میں پیشہ ور مذہبی پیشوا نہیں

نظام بہائی کی ایک اور خصوصیت خاص طور پر قابل ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں پیشہ ور مذہبی پیشوائی جائز نہیں مبلغین کے اخراجات کیلئے اپنی خوشی سے اگر کوئی کچھ دے تو اسکی اجازت ہے اور بہت سے

اہل بہا اپنا سارا وقت خدمت امر میں صرف کرتے ہیں۔ مگر ہر بہائی پر یہ واجب ہے کہ وہ تبلیغ اور دیگر تحریکات میں اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق حصہ لے۔ کوئی خاص جماعت اس بات کیلئے مخصوص نہیں کی گئی کہ وہ مذہبی پیشوائی کریں، یا ان کے سے اختیارات رکھیں۔

پہلے زمانوں میں مذہبی پیشواؤں کا ہونا ضروری قرار دیا جاتا تھا۔ کیونکہ لوگ ان پڑھ ہوتے تھے اور اپنی مذہبی تعلیم اور مذہبی رسم ورواج کی ادائیگی اور عدالت وانصاف کے کاموں کے لئے مذہبی پیشواؤں کے محتاج ہوتے تھے۔ اب زمانہ بدل گیا ہے تعلیم عام ہوتی جارہی ہے اور جب حضرت بہاءاللہ کے احکام پر عملدرآمد شروع ہوجائے گا تو دنیا کا ہر ایک لڑکا اور لڑکی جیسی کہ چاہئے ویسی تعلیم پایا کرینگے اس طرح ہر فرد واحد کلام الٰہی کو پڑھ سکیگا۔ اور بذات خود سرچشمہ سے اپنے لئے صحیحات حاصل کیا کرے گا۔ مفصل رسوم درواج جن کی ادائیگی کے لئے ایک خاص پیشے یا فرقے کی خدمات کی ضرورت پڑے۔ امر بہائی میں نہیں ہیں اور عدالت وانصاف ان حکام کے سپرد کیا گیا ہے جو اس مقصد کے لئے مقرر کئے گئے ہوں۔

بچے کے لئے معلم کا ہونا لازمی ہے۔ مگر ایک سچے استاد کا نصب العین یہ ہوگا کہ وہ شاگرد کو استاد کی ضرورت سے مستغنی کردے یعنی وہ اسے اس قابل بنادے کہ وہ چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اپنے کانوں سے سنے اور اپنی عقل سے سمجھے اسی طرح جب تک نوع انسان اپنے بچپن میں تھی۔ پیشہ ور مذہبی استاد لازم تھے۔ مگر ان کا اصل کام یہ تھا کہ وہ لوگوں کو اپنی ضرورت سے مستغنی کردیں اور لوگوں کو اس قابل بنادیں کہ وہ روحانی چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اپنے کانوں سے سنیں اور اپنی عقل سے سمجھیں اب ان مذہبی استادوں کا کام ختم ہوچکا ہے اور بہائی تعلیمات کا نصب العین اب یہ ہے کہ ان کے کام کو پایہ تکمیل تک پہونچائے اور لوگوں کو

سوائے خدا کے اور سب سے مستغنی نبا دے تاکہ وہ بذات خود اسکی یعنی اس کے ظہور کی طرف متوجہ ہوں جب سب ایک مرکز کی طرف توجہ کریں گے۔ تب گڑبڑ اور غلط فہمیاں نہ رہیں گی۔ اور جس قدر سب مرکز کے قریب آتے جائیں گے اُسی قدر وہ ایکدوسرے کے قریب اور متحد ہوتے جائیں گے۔"
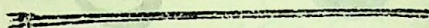
"اے خدا کے لوگو! اپنے آپ میں ہی مشغول نہ رہو۔ عالم کی بہبودی اور لوگوں کی تربیت کی طرف بھی متوجہ ہو۔"

(حضرت بہاء اللہ)

دینی تمدن کی بنیاد ہی بہائی عقیدہ کے مطابق انسانی زندگی کے انفرادی اور معاشرتی مسائل ایسے پیچیدہ ہیں کہ معمولی عقل انسانی تنہا انہیں حل کرنے پر قادر نہیں مقصد حیات سے وہ خدائے علیم ہی پوری طرح واقف ہے اور وہی جانتا ہے کہ یہ مقصد کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ انبیائے کرام کے ذریعے وہ انسانوں کو انسانی زندگی کی حقیقی منزل مقصود سے آگاہ کرتا ہے اور انہیں ترقی کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے اس لئے ایک حقیقی تمدن کا انحصار انبیائے کرام پر جو کلام نازل ہوا اسکی وفادارانہ اطاعت پر ہے۔ کلمات فردوسیہ میں فرمایا ہے۔

"دین جہاں کے انتظام اور مخلوقات کے اطمینان کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ارکان دین کی سستی نے جاہلوں کی ہمت کو بڑھا رکھا ہے اور انہیں منہ چڑھ اور متکبر بنا دیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ

کہ جس قلعہ دین کا بلند مرتبہ گھٹایا جائے گا اُسی قدر شریروں کی غفلت بڑھے گی جس کا آخر نتیجہ فساد اور بدنظمی ہے ....

اہل مغرب کے طرز تمدّن کو دیکھو کہ اُس نے تمام دنیا میں کیسی کھلبلی ڈالدی ہے۔ بے شمار بندگان خدا جہنمی ہتھیاروں کی نذر ہوئے اور ایسی بے رحمی سے قتل ہوئے کہ نہ کبھی دنیا کی آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سُنی لیکن ان زبردست اور قوی فسادوں کی اصلاح بجز اس کے ممکن نہیں کہ دنیا کے تمام فرقے ایک خیال یا ایک مذہب کے سایہ کے نیچے ہو جائیں .... اے اہل بہاء! ہر ایک حکم جو آسمان سے نازل ہوا ہے دنیا کی حفاظت کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے "

یورپ کی موجودہ حالت ان کلمات کی جو کئی سال پہلے نازل ہوئے تھے بولتی ہوئی گواہ ہے کلمات الٰہی سے بے پرواہی اور بے دینی کے دور دورہ کے ساتھ ساتھ زبردست فساد اور تباہی بھی پھیل رہی ہے۔ بجز قلوب اور مقاصد کی تبدیلی کے جو ایک سچے دین کی حقیقی خاصیت ہے دنیا میں اصلاح کا ہونا ناممکن دکھائی دیتا ہے۔

عدل

کلمات مکنونہ کی چھوٹی سی بیاض میں جس میں حضرت بہاء اللہ تعلیمات انبیاء کو جوہریات فرماتے ہیں آپ کی پہلی نصیحت ہر شخص کی انفرادی زندگی کے بارے میں یہ ہے۔

"ایک نیک، پاک اور منوّر دل کا مالک بن" اور دوسری نصیحت جسے معاشرتی زندگی کا بنیادی اصول ہمیں بتاتی ہے۔ فرمایا ہے۔

"انصاف مجھے سب چیزوں سے پیارا ہے اگر تو مجھے چاہتا ہے۔ تو اسے مت بھول! اس کے ذریعہ تجھے ایسی قوت ملے گی کہ تو ہر شے کو

دوسروں کی آنکھوں سے نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ دنیا کو کسی
دوسرے شخص کے علم سے نہیں بلکہ اپنے علم سے جانے گا۔ اس بات
پر غور کر کہ تجھے کیسا ہونا چاہیئے۔ انصاف تیرے لئے میری بخشش
ہے۔ اور میرے فضل کی نشانی ہے۔ اسکی طرف متوجہ ہو۔"

معاشرتی زندگی کا پہلا اصول یہ ہے کہ افراد سچ کو جھوٹ سے اور صحیح کو غلط سے تمیز
کرنے اور اشیا کے حقیقی تناسب کو دیکھنے کے قابل ہوں۔ روحانی اور معاشرتی
کوتاہ نظری کا سب سے بڑا سبب اور اجتماعی ترقی کا سب سے بڑا دشمن خود غرضی ہے۔
حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں

اے پسران فراست! چھوٹی سی مہین پلک آنکھ کو دنیا و مافیہا کے
دیکھنے سے باز رکھتی ہے اب اس سے تم اندازہ لگاؤ کہ حرص و آز کا
پردہ جب دل کی آنکھ پر پڑ جائے تو کیا نتیجہ ہوگا۔ اے لوگو! حرص و حسد
کی تاریکی انوار روح کو اسی طرح چھپائے رکھتی ہے جیسے بادل سورج کی
کرنوں کو چھپائے رکھتا (ایرانی زردشتی احباب کے نام لوح)

مدت مدید کے تجربات اب آخر کار انسان کو اس تعلیم کی صداقت کا
یقین دلاتے جا رہے ہیں کہ خود غرضانہ خیالات اور عمل درحقیقت اجتماعی مصیبت
سر پر لاتے ہیں اور اگر انسان بے شرمی کی موت مرنا نہیں چاہتے تو ہر ایک کا یہ
فرض ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کی چیزوں کو اسی نظر سے دیکھے جس نظر سے اپنی سب چیزوں
کو دیکھتا ہے اور اپنے مفاد کو کل نوع کے مفاد کے ماتحت رکھے۔

کلمات فردوسیہ میں حضرت بہاء اللہ نے فرمایا ہے۔
اے پسر انسان اگر تیری نظر خدا کے فضل پر ہے تو اپنے نفع کو چھوڑ
اور لوگوں کو نفع پہونچا اور اگر تیری نظر اس کے عدل پر ہے تو جو تو اپنے

لئے پسند کرتا ہے وہی اوروں کے لئے بھی پسند کرے" (کلمات فردوسیہ)

طرز حکومت

حقیقی نظام اجتماعی کے مسئلہ کے متعلق حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات ہیں دو قسم کے حوالے ملتے ہیں۔ جو الواح سلاطین روئے زمین کے نام نازل ہوئی ہیں ان میں اس طرز حکومت پر بحث کی گئی ہے جو حضرت بہاء اللہ کے زمانہ حیات جسمانی میں رائج تھا۔ اور دوسری قسم کے حوالے اس طرز سے متعلق ہیں جس کی نشو و نما بہائی جماعت میں آئندہ ہوگی۔

اسی وجہ سے آپ کے بیانات مبارکہ میں اس مسئلہ کے متعلق زبردست اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ ارشاد ہے کہ

"عظمت و جلال والے سچے اور واحد خدا نے ہمیشہ انسانوں کے دلوں کو اپنا مال اور صرف اپنی ملکیت قرار دیا ہے اور برابر قرار دیتا رہیگا۔ اس کے علاوہ ہر چیز کو خواہ زمین کی ہو یا سمندر کی دولت ہو یا عزت سلاطین و حکام روئے زمین کو بخشدیا ہے" اور پھر ارشاد ہے۔ کہ

"آج کے دن سب لوگوں کیلئے مناسب ہے کہ وہ اسم اعظم کو مضبوط پکڑلیں اور تمام بنی نوع انسان میں اتحاد قائم کریں۔ خدا سے بچ کر کوئی بھی بھاگنے کی جگہ نہیں۔ اور اس کے سوائے کسی شخص کو کہیں پناہ نہیں ملسکتی (گلینگس صفحہ ۲۰۶ و ۲۰۳)

ان دونوں نظریوں میں جو ظاہراً اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم اس امتیاز کو سمجھتے ہیں جو آپ نے صلح اصغر و صلح اکبر کے درمیان قائم کیا ہے ان الواح میں سلاطین کے نام نازل ہوئی ہیں حضرت بہاء اللہ نے بادشاہوں کو خطاب کرکے فرمایا ہے کہ ان کو ایک جگہ جمع ہو کر سیاسی صلح کے ذرائع پیدا کرنے چاہئیں ہتھیاروں کو کم کرنا چاہئے اور مفلسوں کے بارگراں کو ان کی ناانی کو دور کرنا چاہئے

اور آپ کے کلمات مبارکہ سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ اگر سلاطین نے اس ضرورت کے موافق عمل نہ کیا تو انقلابات اور لڑائیاں ہونگی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پرانا انتظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ اسی بنا پر آپ نے ایک طرف تو فرمایا کہ

"آج لوگوں کو لازم ہے کہ صاحب اختیار حاکموں کی اطاعت کریں۔"

اور دوسری طرف ارشاد ہوا کہ

"جو لوگ دنیا کی دولت اور زر و جواہر جمع کرتے اور خدا کو حقیر سمجھ کر اس سے روگردانی کرتے ہیں انھوں نے دنیا و عقبےٰ دونوں کو کھو دیا ہے بہت جلد خدا اُن سے اُن کے مقبوضات کو چھین لے گا۔ اور ان پر سے اپنے فضل و کرم کا خلعت اُتار لے گا۔ اے لوگو! ہم نے تمہارے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اگر تم نے اس مقررہ گھڑی تک خدا کی طرف توجہ نہ کی تو وہ تمھیں اپنی تباہی لانے والی گرفت میں لے لیگا۔ اور تم پر ہر طرف سے سخت عذابوں کو بھیجے گا۔

اس وقت آنے والی افراتفری اور سراسیمگی کے آثار نمایاں ہیں کیونکہ جو نظام کہ اسوقت جاری ہے وہ افسوس ناک حد تک ناقص دکھائی دینے لگا ہے۔ اگرچہ دنیا کے بادشاہوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ ملے جو تمہاری طرف توجہ کرے، لیکن ہم نے عہد کر لیا ہے کہ زمین پر تمھیں فتح مند کریں گے اور اپنے امر کو تمام لوگوں میں بلند کریں گے۔" (گلینگنگو صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۶ و ۲۴۸)

خداوند تعالیٰ نے دنیا میں امن و امان اور لوگوں کی ترقی کے ابتدائی مدارج کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ وقت آئے گا جب کہ لازمی طور پر ایک بہت بڑی اور ایسی بین الاقوامی مجلس جو عام لوگوں کو پسند ہو قائم کرنے کی سخت ضرورت عام طور پر محسوس ہوگی۔ زمین کے بادشاہوں اور حاکموں کو جبراً اسمیں داخل

ہونا پڑے گا۔ اور اس کے مشورت کے جلسوں میں شریک ہو کر ایسے وسائل ووسائط سوچنے پڑینگے جن سے ساری دنیا کے انسانوں کے درمیان صلح اکبر کی داغ بیل ڈالی جائے۔ اس قسم کی صلح کا تقاضا ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں زمین کے لوگوں کے امن و امان کی خاطر آپس میں مل جل کر رہنے کا پختہ عہد وپیمان کریں اگر ایک بادشاہ دوسرے کے خلاف ہتھیار اٹھائے تو سب متفق ہو کر اس کو روکنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔ (گلینگز صـ ۲۴۹)

اس قسم کی نصائح سے حضرت بہاء اللہ نے ان حالات کو ظاہر کیا ہے۔ جن کے ماتحت آج اس یوم اللہ میں پبلک ذمہ داری کو پورا کرنا چاہیئے۔

بین الاقوامی اتحاد کی تلقین کرتے ہوئے آپ ویسے ہی صریح الفاظ میں بادشاہوں اور حاکموں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ اگر جنگ جاری رہی تو ان کا اختیار واقتدار خاک میں ملجائے گا۔ موجودہ تاریخی واقعات نے اس تنبیہ پر مہر تصدیق لگادی ہے کیونکہ جابرانہ تحریکات پیدا ہو گئی ہیں جو تمام مہذب اقوام میں تباہ کن طاقت حاصل کر چکی ہیں اور جنگ اس درجہ تک ترقی کر چکی ہے کہ فتح کسی کو بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اب جبکہ تم نے صلح اکبر سے انکار کیا ہے تو صلح اصغر کو ہی مضبوط پکڑو شاید کچھ حد تک تم اپنی اور اپنی رعایا کی حالت بہتر بنا سکو۔ خداوند خدا نے دنیا بھر کے علاج کیلئے جو اکسیری نسخہ اور سب سے طاقتور آلہ مقرر کیا ہے وہ تمام لوگوں کا اس عالمگیر امر اور اس دین عمومی پر مجتمع ہونا ہے اور یہ سوائے ایک قادر مطلق اور حاذق و ملہم طبیب کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ (گلینگز صـ ۲۵۴-۲۵۵)

"صلح اصغر سے مراد حکومتوں کا سیاسی اتحاد ہے اور صلح اکبر سے مراد وہ اتحاد ہے جسمیں روحانی، سیاسی اور اقتصادی عنصر بھی شامل ہیں۔"

"بہت جلد موجودہ نظام لپیٹ لیا جائے گا۔ اور اسکی جگہ نیا
نظام بچھا دیا جائے گا۔ (گلینگز ہمٹ)

گزشتہ زمانوں میں حکومت کا کام بیرونی معاملات و مادی امور کو ہی دیکھنا تھا۔ مگر اس زمانہ میں حکومت کے فرائض منصبی میں قیادت۔ ایثار و عرفان روحانی بھی داخل ہیں جو سوائے ان کے جو خدا کی طرف متوجہ ہوں اور کسی کو حاصل ہونا ناممکن ہیں۔

سیاسی آزادی

حضرت بہاء اللہ نے اگرچہ مقامی قومی اور بین الاقوامی شعبوں میں دستوری حکومت کی تلقین فرمائی ہے۔

مگر آپ فرماتے ہیں کہ جب تک انسان انفرادی اور اجتماعی ترقی کے ایک اعلیٰ درجہ تک نہیں پہونچیں گے اسوقت تک اس قسم کی حکومت کا ہونا ناممکن ہے جاہل لوگوں کو جو اپنی نفسانی خواہشات کے بندے ہوں اور عمومی معاملات کو چلانے کے نا اہل ہوں یکمرتبہ خود اختیاری حکومت دیدینا تباہی کا باعث ہوگا آزادی سے بڑھکر ان لوگوں کیلئے جو اس کا دانشمندانہ استعمال نہیں جانتے کوئی چیز خطرناک نہیں کتاب اقدس میں فرمایا ہے۔

انسان کے دل کی کمزوری کو دیکھو۔ وہ اس چیز کا خواہاں ہے جو
اس کے ضرر کا باعث ہے اور اس چیز سے دوری کرتا ہے جو اس
کے لئے فائدہ مند ہے۔ ایسے لوگ بھٹکے ہوئے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ آزادی کے جویا ہیں اور اسپر فخر کرتے ہیں مگر یہ لوگ صریح جہالت میں ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے آزادی کا نتیجہ ہیجان ہوتا ہے جس کی آگ بجھائے نہیں بجھتی۔ اس طرح تمہیں علیم و حکیم خدا آگاہ کرتا ہے۔ کہ جانور با آزادی مطلق کے مظاہر ہیوان ہیں

انسان کیلئے لازم ہے کہ وہ قوانین کے تحت میں رہے جو اُسے اس کے اپنے نفس کی جہالت سے اور دغاباز لوگوں کے فریب سے محفوظ رکھیں آزادی انسان کو ادب و وقار کی عزت سے عاری کر دیتی ہے اور اُسے رذالت کی طرف لے جاتی ہے انسانوں کو بھیڑوں کا ایک گلہ تصور کرو ان کے لئے ایک گلہ بان لازمی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ عین حق ہے اور حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔ ہم آزادی کی بعض حالات میں اجازت دیتے ہیں مگر ہر حالت میں نہیں۔ کہدے آزادی میرے احکام کے ماننے میں مضمر ہے اگر تم اُن میں سے ہو جاؤ جو جانتے ہیں۔ اگر لوگ اسکی اطاعت کریں گے جو ہمنے آسمان وحی سے نازل فرمایا ہے تو وہ اپنے نفوس کو کامل آزادی میں پائینگے ---- ۔ کہدے کہ آزادی جو تمہارے لئے فائدہ بخش ہے وہ خدائے برحق کی بندگی میں ہے اور جو اسکی حلاوت کو چکھ لیتا ہے وہ زمین و آسمان کی بادشاہت کے بدلے بھی اس کو نہیں دیتا۔

گری ہوئی اور پسماندہ اقوام کی حالت کو سدھارنے کیلئے خدائی تعلیمات اکسیر کا حکم رکھتی ہیں جب اقوام اور سیاست دان ہمدوان کو اختیار کرنا سیکھ لیں گے تو قومیں ہر قسم کی بندشوں سے آزاد ہو جائیں گے۔

حکام اور رعایا حضرت بہاءاللہ ظلم و ستم کو نہایت شدت کے ساتھ حرام قرار دیتے ہیں۔ کلمات مکنونہ میں فرمایا ہے۔

"اے ظالمان ارض! اپنے ہاتھوں کو ظلم سے کھینچ لو۔ کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں ناانصافی کو کبھی معاف نہ کروں گا۔ یہ میرا الہام ہے جو میں نے لوح محفوظ میں مقدر کیا تھا اور اُس پر جلال کی مہر لگائی تھی؟"

وہ لوگ جن کے سپرد قوانین کے بنانے اور نافذ کرنے کا کام ہے انکو چاہئیے کہ مشورت کے رشتے کو مضبوط پکڑیں اور پھر تو باتیں بندوں کی حفاظت

خوشحالی بہبودی و اطمینان کا سبب ہوں ان کو اختیار کریں۔ کیونکہ یہ کام اگر کسی اور طرح کیا جائے گا تو بدامنی اور جھگڑے کا موجب ہوگا۔ لوگوں کے لئے بھی فرض ہے کہ وہ عادل حکومت کے وفادار اور مطیع رہیں۔ (لوح العالم) ان کو لازم ہے کہ وہ قوم کے معاملات کو بہتر بنانے کیلئے تعلیمی وسائل اور نیک نمونہ کی قوت کو اپنا آلہ کار بنائیں۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں۔

اہل بہا کو چاہئے کہ جس سلطنت کے زیر سایہ رہیں اسکی خیر خواہی کریں اور اس کے ساتھ صدق اور خلوص کا برتاؤ رکھیں اور اس کے مطیع رہیں۔ (البشارات)

"اے خدائی گروہ! اپنے وجود کو امانت اور دیانت کی پوشاک سے زینت دو۔ پھر اعمال اور اخلاق کے لشکروں سے اپنے پروردگار کی مدد کرو۔ ہم نے تم کو اپنی کتابوں سالواح صحیفوں اور تحریروں میں لڑائی جھگڑے اور فساد سے منع فرمایا ہے اور اس سے ہمارا مقصود بجز تمہاری سرفرازی اور سربلندی کے اور کچھ نہیں۔" (اشراقات)

تقرری و ترقی

کسی شخص کو کسی عہدے پر مقرر کرتے وقت اس عہدہ کیلئے اسکی تقرری کا معیار اسکی اہلیت ہونی چاہئے اس ایک حقیقی مناسبت کے علاوہ اور رعائتیں مثلاً تحقیق، معاشرتی یا مالی حالت خاندانی لحاظ یا شخصی دوستی سب کی سب نظر انداز کر دینی چاہئیں۔ اشراقات میں حضرت بہاء اللہ نے فرمایا ہے۔

اشراق پنجم بادشاہوں کو چاہئے کہ اپنی رعایا اور حکام ماتحت کے حالات سے خبردار رہیں اور لوگوں کو عہدے ان کی لیاقت اور قابلیت کے مطابق دیں اس بات پر ہر ایک امیر اور بادشاہ کا

التفات کرنا لازم ہے تاکہ امین کی خائن اور نگہبان کی جگہ کوئی ڈاکو غصب نکرے "

ایک معمولی سا غور و خوض یہ ظاہر کر دے گا کہ جب اس اصول کو سب مان لیں گے اور اس پہ عمل کرنے لگیں گے تو ہماری معاشرتی زندگی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی واقع ہوگی۔ جب ہر شخص کو صرف وہی عہدہ دیا جائے گا۔ جس کیلئے اس کی لیاقت اور قابلیت اُسے مستحق ٹھہراتی ہیں تو وہ اپنے کام کو دل لگا کر کرے گا اور اپنے کام میں ماہر ہو جائے گا۔ جس سے خود اس کو اور تمام دنیا کو بے انتہا فائدہ پہونچے گا۔

اقتصادی مسائل

بہائی تعلیمات بڑے شد و مد سے امیر و غریب کے اقتصادی تعلقات میں اصلاح کی ضرورت پر زور دیتی ہیں۔ حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں۔

حالات عوام کا بندوبست ایسا ہونا چاہیئے کہ افلاس دُنیا سے گم ہو جائے اور ہر شخص جہاں تک ممکن ہو اپنے درجہ اور حالت کے مطابق آرام و آسائش سے زندگی بسر کر سکے۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو دولت سے لدے ہوئے ہیں اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو فاقہ سے مر رہے ہیں، ایک تو وہ ہیں جو عالیشان محلات میں رہتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جنہیں سر چھپانے کیلئے بھی جگہ میسر نہیں۔ .... معاملات کی یہ حالت سراسر غلط ہے اور اس کو درست کرنا لازمی ہے مگر درستی حالات کا کام نہایت ہوشیاری سے کرنا چاہیئے۔ یہ اس طرح سے نہیں ہو سکتا کہ سب لوگوں کو ایک سا کر دیا جائے ایسی یکسانیت محض ایک خیالی اور وہمی بات ہے یہ بالکل ناقابل عمل ہے۔ اگر یکسانیت قائم بھی کر لی جائے تو یہ زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتی۔ اگر اس کا وجود عالم امکان میں آگیا تو پھر دنیا کا

نظام بالکل درہم برہم ہو جائے گا۔ خدانے پیدائش انسان میں یہی مقدر فرمایا ہے..... ایک بڑی فوج کی طرح بنی نوع انسان کو بھی جرنیل، کپتانوں۔ درجہ بدرجہ ماتحت افسروں اور سپاہیوں کی ضرورت ہے جو اپنے اپنے مقررہ فرائض کو ادا کریں۔ ایک مرتب نظام کے لئے درجات کا ہونا قطعی لازمی ہے۔ فوج میں سب کے سب جرنیل ہی نہیں ہو سکتے۔ یا صرف کپتان ہی ہوں یا سب سپاہی ہوں اور کوئی ان میں صاحب اختیار نہ ہو"

چونکہ بعض تو بے حساب دولتمند ہیں اور دوسرے افسوس ناک حالت افلاس میں ہیں اس لئے ان معاملات کی درستی کیلئے ایک نظام کا ہونا لازمی ہے۔ دولتمندی اور افلاس دونوں کی ایک حد مقرر کرنی لازمی ہے۔ افراط و تفریط دونوں بُری ہیں..... جب ہم افلاس کو فاقہ کی حد تک پہنچا ہوا پاتے ہیں تو یہ امر اس بات کو یقینی بنا دیتا ہے کہ کہیں نہ کہیں ظلم و ستم بھی ضرور موجود ہے۔ اقوام عالم کو چاہیئے کہ وہ اس معاملہ کو جوش و خروش سے اپنے ہاتھ میں لیں اور وہ ان حالات کے بدلنے میں جو انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو چور چور کر دینے والی ہے اور ان کو مفلسی کا شکار بنائے ہوئے ہے دیر نہ کریں۔

دولتمندوں کو لازم ہے کہ وہ اپنی بے شمار دولت میں سے کچھ دیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ اپنے دلوں کو نرم کریں اور ایک ترحم آمیز ذہنیت پیدا کریں اور ان بدقسمتوں کا خیال کریں جو زندگی کی معمولی ضروریات کے بھی محتاج ہیں۔

اس انتہائی دولتمندی اور انتہائی احتیاج کو دور کرنے کیلئے ایک خاص قانون بنایا جائے۔ ممکنیں اس خدائی قانون کی جو سب کے ساتھ برابر کا انصاف کرتا ہے پیروی کریں۔ جب تک یہ نہ ہو گا شریعت الٰہی کی اطاعت نہ ہو گی"

(پیرس کے لیکچر (انگریزی) صفحہ ۱۴۰)

دخل اور خرچ

حضرت عبدالبہاء تجویز فرماتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے ہر گاؤں یا ہر ضلع کے مالی معاملات کے انتظام کا اختیار اُن کے اپنے ہاتھ میں ہو۔ اور اسکو لازم ہے کہ وہ مرکزی حکومت کے اخراجات کیلئے مناسب حصّہ ادا کرے محصول کا سب سے بڑا ذریعہ تدریجی انکم ٹیکس (آمدنی پر محصول) ہونا چاہئے اگر کسی شخص کی آمدنی اُس کے ضروری اخراجات سے زائد نہیں ہوتی تو اسپر ٹیکس نہ لگایا جائے مگر ان سب حالات میں جن میں آمدنی ضروری اخراجات سے زیادہ ہوتی ہو ٹیکس ضرور عائد کرنا چاہئے اور جتنی فالتو آمدنی بڑھتی جائے اتنا ہی ٹیکس بھی بڑھاتے جانا چاہئے۔

دوسری طرف اگر ایک شخص بیماری فصل کی خرابی یا اور کسی سبب سے جس پر اُس کو اختیار نہیں اتنا نہیں کما سکتا جو اُس کے سالانہ اخراجات ضروری کے لئے کافی ہو تو ایسے شخص کو جس قدر اس کی ضرورت ہو خزانہ سے دیدیا جائے“۔

آمدنی کے اور بھی ذرائع ہوں گے۔ مثلاً لاوارث جائدادیں۔ کانیں۔ دبے ہوئے خزانے اور بہ طیب خاطر دیئے ہوئے چندے۔ اخراجات میں ضعیفوں یتیموں۔ سکولوں۔ گونگوں۔ اور بہروں کی امداد اور صحت عامّہ کی قائم رکھنے کی مدیں ہونگی۔ اس طرح ہر ایک کی آسایش اور بہبودی کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے گا۔

مزید اطلاع کے لئے دیکھو حضرت عبدالبہاء کے خطابات جو امریکہ میں دیئے گئے۔

خود اختیاری حصّہ داری

”پائدار امن کے قیام کے لئے مرکزی تنظیم“ کے اداروں کے نام لوح میں جو ۱۹۱۹ء میں تحریر ہوئی حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں۔

حضرت بہاءاللہ کی تعلیمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک شخص اپنی جائداد میں دوسروں کو بھی بطیب خاطر حصّہ دار بنائے ۔۔

خودا ختیاری حصہ داری (قانونی) یکسانیت سے بڑھکر ہے اور اسکی تہہ میں یہ خیال کارفرما ہے کہ کوئی اپنے آپکو دوسروں پر ترجیح نہ دے۔ بلکہ دوسروں کے لئے اپنی جان اور مال کو بھی نثار کر دے۔ مگر اس میں زبردستی سے ہرگز کام نہ لینا چاہیے کہ ایک قانون بنا دیا جائے اور لوگوں کو زبردستی اسکی اطاعت کرنی پڑے بلکہ ایسا ہو کہ انسان خود بخود بخوشی تمام اپنے مال و جان کو دوسروں کے لئے نثار کرے اور اپنی مرضی سے غربا کیلئے خرچ کرے جس طرح ایران میں اہل بہآء کرتے ہیں۔

کام کرنا سب کیلئے فرض ہے

اقتصادی مسئلہ کے متعلق حضرت بہاءاللہ کا ایک بہت ہی اہم حکم یہ ہے کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی مفید کام میں مشغول ہونا چاہیے۔ معاشرتی اجتماع میں نکمے نکھٹوؤں کا کام نہیں۔ ہیئت اجتماعیہ میں کوئی تندرست مفت خورے نہ ہوں۔ بشارات میں فرمایا ہے۔

تم میں سے ہر ایک پر کسی نہ کسی صنعت یا ہنر کا حاصل کرنا فرض ہے تمہارا اس میں مشغول ہونا۔ ہم نے خدا تعالیٰ کی عبادت کے برابر قرار دیا ہے۔ لوگو! خدا تعالےٰ کی رحمت اور اس کے الطاف پر غور کرو پھر صبح و شام اس کا شکر کرو۔

اپنے وقت کو فضول شغلوں اور سستی میں ضائع نکرو اور وہ کام کرو جس سے تمہیں بھی نفع پہونچے۔ اور دوسروں کو بھی۔ اس لوح میں جس کے افق سے حکمت و بیان کا سورج چمکا ہے ایسا ہی حکم ہوا ہے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ نفرت کے قابل وہ شخص ہے جو ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جائے اور دوسروں سے سوال کرے سو تم الذین

جو مسبب الاسباب سے بے بھروسہ کر کے اسباب کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں۔"

آجکل دنیا کی تجارت کی کس قدر قوت صرف اُن لوگوں کی کوششوں کو توڑنے اور بے اثر کرنے میں صرف کی جاتی ہے جو آپس میں تجارتی جنگ و مقابلہ کرنے پر تُلے رہتے ہیں اور اس سے بھی بڑھکر کس قدر قوت اُن سے زیادہ نقصان دہ طریقوں میں لگ رہی ہے۔ اگر سب کو کام مل جائے اور سب کام کریں خواہ یہ کام دماغی ہو، یا دستی۔ مگر حضرت بہاءاللہ کے حکم کے مطابق بنی نوع انسان کو فائدہ دینے والا ہو تو صحت افزا۔ آرام دہ۔ اور عزت بخش ضروریات زندگی کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ سب کے سب اُن سے فائدہ اُٹھائینگے۔ فقر و فاقہ۔ تنگدستی و افلاس۔ تجارتی غلامی، و صحت شکن محنت، کا پھر کہیں نام بھی نہ رہے گا۔

دولت کے اخلاقی قوانین

بہائی تعلیمات کے مطابق دولت کا صحیح حصول اور اس کا صحیح استعمال دونوں قابلِ تحسین اور آبرو افزا ہیں۔ خدمت کا پورا پورا معاوضہ دینا فرض ہے۔ لوح طرازات میں حضرت بہاءاللہ نے فرمایا ہے:-

اہل بہاء کو چاہئے کہ وہ کسی کے حق کا انکار نہ کریں۔ اور ارباب ہنر کا احترام کریں۔۔۔۔۔۔۔ سب سے انصاف سے بات کریں اور نعمت کی قدر کریں"

سود کے بارے میں آپ نے اشراقات میں فرمایا ہے۔

اکثر آدمی اس حکم کے محتاج نظر آتے ہیں کیونکہ اگر سود درمیان میں نہ ہو تو لوگوں کے تمام کاروبار بند ہو جائیں۔۔۔۔۔۔ ایسے آدمی جو قرض حسنہ دالیا قرض جو بلا سود کے دیا جائے اور جب مقروض کی مرضی ہو ادا کرے ہے دوسروں کی مدد کرتے ہوں کمیاب ہیں لہذا ہم نے بندوں پر مہربانی کے ارادہ سے منافع کو بھی

مثل اُن دیگر معاملات کے قرار دیا جو لوگوں میں رائج ہیں یعنی اسوقت سے کہ یہ کھلا حکم مشیّت الٰہی کے آسمان سے نازل ہوا۔ روپے کا سود حلال طیّب اور پاک ہے۔۔۔۔۔۔لیکن اس حکم کی تعمیل انصاف و اعتدال کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ قلم اعلیٰ نے اس کی حد مقرر کرنے میں توقف کیا ہے اور یہ خدا کی حکمت اور اسکی رحمت اپنے بندوں پر ہے۔ ہم خدا کے دوستوں کو عدل و انصاف اور ایسے کاموں کی وصیت کرتے ہیں جن سے اس کے دوستوں کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و شفقت ظاہر ہو۔۔۔۔۔۔ان باتوں کا جاری کرنا بیت العدل کے ممبروں کے ذمہ ڈالا گیا ہے۔ تاکہ وہ وقت کی ضروریات کے مطابق اور دانائی کے ساتھ عمل کریں۔"

تجارتی غلامی کی نہی

کتاب اقدس میں غلامی کو بالکل منع فرمایا ہے حضرت عبدالبہاء اسکی توضیح فرماتے ہیں کہ نہ صرف انسانی غلامی ہی بلکہ تجارتی غلامی بھی شریعت الٰہی کے خلاف ہے ۱۹۱۲ء میں جب آپ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں تشریف فرما تھے تو آپنے امریکہ کے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا۔

"۱۸۶۰ء اور ۱۸۶۵ء کے درمیانی عرصہ میں تم نے ایک حیرت انگیز بات کی یعنی تم نے انسانی غلامی کو بالکل اڑا دیا۔ مگر اسوقت تم کو اس سے بڑھکر حیرت انگیز بات کرنی چاہیئے یعنی تمہیں چاہیئے کہ تم تجارتی غلامی کو بھی مٹادو۔۔۔۔۔۔ اقتصادی مشکلات سرمایہ داروں اور مزدوروں کی باہمی آویزش سے حل نہ ہونگی۔ فساد و نزاع سے نہ مٹیں گی بلکہ جانبین کے درمیان ایک ایسی فضا پیدا کرنے سے دور ہوں گی جس میں ایکدوسرے کی خیر خواہی کا دم اور متضاد رغبت بھرے تب حالات کی حقیقی اور پائیدار یکسانیت حاصل ہوگی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔اہل بہاء نہ تو کوئی جبری ظلم آمیز اور ناجائز حرکتیں کرتے ہیں نہ وہ کچھ

باغیانہ مطالبات کرتے اور نہ موجودہ حکومتوں کے خلاف انقلاب آفریں بغاوتیں برپا کرتے ہیں ..... زمانہ آ رہا ہے کہ لوگ ایکدوسرے کی گاڑھی محنت سے دولت جمع نکر سکیں گے۔ دولتمند برضا و رغبت اپنی دولت کو بانٹا کرینگے..... خوں ریزی اور جنگ و جدل سے یہ معاملہ کبھی طے نہ ہوگا۔"

(اسٹار آف دی ویسٹ جلد ۷ نمبر ۱۵ صفحہ ۱۴۷)

دوستانہ مشورت۔ باہمی امداد۔ منصفانہ شرکت۔ اور منافع یعنی حصہ داری ہی سے سرمایہ داروں اور مزدوروں کے مفاد کی بہترین خدمت ہو سکتی ہے۔ ہڑتالیں، اور در بندیاں نہ صرف اُن حرفتوں کیلئے ہی نقصان دہ ہیں جن پران کا فوری اثر پڑتا ہے بلکہ تمام قوم کیلئے خرابی کا باعث ہیں اس لئے یہ تمام حکومتوں کا فرض اوّلین ہے کہ وہ ایسے وسائل پیدا کریں جن سے جھگڑوں کے فیصلہ کرنے کے ایسے وحشیانہ طریقے نیست و نابود ہو جائیں ۱۹۱۲ء میں نیو ہیمپشائر کے شہر ڈبلن میں حضرت عبدالبہاء نے فرمایا۔

اب میں تمہیں شریعت اللہ کے بارے میں کچھ بتاتا ہوں۔ خدائی قانون کے مطابق کام کرنے والوں کو صرف ان کی مزدوری پر ہی نہ رکھا جائے بلکہ اُن کو ہر کام میں حصہ دار بنانا چاہیئے۔ معاشرتی سوال بہت بڑا ہے یہ مزدوری کے لئے ہڑتالیں کرنے سے حل نہ ہوگا۔ دنیا کی تمام حکومتوں کو متحد ہو کر ایک مجلس قائم کرنی چاہیئے اس مجلس کے ممبر پارلیمنٹوں اور شرفائے قوم سے چنے جائیں اِن ممبروں کا فرض ہو کہ وہ دانائی و وقوت سے کوئی ایسی تجویز سوچیں جس سے نہ تو سرمایہ داروں کو بہت بڑا نقصان، اور نہ مزدور ہی محتاج رہیں۔ وہ یہ قانون نہایت اعتدال کیساتھ بنائیں اور پھر عام طور سے اُسکی منادی کردیں، کہ کام کرنے والوں، اور

سرمایہ داروں کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کی جائے گی۔ جب طرفین
کی رضا و رغبت کے ساتھ یہ قانون نافذ کر دیا جائے تو اگر کوئی ہڑتال واقع
ہو تو سب حکومتیں متحد ہو کر اُسکی روک تھام کریں اور اگر ایسا نہ ہوا تو
معاملہ خصوصاً یورپ میں بہت تباہی برپا کرے گا۔ خوفناک واقعات ظہور
پذیر ہوں گے۔ یورپ کی عالمگیر جنگ کے اسباب میں سے یہ ایک حل طلب
مسئلہ بھی ہوگا۔ کہ مالکان جائداد اور کانوں اور کارخانوں کے مالکوں کو چاہئے۔
کہ علاوہ مزدوری دینے کے وہ اپنے کارکنوں کو اپنی آمدنی میں حصہ دار بنائیں
اور اپنے منافع سے ایک خاصہ حصہ اپنے مزدوروں کو دیں تاکہ کارکن اپنی
اپنی مزدوری کے علاوہ کارخانہ کی عام آمدنی سے بھی کچھ حصہ لے سکیں اور
اس طرح اپنے کام کو جان و دل سے کریں۔ (سٹار آف دی ویسٹ جلد نمبر صفحہ)

وصیت نمبر

حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص آزاد ہے کہ وہ جس طرح
چاہے اپنی حین حیات میں اپنے مال کو تقسیم کرے اور یہ ہر شخص
پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ ایک وصیت لکھے اور اسمیں تحریر کرے کہ اُس کے مرنے کے بعد
اُس کی جائداد کو کس طرح تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص بغیر وصیت کئے مر جائے
تو اُس کی جائداد کی قیمت کا اندازہ لگا کر مقررہ حصوں میں سات قسم کے وارثوں یعنی بچے
بیوی۔ یا خاوند۔ باپ۔ ماں۔ بھائیوں بہنوں۔ اور اُستادوں کے درمیان تقسیم کر دینا
چاہئے۔ ان ورثا میں سے ہر ایک کا حصہ درجہ بدرجہ رکھا گیا ہے اور کم ہوتا چلا گیا ہے
اگر ان میں سے کوئی وارث نہ ہو تو اس کا حصہ بیت المال میں جمع ہو جائے گا۔ تاکہ وہ
ناداروں۔ یتیموں، بیواؤں یا اور رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کیا جائے۔ اگر مرنیوالا
بالکل ہی لاوارث ہو تو اس کی کل جائداد بیت المال میں جمع ہو جائے گی۔
شریعت بہائیہ میں کوئی قانون ایسا نہیں جو کسی کو اپنی جائداد اگر وہ چاہے

تو کسی ایک شخص کے نام چھوڑ جانے سے روکتا ہو، مگر اہل بہاء فطرۃً اس نمونہ کے زیر
اثر اپنی وصیتیں لکھیں گے جو خدا نے انہیں لاوارث جائدادوں کی حالت میں فیصلہ کرکے
بتایا ہے اور جس کے ذریعہ جائداد ورثاء کی ایک بہت بڑی تعداد میں تقسیم ہو سکتی ہے۔

مرد و عورت کی مساوات

معاشرتی اصولوں میں سے ایک اصول کہ جس کو حضرت بہاء اللہ نے بہت اہمیت دی
ہے۔ یہ ہے کہ عورت کو مرد کے برابر خیال کرنا چاہیئے اور انہیں برابر حقوق و رعایتیں،
ایک سی تعلیم اور یکساں موقعے ملنے چاہئیں۔

وہ بڑا ذریعہ جس کے وسیلے آپ عورتوں کی آزادی کو عرصۂ شہود میں لانا چاہتے ہیں
عالمگیر تعلیم ہے لڑکیوں کی بھی ایسی ہی اعلیٰ تعلیم ملنی چاہیئے جیسی لڑکوں کو دی جاتی ہے
اور حقیقت تو یہ ہے کہ شریعت بہائیہ میں لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کی تعلیم سے زیادہ
ضروری رکھی گئی ہے کیونکہ اپنے وقت پر یہ لڑکیاں مائیں بنیں گی اور نئی پود کی یہ اولین
معلمہ ہونگی۔ بچے سبز اور نازک شاخوں کی مانند ہیں اگر شروع کی تربیت درست
ہے تو وہ سیدھے بڑھتے ہیں پر اگر یہ غلط ہے تو وہ ٹیڑھے بڑے ہوتے اور زندگی بھر
وہ اوائل عمر کی تعلیم کے زیر اثر رہتے ہیں۔ اس لئے یہ قدر اہم ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم
عمدہ اور حکمت و دانائی کے ساتھ کی جائے۔

مغربی سفروں میں حضرت عبدالبہاء کو اس موضوع پر بارہا بہائی تعلیمات
کے بیان کرنے کا موقعہ ہوا۔ جنوری سنہ ۱۹۱۳ء کو لندن میں آزادیِ نسواں کی لیگ
کے ایک جلسہ میں آپ نے فرمایا۔

نوع انسان ایک پرندہ کی مانند ہے جس کے دو بازو ہوتے ہیں ایک
بازو مرد ہے اور دوسرا عورت۔ جب تک دونوں بازو مضبوط نہ ہوں گے اور ایک
متحدہ کوشش سے نہ ہلائے جائینگے پرندہ آسمان کی طرف اڑ نہیں سکتا۔

اس زمانہ کی فضا کے مطابق عورتوں کے لئے آگے بڑھنا اور زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے برابر ہو کر کام کرنا ضروری ہے اُن کو مردوں کے برابر ہونا چاہئیے اور انہیں مردوں کے برابر حقوق ملنے چاہئیں۔ یہ میری تہ دل سے دعا ہے۔ اور حضرت بہاء اللہ کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔

بعض سائنسدانوں نے یہ کہا ہے کہ مرد کا دماغ عورت کے دماغ سے وزنی ہوتا ہے اور اسکی بنا پر یہ لوگ مرد کی عورت پر فوقیت رکھنے کے مدعی ہیں۔ پر جب ہم مشاہدہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ بہت سے اشخاص ایسے ہیں جن کے سر بہت چھوٹے ہوتے ہیں ان کے دماغ بھی اس لئے ضرور چھوٹے ہونگے مگر اُن کی فہم اور عقل بہت بڑی ہوتی ہے اسی طرح بہت سے بڑے سر والے اشخاص ہیں جن کے دماغ ضرور وزنی ہونگے مگر وہ احمق اور بے وقوف ہیں پس ثابت ہوا کہ دماغ کا وزن فہم و فوقیت کیلئے کوئی معیار نہیں۔

"جب مرد اپنی فوقیت کے ثبوت میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ عورتوں نے اتنے بڑے بڑے کام نہیں کئے جو مردوں نے کئے تھے تو وہ ایک بودی دلیل پیش کرتے ہیں جو تاریخ کے بالکل خلاف ہے اگر انہیں تاریخ سے اطلاع ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ زمانہ ماضی میں بھی بہت سی عورتیں ہوئی ہیں کہ جنہوں نے بہت بڑے بڑے کام کئے اور زمانہ حال میں بھی بہت سی عورتیں ہیں جو اس وقت بڑے بڑے کام کر رہی ہیں۔"

اس کے بعد حضرت عبدالبہاء نے زنوبیا اور زمانہ ماضی کی دیگر بڑی بڑی عورتوں کے کارہائے نمایاں بیان فرمائے اور آخر میں مریم مگدلینی کی جو اپنے ایمان میں اسوقت بھی راسخ رہی جب دوسرے رسولوں کے ایمان متزلزل ہو رہے تھے تعریف بلیغ فرمائی۔ اور پھر فرمایا۔

ہمارے زمانے کی عورتوں میں حضرت قرۃ العین ہیں جو ایک مسلمان عالم کی

دختر تھیں۔ حضرت باب کے ظہور کے وقت آپ نے [illegible] عقیدت دکھائی
کہ جو آپ کی تقریر سنتا وہ حیرت انگشت بدنداں ہو جاتا۔ ایرانی عورتوں کی قدیم
رسم کے باوجود آپ نے پردے کو ترک کر دیا اور اگرچہ مردوں کے ساتھ بات چیت
کرنا خلاف ادب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن یہ شیر دل خاتون بڑے سے بڑے جید علماء
کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتی۔ اور ہر مجلس میں انہیں نیچا دکھاتی۔ حکومت ایران نے
آپ کو گرفتار کر لیا اور گلیوں میں آپ پر پتھر پھینکے گئے کفر کا فتویٰ لگا کر شہر بشہر جلا وطن
کیا گیا۔ موت کی دھمکی دی گئی مگر آپ نے اپنی بہنوں کو آزادی دلانے کا جو ارادہ کر لیا
تھا اس میں ذرا بھی متزلزل نہ ہوئیں آپ نے نہایت صبر کے ساتھ ظلم و ستم سہے
قید میں بھی آپ بہتوں کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوئیں ایک ایرانی وزیر کو
جس کے گھر میں آپ مقید تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم مجھے جس قدر جلد چاہو موت
کے گھاٹ اتار سکتے ہو۔ مگر تم آزادی نسواں کو نہیں مٹا سکتے۔ آخر کار آپ کی دکھ بھری
زندگی کا آخری وقت قریب آ لگا۔ ظالم آپ کو ایک باغ میں لے گئے۔ اور وہاں پر
گلا گھونٹ کر آپ کا کام تمام کیا۔ مگر مرنے کے دن آپ نے اپنی بہترین پوشاک پہنی
گویا آپ کسی برات کے ساتھ شرکت فرمانے کے لئے جا رہی ہیں آپ نے ایسی
بہادری اور خندہ پیشانی سے جان دی کہ جس نے آپ کو دیکھا وہ حیرت و استعجاب سے
کانپ اٹھا۔ آج بھی ایران میں اہل بہاء کے درمیان ایسی خواتین ہیں جو ہمت کی
دھنی اور ایک اعلیٰ بصیرت و عقل کی مالک ہیں وہ بہت فصیح البیان ہیں اور لوگوں کی
بڑی بڑی مجالس میں تقریریں کرتی ہیں۔

نوع انسان کی تکمیل کیلئے عورتوں کو چاہیئے کہ وہ ترقی کرتی جائیں اور سائنس
علم ادب اور علم تاریخ میں اپنے علم کو وسیع کریں وہ زمانہ دور نہیں جب ان کے
حقوق ان کو دئیے جائینگے مردوں کو معلوم ہو جائے گا کہ عورتیں جوش و خروش

اور سکون دو بدبدبے کام کر رہی ہیں معاشرتی اور سیاسی زندگی کو بڑھا رہی ہیں جنگ کے خلاف ہیں اور آزادی اور مساوات کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ میں تمہیں زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں تب تمہاری پیشانیاں دائمی عزت کے تاج سے چمک اٹھیں گی۔"

خواتین اور نیا دور

جب معاشرتی معاملات میں عورت کے نقطۂ نظر کو جیسی کہ چاہیئے توجہ دی جائے گی اور عورت کو خیالات کے اظہار کیلئے آزادی مل جائیگی تو ہمیں امید ہے کہ ان معاملات کو جن کے ساتھ مرد کے قدیم زمانہ تفوق میں بہت شدت کیساتھ بے پرواہی برتی گئی تھی بہت بڑا فروغ ہوگا یعنی صحت میانہ روی امن اور انفرادی زندگی کا لحاظ وغیرہ وغیرہ معاملات پر پورا توجہ دیجائے گی اور ان باتوں میں پیشروی بہت مؤثر اور منفعت بخش نتائج کا باعث ہوگی۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں۔

پہلے زمانوں میں دنیا میں تشدد کا دور دورہ تھا اور مرد عورت پر اپنی جسمانی طاقت اور دماغی زبردستی کے سبب حکمران رہا۔ مگر اب پانسہ پلٹ رہا ہے تشدد کا زور کم ہو رہا ہے اور دماغی چستی اور ذکاوت اور روحانی صفات محبت و خدمت جس میں عورت کو فوقیت حاصل ہے فتح پاتی جا رہی ہیں۔ اس لیئے نئے دور میں مردانہ چیرہ دستیاں کم ہونگی اور عورت کے اصولوں کا بول بالا ہوگا یا یوں کہیں کہ نیا دور ایک ایسا دور ہوگا کہ جسمیں تمدن کے دونوں مردانہ اور زنانہ پہلو برابر کے حصے تلے ہونگے۔"

(سٹار آف دی ویسٹ جلد ۸ نمبر ۱۰ صفحہ ۴)

تشدد آمیز طریقوں کی ممانعت

حضرت بہاء اللہ جس طرح اندرونی معاملات میں اپنے پیروؤں کو سینہ زوری

اور جوش آمیز طریقوں کے برتنے سے منع فرماتے ہیں اسی طرح عورتوں کی آزادی کے معاملہ میں بھی زبردستی کرنے سے روکتے ہیں۔ ایران، مصر، اور شام کی بہائی خواتین نے معاشرتی اصلاح کے بہائی طریقہ کی ایک بہت اعلیٰ مثال قائم کی ہے اُن ملکوں میں مسلمان عورتیں جب گھر سے باہر جاتی ہیں تو اپنے چہروں پر برقعہ یا نقاب ڈال کر جاتی ہیں۔ حضرت باب نے اشارہ فرمایا تھا کہ نئے دور میں عورتیں اس ناگوار دباؤ سے آزاد کردی جائیں گی۔ مگر حضرت بہاء اللہ نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ اگر کوئی اہم اخلاقی سوال درمیان نہ ہو تو وہ مروجہ رسوم کا لحاظ رکھیں حتیٰ کہ لوگ آگاہ ہو جائیں ورنہ وہ اپنے ہمسایوں کے ہدف طعن و تشنیع ہونگے اور مفت کی دشمنی اور مخالفت بھڑکانے والے بنیں گے اسی لئے بہائی خواتین حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی ہیں کہ پردہ کی دقیانوسی رسم دانا اور آگاہ لوگوں کیلئے بیکار اور تکلیف دہ ہے خاموشی سے اس زحمت کو برداشت کرتی ہیں تاکہ وہ پردہ کی رسم کو ہٹاکر مذہبی دیوانگی کے جوش اور کینہ ور مخالفت کے طوفان کو بھڑکانے کا موجب نہ ہوں۔ رسم و رواج کا یہ لحاظ کسی خوف کے سبب نہیں بلکہ اُس یقین پر مبنی ہے جو وہ تربیت و تعلیم کی قوت اور حقیقی دین کی حیات افروز اور کایا پلٹ طاقت پر رکھتی ہیں ان ممالک میں رہنے والے بہائی اپنے قوی کو اپنے بچوں اور خصوصاً لڑکیوں کی تربیت اور بہائی اصولوں کی پیشرفت پر صرف کر رہے ہیں کیونکہ انہیں یہ کامل یقین ہے کہ جوں جوں نئی روحانی زندگی بڑھکر لوگوں میں پھیلتی جائے گی۔ دقیانوسی رسوم اور تعصبات رفتہ رفتہ مٹتے جائینگے۔ بعینہٖ اس طرح جس طرح موسم بہار میں جب پتے اور پھول آفتاب کی حرارت میں پھوٹتے اور پھیلتے ہیں تو شگوفے کے چھلکے جھڑ جاتے ہیں۔ ترکی میں جو ترقی اس معاملہ میں ہوئی ہے وہ ظاہر ہی ہے۔

تعلیم تعلیم یعنی انسانوں کی ہدایت اور ان کی باطنی صفات کی تربیت

وترقی جب سے دنیا بنی ہے انبیائے کرام کا اعلیٰ ترین مقصد رہی ہے اور امر بہائی پر تعلیم کی اہمیت اور اس کے لامحدود امکانات کا نہایت صریح اور واضح الفاظ میں اعلان فرمایا ہے۔ بہائی تمدن میں معلم ایک زبردست ذریعہ ہے اور اس کا کام انسانی آرزوؤں اور تمناؤں کا اعلیٰ وارفع ترین مقام ہے تعلیم ماں کے پیٹ سے شروع ہوتی ہے۔ اور جس طرح انسانی زندگی کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح اس کی بھی کوئی حد نہیں یہ شائستہ بود و باش کیلئے لازم اور اجتماعی وانفرادی بہبودی کی بنیاد ہے۔ جب صحیح طریقوں پر تعلیم دئے جانے کا رواج عام ہو جائے گا تو نوع بشر کی کایا پلٹ جائے گی۔ اور دنیا فردوس بریں بن جائے گی۔

اُس صحیح معنوں میں تعلیمیافتہ شخص کا وجود عنقا کی مانند ہے کیونکہ ہر شخص جھوٹے تعصبات غلط اصول۔ اُلٹے خیالات اور بُری عادت کا مظہر ہے جو بچپن ہی سے کوٹ کوٹ کر اُس میں بھر دئے گئے ہیں۔ بہت ہی کم شخص ایسے ہوں گے جنہیں بچپن ہی سے یہ سکھایا گیا ہوگا کہ وہ اپنے خدا کو اپنے سارے دل سے پیار کریں۔ اپنی زندگی کو اسکے لئے وقف کریں۔ انسانوں کی خدمت کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد اعظم سمجھیں اور اپنے قویٰ کو بہترین طریقہ سے ترقی دیں تاکہ انہیں رفاہِ عام کیلئے صرف کر سکیں حالانکہ بلا شک وشبہ یہ باتیں ایک عمدہ تعلیم کے لازمی عنصر ہیں۔ حساب۔ صرف۔ نحو۔ جغرافیہ۔ اور علم ادب وغیرہ کی باتوں کو یاد کر لینا شریف اور کارآمد ہستیاں پیدا کرنے کیلئے نسبتاً بالکل بے کار ہے۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ تعلیم عام ہونی چاہئے لوح اشراقات میں فرمایا ہے۔

ہر ایک باپ پر فرض ہے کہ وہ اپنے بیٹے اور بیٹی کو لکھنے پڑھنے اور اُن باتوں کی تعلیم وتلقین کرے جن کا حکم الواح میں دیا گیا ہے اور جو شخص اس حکم کی جس کی تعمیل ہر شخص پر فرض کی گئی ہے۔ بجا آوری میں کوتاہی کرے تو بیت العدل کے

ممبروں کا فرض ہے کہ اگر وہ شخص مالدار ہے تو اُس سے اتنا روپیہ وصول کرلیں جتنا اُس کے بچوں کی تربیت کیلئے ضروری ہو۔ ورنہ انکی تعلیم و تربیت کا انتظام بیت العدل کے ذمہ ہے بیشک ہم نے بیت العدل کو فقراء اور مسکینوں کا جائے پناہ بنایا ہے۔

"جس شخص نے اپنے بچے یا کسی اور کے بچے کی تربیت کی اُس نے گویا میرے بچے کی تربیت کی اُسپر میری عنایت و مہربانی اور رحمت جو تمام دنیا کو گھیرے ہوئے ہے" لوح العالم میں فرمایا ہے۔

مرد اور عورتیں جو کچھ تجارت یا کھیتی یا اور کسی کام میں پیدا کریں اس کا ایک حصہ کسی امانت دار کے پاس اولاد کی تعلیم و تربیت کیلئے رکھوادیں۔ اور اتنے ہی بچے بچوں کی لکھائی پڑھائی میں بیت العدل کے اعضاء کی صلاح سے لگایا جائے"

فطرت کے جبلّی اختلافات

بہائی نقطۂ خیال کے مطابق بچے کی فطرت کوئی موم کی طرح نہیں ہے کہ اُسے اُستاد اپنی مرضی کے مطابق بعض شکل و صورت میں چاہے ڈھال لے نہیں؛ بلکہ ہر ایک بچہ شروع ہی کی ایک خداداد خصلت اور شخصیت کا مالک ہوتا ہے جسکی بہترین تربیت ایک طریقہ خاص سے ہو سکتی ہے۔ یہ طریقہ ہر حالت میں جدا گانہ ہوتا ہے۔ کوئی بھی دو شخص ایسے نہ ملینگے جنکی قابلیت اور لیاقت ایک ہی قسم کی ہو اور حقیقی معلم کبھی اس بات پر زور نہ دیگا کہ وہ فطرتوں کو زبردستی ایک ہی سانچے میں ڈھالا جائے اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ کسی فطرت کو بھی کسی ایک سانچہ میں زبردستی ڈھالنے کی کوشش نہ کریگا۔ وہ تو نوخاستہ فطرت کے بڑھتے ہوئے قویٰ کی موءدبانہ نگرانی کریگا۔ اور ان کی ہمّت افزائی اور حفاظت کرے گا۔ اور انہیں جسقدر غذا اور امداد کی ضرورت ہے بہم پہونچائے گا۔ اس کا کام بعینہٖ اس مالک کی طرح ہے جس کی نگرانی میں مختلف قسم کے پودوں کی نگرانی ہو۔ ایک پودے کو تو سخت دھوپ کی ضرورت ہے دوسرے کو ٹھنڈے سایئے کی حاجت ہے

ایک پانی کے کنارے پھلتا پھولتا ہے اور دوسرا چٹیل پہاڑ کی چوٹی پر اُگتا ہے۔ ایک تو ریگستان میں سرسبز ہوتا ہے اور دوسرا چکنی مٹی میں پنپتا ہے ہر ایک کی ضروریات مناسب طور سے بہم پہنچانی چاہیئے ورنہ اسکی خوبیاں کبھی پورے طور سے ظاہر نہ ہونگی

حضرت عبدالبہاءؔ فرماتے ہیں۔

"انبیائے کرام اس بات کو مانتے ہیں کہ تعلیم و تربیت افراد پر بہت بڑا اثر ڈالتی ہے مگر وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ عقول و فہم فطرتاً علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک عمر ایک ہی وطن ایک ہی نسل۔ بلکہ ایک ہی خاندان کے بچوں کی عقل۔ اور انکے ذہن حالانکہ وہ ایک ہی معلم کے زیر تربیت ہوتے ہیں مختلف ہوتے ہیں۔ سیپ کو کیسا ہی جلا کریں یہ چمکدار موتی نہیں بن سکتا۔ سیاہ پتھر جہاں افروز ہیرا نہیں ہو سکتا۔ خاردار جھاڑی خواہ اسکی کیسی ہی تربیت و تکمیل کیوں نہ کی جائے شجرۂ مبارکہ نہیں بن سکتی یعنی تربیت انسان کی فطرتی خصلت کو نہیں بدل سکتی مگر اسمیں شک نہیں کہ تربیت کا اثر عجیب غریب ہوتا ہے اس مؤثر قوت کے ذریعہ انسانی حقیقت کی جو طاقتیں اور خوبیاں مخفی ہوتی ہیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔" (الواح عبدالبہاء انگریزی جلد ۳ صفحہ ۵۷۷)

تربیت سیرت

تعلیم میں سب سے اہم امر سیرت کی تربیت ہے۔ اس کیلئے پند و نصیحت کی بہ نسبت مثال قائم کرنا اور نمونہ بن کر دکھانا زیادہ مؤثر ہے۔ بچے کے والدین معلمین۔ اور ساتھیوں کے چال چلن بہت اہم اثر رکھتے ہیں۔ انبیائے الٰہی نوع انسان کے اوّلین معلم ہیں اور جونہی بچہ سمجھنے کے لائق ہو جائے تو ان کی نصیحتیں اور ان کی زندگی کی کہانی ان کے دل میں ڈالنی چاہئیں معلم اعلیٰ حضرت بہاءاللہ کا کلام خاص طور پر اہم ہے کیونکہ آپ نے وہ بنیادی اصول نازل فرمائے ہیں جس پر دنیا کا آئندہ تمدن تعمیر ہوگا۔ فرمایا ہے۔

اپنے بچوں کو وہ (کلام) پڑھاؤ جو قلم اعلیٰ سے نازل ہوا ہے۔ اور

اُنہیں اس بات کی تعلیم دو جو آسمانِ عظمت و قوّت سے اُتری ہے۔ اُنہیں پروردگار رحمٰن کی الواح حفظ کراؤ۔ تاکہ وہ شیریں آواز سے مشرق الاذکار میں اُنہیں پڑھیں۔"

(سٹار آف دی ویسٹ جلد ۹ نمبر ۷ صفحہ ۸۱)

ہنر، علوم اور دستکاری

علوم و ہنر اور صنعت و حرفت کی تعلیم و تربیت، حضرت بہاء اللہ نے نہایت ضروری قرار دی ہے۔ لوحِ تجلیات میں آپ نے فرمایا ہے۔

علم وجود انسان کیلئے بمنزلہ بازو اور ترقی کیلئے زینہ کی مانند ہے اُسکا حاصل کرنا سب پر فرض ہے لیکن علم سے مراد وہ علوم ہیں جن سے دنیا کو نفع پہنچے۔ نہ وہ علوم جو صرف الفاظ سے شروع ہوتے ہیں اور الفاظ پر ہی ختم ہو جاتے ہیں دُنیا پر علم و ہنر والوں کا بڑا حق ہے۔۔۔ ۔۔۔کچھ شک نہیں کہ انسان کیلئے اس کا علم حقیقی خزانہ ہے۔ انسان عزت و نعمت و آسائش و راحت اور خوشی و خرمی کا ذریعہ علم ہی ہے۔"

مجرموں سے سلوک

مجرموں کے ساتھ صحیح سلوک پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت عبدالبہاء نے فرمایا ہے۔

سب سے ضروری بات یہ ہے کہ لوگوں کی ایسی تربیت کیجائے کہ جرم واقع ہی نہ ہو۔ کیونکہ لوگوں کی ایسی تربیت ممکن ہے کہ وہ ارتکاب جرم سے اتنا ڈریں اور ایسا پرہیز کریں کہ جرم کا مرتکب ہونا ہی اُن کے نزدیک ایک بڑا دکھ اور عذاب و سزا ہو۔ لہٰذا کوئی جرم ہی سرزد نہ ہو گا جس میں سزا دینے کی ضرورت ہو۔۔۔ ۔۔۔اگر ایک شخص دوسرے پر ظلم و ستم اور تعدّی کرے اور شخص مقابل بھی ویسا ہی اس کے ساتھ کرے تو یہ انتقام ہو گا۔ اور انتقام منع و مذموم ہے۔ اگر زید عمر کے

بیٹے کو مار دے تو عمر کا کوئی حق نہیں کہ وہ زید کے بیٹے کو مار دے اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ انتقام ہوگا۔ اور انتقام بہت مذموم ہے بلکہ اُس کو لازم ہے کہ اس کے برعکس عمل کرے معاف کر دے بلکہ اگر کر سکے تو ظالم کی مدد کرے ایسا کرنا انسان کیلئے سزاوار ہے کیونکہ انتقام سے اُسے کیا حاصل ہوگا؟ دونوں عمل ایک سے ہیں اگر بُرے ہیں تو دونوں بُرے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ایک پہلے کیا گیا تھا اور دوسرا بعد میں مگر ہیئت اجتماعیہ کو محافظت اور مدافعت دونوں حق حاصل ہیں۔ کیونکہ ہیئت اجتماعیہ کو نہ تو قاتل کے ساتھ کوئی بغض ہے اور نہ کوئی عداوت۔ صرف دوسروں کی حفاظت کے لئے قاتل کو قید کرتی یا سزا دیتی ہے ...... حضرت مسیح نے جو یہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو تو دوسرا بھی اسکی طرف کر دے۔ اس سے آپ کا مقصد لوگوں کی تربیت کرنا تھا کہ وہ انتقام نہ لیں آپ کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ اگر ایک بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں گھس آئے اور سب بکریوں کو پھاڑ کھانا چاہے تو اُس بھیڑیے کی اعانت کی جائے۔ نہیں بلکہ اگر حضرت مسیح دیکھتے کہ بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں گھس آیا ہے اور سب بکریوں کو پھاڑ دینا چاہتا ہے تو آپ ضرور اُس بھیڑیے کی روک تھام کرتے۔ ....

ہیئت اجتماعیہ کی بنیاد عدل پر ہے عفو پر نہیں پس عفو و بخشش سے حضرت مسیح کا مقصد یہ نہ تھا کہ اگر اقوام دیگر تم پر چڑھائی کریں تمہارے گھروں کو جلائیں تمہارے مال و متاع کو غارت کریں تمہارے اہل و عیال و اولاد پر ظلم کریں اور تمہاری عزت پر ڈاکہ ڈالیں تو اس ستمگار لشکر کے سامنے تم خاموشی سے سر تسلیم خم کر دو تاکہ جو ظلم و تعدی وہ چاہیں کریں۔ نہیں حضرت مسیح کے الفاظ سے مراد یہ ہے کہ اگر دو شخصوں کے درمیان کوئی معاملہ ہو جائے تو ان کو ایک دوسرے کے ساتھ کیا کرنا چاہئے یعنی اگر ایک شخص دوسرے پر ظلم کرے

تو مظلوم کے لئے لازم ہے کہ وہ معاف کر دے مگر ہیئت اجتماعیہ کا فرض ہے کہ وہ انفرادی حقوق کی حفاظت کرے .... ایک بات باقی رہ گئی اور وہ یہ ہے کہ ہیئت اجتماعیہ دن اور رات لگاتار سزا کے قوانین بنانے میں مصروف اور قصاص کے آلات و وسائل پیدا کرنے میں منہمک ہے۔ قید خانے تعمیر کراتے ہیں۔ زنجیریں اور بیڑیاں بنواتے ہیں۔ تاکہ بند اور جلاوطن کرنے کے مقامات کا انتظام کرتے ہیں اور طرح طرح کی مشقتیں اور مصیبتیں ایجاد کرتے ہیں۔ تاکہ ان وسائل سے مجرموں کی تربیت کریں حالانکہ یہ وسائل اخلاق کے بگڑنے اور چال چلن کے خراب ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ ہیئت اجتماعیہ کو تو چاہئے کہ اس کے برعکس وہ دن رات کوشش کرے اور اپنی ساری ہمت اس پر لگائے کہ لوگ تربیت پائیں روز بروز ترقی کریں۔ اور علوم و معارف میں بڑھتے جائیں فضائل سیکھیں اور آداب حاصل کریں۔ جرم و درندگی سے پرہیز کریں۔ تاکہ جرم واقع ہی نہ ہو۔ (مفاوضات عبدالبہاء صفحہ ۲۰۷ تا ۲۱۱)

اخبارات کا اثر

اخبارات کی اہمیت بشرطیکہ وہ صحیح طریقوں پر چلائی جائیں حضرت بہاء اللہ نے علم کے پھیلانے لوگوں کی تربیت کرنے اور تمدن کا ایک زبردست ذریعہ ہونے کے طور پر پوری طرح سے مانی ہے۔ لوح طرازات میں فرمایا ہے۔

آج زمین کے بھید آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اور اخبارات کے اوراق ہر طرف سے منتشر ہو رہے ہیں اخبار حقیقت میں جہاں کا آئینہ ہیں۔ جو مختلف قوموں کے اعمال و افعال دکھلاتے بھی ہیں اور سنواتے بھی ہیں۔ اور اخبار ایک ایسا آئینہ ہے جو کان، آنکھ، زبان، سب کچھ رکھتا ہے اور ایک عجیب اور بڑی چیز ہے۔ لیکن لکھنے والے کو یہ مناسب ہے کہ ذاتی اغراض

اور نفسانی خواہشوں سے پاک اور عدل و انصاف کے زیور سے آراستہ ہو اور واقعات کی حتی المقدور تفتیش کرے تاکہ ان کی حقیقت سے آگاہ ہو کر لکھے اس مظلوم کے بارے میں جو کچھ لوگوں نے ذکر کیا ہے اس کا اکثر حصہ خلاف واقعہ اور جھوٹ ہے۔ نیک اور سچ بات مرتبہ اور شان کی بلندی میں اُس آفتاب کی مانند ہے جو دانش کے اُفق سے طلوع ہوا ہے "
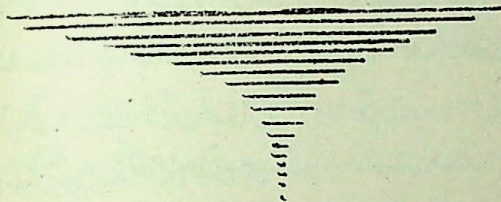
دسواں باب

طریقِ امن

"اس میں شک نہیں کہ یہ نبدہ آج کے دن دنیا کو نئی زندگی دینے اور اس کے تمام بسنے والوں کو متحد کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے جو خدا چاہتا ہے وہ پورا ہوتا ہے اور تو عنقریب دنیا کو سچ مچ جنت ابہیٰ دیکھے گا۔"

(حضرت بہاء اللہ۔ لوح رئیس)

اختلاف بمقابلہ اتحاد

گزشتہ صدی کے دوران میں اہل سائنس نے نباتات، و حیوانات، کے درمیان تنازع بقا اور انسانی حیات کی معاشرتی پیچیدگیوں کے مسائل میں بہت کچھ چھان بین کی ہے ان میں سے اکثر اشخاص نے اس اصول کو اپنی ہدایت کا وسیلہ بنایا۔ جو فطرت کے ادنیٰ درجات میں رائج ہے اس طرح ان کی کاوش کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اختلاف اور حریف بننے کو ضروریات زندگی میں سے شمار کرنے لگے۔ اور یہ فتویٰ دیا کہ ہئیت اجتماعیہ کے کمزور ممبروں کو سنگدلی سے مار کر ختم کر دینا نہ صرف جائز ہی ہے بلکہ نسل کی ترقی کیلئے ضروری ہے۔ اس کے برعکس حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم ترقی کے زینہ پر چڑھنا چاہتے ہیں تو پیچھے کی طرف حیوانات کو دیکھنے کی بجائے ہماری نظر آگے اور اوپر کی طرف لگی رہے اور درندوں کی بجائے انبیائے کرام

ہمارے ہادی ہونے چاہئیں۔ اتفاق اتحاد اور دردمندی کے اصول جو انبیائے کرام نے ہمیں سکھلائے ہیں اُن اصولوں کے بالکل متضاد ہیں جو حیوانات میں تنازع بقا کی بنا پر جاری ہیں ہمیں دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنا پڑے گا کیونکہ دونوں ہرگز ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں۔

"نیچر میں تنازع بقا کا دور دورہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو زبردست ہے وہ زندہ ہے تنازع بقا کا قانون ہی سب مصیبتوں کی جڑ ہے۔ اسی کی وجہ سے انسانوں میں جنگ و جدل ہوتی ہے اور نفرت و دشمنی پھیلتی ہے۔ نیچر میں ظلم تکبر تعدی زبردستی دوسروں کے حقوق کو غصب کرنا اور دیگر مذموم صفات جو عالم حیوان کے نقائص ہیں پائے جاتے ہیں اسلئے جبتک بنی نوع انسان کے درمیان مقتضیات نیچر کا دور دورہ ہے فلاح و بہبودی کا ہونا ناممکن ہے نیچر جنگجو خون کی پیاسی اور ظلم و ستم کی دیوی ہے کیونکہ نیچر خدائے قادر مطلق سے بے خبر ہے یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی ظالمانہ صفات حیوانات کی ذاتی صفات ہیں پس پروردگار عالم نے اپنی رحمت واسعہ اور محبت لامحدود کے سبب انبیائے کرام کو ظاہر فرمایا اور اُن پر وحی نازل فرمائی تاکہ آسمانی تربیت کے تلے افراد انسانی نیچر کی غلاظت اور جہالت کی تاریکی سے آزاد ہو کر روحانی صفات اور خوبیاں حاصل کریں اور جذبات رحم و دردمندی کے مشرق بنیں...... حیف صد حیف! کہ اقوام عالم اب تک جاہلانہ تعصب مجازی اختلافات اور متضاد اصولوں کے اظہار کیلئے عام ترقی کی راہ میں روڑے اٹکا رہی ہیں یہ رجعت قہقری اس وجہ سے ہے کہ خدائی تمدن کے اصول بالکل ترک کر دیئے گئے۔ اور انبیائے کرام کی تعلیمات بھلا دی گئی ہیں۔" (سٹار آف دی ویسٹ جلد ۸ صفحہ ۱۷۱)

صلح اکبر

ہر دور میں انبیائے الٰہی نے ایک ایسے زمانے کی پیشگوئی فرمائی ہے جس میں دنیا میں امن و امان اور لوگوں کے

درمیان نیک نیتی اور خیر خواہی کا عمل ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر آیا ہے حضرت بہاء اللہ نہایت زوردار اور یقینی الفاظ میں ان پیشینگوئیوں کی تائید کرتے ہوئے اعلان فرماتے ہیں کہ ان کے پورا ہونے کا وقت قریب آلگا ہے۔ حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں "اس عجیب و غریب دور میں زمین ایک اور زمین بن جائے گی اور افراد انسانی امن و خوبصورتی کے زیور سے آراستہ کئے جائیں گے۔ فسادات، جھگڑے۔ اور خونریزیوں کی بجائے اتحاد، خلوص اور اتفاق جلوہ گر ہوں گے۔ قوموں نسلوں اور ملکوں کے درمیان محبت و الفت نمایاں ہوگی۔ باہمی امداد و اتحاد کا سلسلہ قائم ہو جائیگا اور آخر کار جنگ دنیا سے بالکل نیست و نابود ہو جائے گی ......

عالمگیر امن کا خیمہ دنیا کے عین مرکز میں بلند ہوگا اور مبارک شجرۂ حیات اس قدر پھلے پھولے گا کہ اس کا سایہ شرق و مغرب دونوں پر چھا جائے گا۔ طاقتور اور کمزور امیر و غریب۔ متضاد فرقے۔ اور ایک دوسرے کی دشمن اقوام۔ جو بھیڑیئے اور بڑے۔ چیتے، اور میمنے شیر اور بچھڑے کے مشابہ ہیں ایک دوسرے کے ساتھ کامل محبت و دوستی۔ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں گے دنیا عرفان خدا اور رازہائے حقیقت وجود کے علم سے کبھر لبریز ہو جائے گی۔ (مفاوضات عبد البہاء صفحہ ۳۷)

مذہبی تعصبات اس بات کو پورے طور سے سمجھنے کیلئے کہ صلح اکبر کس طرح قائم ہوگی، آؤ ہم ان بڑے بڑے اسباب کی تلاش کریں جو گزشتہ زمانوں میں جنگ کے باعث رہے ہیں اور دیکھیں کہ حضرت بہاء اللہ ان میں سے ہر ایک سبب کے دور کرنے کی کیا تدابیر تجویز فرماتے ہیں جنگ پھیلنے کا ایک نہایت ہی زبردست سبب مذہبی تعصبات ہوئے ہیں اس کے بارے میں حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات صاف صاف بتاتی ہیں کہ مختلف مذاہب کے لوگوں میں دشمنی اور عداوت کا سبب حقیقی دین ہرگز ہرگز نہیں ہو

بلکہ اس کا نہ ہونا ان کا سبب ہوا ہے۔ جب سچے دین کی جگہ جھوٹے تعصبات، تقالید، اور کلام الٰہی کی غلط تفاسیر و معانی لوگوں میں رائج ہوئے تو فسادات رونما ہوگئے۔

پیرس میں ایک مقام پر گفتگو کرتے حضرت عبدالبہا نے فرمایا:۔

دین کا لازمہ تو یہ ہے کہ وہ دلوں کو متحد کرے اور جنگ و فسادات دنیا سے نیست و نابود کرے۔ روحانیت کا پیدا کرنے والا اور ہر نفس کیلئے نور اور زندگی کا حامل ہو اگر دین نفرت، عداوت، اور ناچاقی کا باعث ہوتا ہے تو ایسے دین کا نہ ہونا اس کے ہونے سے بہتر ہے اور ایسے دین سے علیحدگی اختیار کرنا ایک صحیح اور سچا نیک عمل ہے۔ کیونکہ یہ بالکل صریح ہے کہ دوا کا مقصد درد کو دور کرنا ہے پر اگر دوا درد کو بڑھانے لگے تو اُسے ترک کرنا ہی اچھا ہے۔ جو دین محبت اور اتحاد کا سبب نہیں وہ دین ہی نہیں ہے۔"

(پیرس ٹاکس صفحہ ۱۸۰)

ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں۔

آغاز دنیا سے لیکر آج تک دنیا کے مختلف مذاہب ایک دوسرے کو دھتکارتے اور جھوٹا بتاتے رہے ہیں۔ وہ باہمی کینہ اور عداوت رکھکر ایک دوسرے سے سخت پیمر سپیز کرتے رہے ہیں۔ مذہبی لڑائیوں پر غور کریں صلیبی جنگ جو دنیا کی سب سے بڑی مذہبی جنگ تھی دو سو برس تک رہی بعض اوقات جب صلیب کے لئے لڑنے والے فتح پاتے تو وہ مسلمانوں کو قتل کرتے لوٹتے اور قیدی بنا کر لے جاتے تھے اور جب مسلمان فتح مند ہوتے تو وہ بھی حملہ آوروں کو قتل و غارت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے دو سو سال تک وہ یہی کرتے رہے جب کبھی جوش میں بھرتے تو لڑتے اور جب کمزور ہو جاتے تو ذرا دم لیتے۔ حتیٰ کہ یورپ کے یہ مفروضہ مذہبی جنگجو مشرقی ممالک سے چلے گئے اور اپنے پیچھے بربادی اور تباہی کی راکھ چھوڑ گئے۔ اپنے گھروں میں جا کر اپنے لوگوں کو انہوں نے انقلاب اور ہیجان کی حالت میں پایا۔ یہ صرف ایک "مقدس جنگ"

کا حال ہے مذہبی جنگیں بے شمار ہوئی ہیں۔ عیسائیت کے دو فرقوں یعنی کیتھولک، اور پروٹسٹنٹ کی باہمی آویزش اور نزاع کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ نو لاکھ پروٹسٹنٹ شہید ہوئے کتنے ہی جیل خانوں میں گل سڑ گئے۔ آہ ان قیدیوں کے ساتھ کیسا ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ یہ سب کچھ مذہب کے نام پر ہوتا تھا۔ عیسائی اور مسلمان یہودیوں کو شیطان اور خدا کے دشمن سمجھتے تھے اس لئے اُن پر لعنت بھیجے اور اُن پر ظلم کیا کرتے تھے۔ یہودیوں کی ایک کثیر تعداد تلوار کے گھاٹ اُتاری گئی اُن کے گھر جلا دئے گئے۔ تاخت و تاراج کئے گئے۔ اور اُن کے بچوں کو قیدی بنا کر لے گئے۔ یہودی بھی عیسائیوں کو کافر اور مسلمانوں کو شریعت موسوی کا بیخ کن اور دشمن سمجھتے تھے اس لئے وہ ان سے انتقام لینے میں کمی نہ کرتے اور آج تک اُن پر لعنت بھیجتے ہیں۔

جب آفتاب حضرت بہاء اللہ مشرق سے طلوع ہوا تو آپ نے وحدت انسانی کے وعدہ ربانی کے پورا ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپ نے کل افراد انسانی کو خطاب کر کے فرمایا۔ "تم سب ایک ہی درخت کے پھل ہو"۔ دو درخت نہیں ہیں کہ اُنمیں سے ایک تو خدا کی رحمت کا ہوا اور دوسرا شیطان کا۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آئیں۔ ہمیں مناسب نہیں کہ ہم کسی قوم کو شیطان کے بندے سمجھیں بلکہ ہمیں واجب ہے کہ ہم سب کو خدا کے بندے مانیں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بعض نہیں جانتے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ان کی تربیت و رہنمائی کریں جاہلوں کو علم دیں بچوں کی مدد کریں تاکہ وہ بلوغ کو پہنچیں۔ بعض بیمار ہیں ان کی اخلاقی حالت خراب ہے اُن کا علاج کریں۔ حتیٰ کہ ان کے اخلاق درست و پاک ہو جائیں۔ بیمار سے صرف اس لئے نفرت نہیں کرنی چاہئے کہ وہ بیمار ہے۔ بچہ سے اس لئے پرہیز نکریں

کہ وہ بچہ ہے جاہل کو اس لئے حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں کہ وہ علم سے بے بہرہ ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم محبت کے ساتھ ان کا علاج کریں انہیں تعلیم و تربیت دیں اور اُن کی مدد کریں۔ ہم ہر بات اور ہر کام اس غرض سے کریں کہ کل نوع انسان انتہائی امن اور اعلیٰ ترین خوشی کے ساتھ خدا کے سایہ تلے آ جائے۔ (سٹار آف دی ویسٹ جلد ۷ صفحہ ۶)

نسل اور ملکی تعصبات

وحدت انسان کا بہائی عقیدہ جنگ کے ایک اور سبب کی جڑوں کو بھی کھوکھلا کرتا ہے یعنی تعصبات کو بھی اُڑا دیتا ہے بعض نسلیں سمجھتی ہیں کہ وہ دوسری نسلوں سے افضل ہیں اور جسکی لاٹھی اسکی بھینس کے اصول کو سامنے رکھکر یہ فرض کر لیا ہے کہ اس افضلیت کے بل پر وہ کمزور قوموں کے ساتھ اپنی جلب منفعت کیلئے نہ صرف جیسا چاہیں ویسا سلوک کر سکتے ہیں بلکہ اُن کو ملیا میٹ کر دینے کا حق بھی رکھتے ہیں۔

تاریخ عالم کے بہت سے تاریک صفحات اس اصول کی خطرناک عملدرامدی کے نمونوں کے طور پر ہمارے سامنے ہیں۔ بہائی عقیدہ یہ ہے کہ ہر ایک قوم کے لوگ خدا کی نظر میں یکساں ہیں۔ سب حیرت انگیز ذاتی قابلیتوں کے مالک ہیں جو ترقی کرنے کیلئے مناسب تربیت کی محتاج ہیں اور ہر ایک ایسا کام کرنے کے اہل ہیں جو ہیئت اجتماعیہ کے دوسرے اعضا کو کمزور کرنے کی بجائے انہیں قوی بنا کر انکی حیات کو تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ حضرت عبدالبہا فرماتے ہیں۔

نسلی تعصب سراسر گمان اور خالص وہم ہے کیونکہ خدا نے ہم سب کو ایک ہی نسل سے پیدا کیا ہے۔ ...... ابتدا میں مختلف ممالک کے درمیان نہ تو کوئی حد بندی تھی۔ نہ کوئی سرحد۔ زمین کے کسی حصہ کی مالک خاص قوم نہ تھی۔ خدا کی نظر میں مختلف نسلوں میں کوئی فرق یا تفریق نہیں ہے۔ پھر انسان کیوں یہ امتیاز و تفریق پیدا کرتا ہے؟ جو جنگ اس قسم کے دھوکے کا نتیجہ ہو اسکی بھلا کوئی کیسے اعانت کر سکتا ہے؟

خدا نے انسان کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ ایکدوسرے سے لڑمریں اس آسمانی باپ کے خوان نعمت سے سب نسلوں۔ قوموں۔ فرقوں۔ اور جماعتوں کو یکساں حصہ ملتا ہے۔ حقیقی فرق شریعت الٰہی کی اطاعت اور وفاداری کے درجات میں ہوتا ہے۔ بعض روشن مشعل کی طرح ہیں اور بعض آسمان انسانیت میں ستاروں کی طرح چمکتے ہیں نوع بشر کے عشاق خواہ وہ کسی قوم مذہب یا رنگ کے ہوں اعلیٰ درجے کے انسان ہیں۔" (بیرس ٹاکس صفحہ ۱۳۶)

نسلی تعصب کی طرح سیاسی اور وطنی تعصب بھی شر انگیز ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ تنگ۔ قومی حب الوطنی اس وسیع حب الوطنی میں غرق کر دی جائے جس کا وطن ساری دنیا ہے۔ حضرت بہاء اللہ نے لوح العالم میں فرمایا ہے۔

زمانہ گزشتہ میں کہا گیا ہے حب الوطن یعنی اپنے وطن سے محبت ہی ایمان کا ایک جزو ہے۔ لیکن عظمت کی زبان نے اس ظہور کے زمانہ میں فرمایا ہے۔ فخر اسکے لئے زیبا نہیں جو اپنے ملک سے محبت کرتا ہے بلکہ فخر کا مستحق وہ شخص ہے جو بنی نوع انسان سے محبت کرتا ہے ان کلمات عالیہ کے ذریعے انہوں نے طیور ارواح کو ایک نئی پرواز سکھائی اور تحدید و مذہبی تقلید کو کتاب میں سے مٹا دیا۔ (لوح العالم)

جوع ارض یا اپنی حکومت میں دیگر ممالک کو داخل کرنے کی حرص

بہت سی جنگیں صرف اسلئے ہوئیں کہ ایک قطعہ زمین جس کو دو یا دو سے زیادہ حریف قومیں لینے کی تاک میں تھیں ملکیت کی حرص قوموں کے درمیان جنگ و نزاع کا ایسا ہی باور سبب رہا ہے جیسا افراد میں ہے۔ عقیدہ بہائی کے مطابق زمین نہ تو کسی شخص واحد کی ملکیت ہے اور نہ کسی قوم کی بلکہ اس کی مالک کل کی کل ہی

نوع انسان ہے۔ بلکہ در اصل اُس کا مالک خدا ہے اور انسان بطور مزارع کے ہیں۔
جنگ بنغازی کے موقع پر حضرت عبدالبہاء نے فرمایا۔

"جنگ بنغازی کی خبر سے میرے دل کو صدمہ ہوا۔ انسانی وحشت پر جواب تک دنیا میں باقی ہے مجھے حیرت ہوتی ہے کہ انسانوں کیلئے یہ کیا زیبا ہے کہ وہ صبح سے شام تک لڑیں ایک دوسرے کو قتل کریں اور اپنے ہم جنسوں کے خون کو بہائیں اور کس بات کیلئے؟ صرف اس لئے کہ ایک قطعۂ زمین پر قابض ہو جائیں۔ حیوان تک بھی جب لڑتے ہیں تو اُن کی لڑائی کا کوئی فوری اور جائز سبب ہوتا ہے یہ کس قدر خوفناک بات ہے کہ انسان جو عالم اعلیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اپنے آپ کو اتنا ذلیل کریں کہ صرف ایک قطعۂ زمین کی ملکیت کے لئے اپنے ہم جنسوں کا قتل و غارت کریں۔ اشرف المخلوقات ایک ادنیٰ مخلوق یعنی زمین کیلئے کشت و خون کرتا ہے۔ زمین کسی ایک قوم کی ملکیت نہیں بلکہ اس کی مالک سب قومیں ہیں۔ زمین انسان کا گھر نہیں بلکہ اسکی قبر ہے کتنا ہی بڑا فاتح کیوں نہ ہو۔ کتنے ہی ممالک کو اُس نے مطیع بنایا ہو۔ وہ ان تمام تاراج کردہ ممالک کا سوائے قبر کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کے اور کچھ رکھنے پر قادر نہیں۔"

اگر لوگوں کے احوال درست کرنے کیلئے تہذیب و تمدن کو پھیلانے کیلئے زیادہ زمین کی ضرورت ہو تو اُس کا پُر امن طریقوں سے حاصل کرنا احاطہ امکان میں ہے جنگ تو انسان نے اپنے جذبۂ حرص کو تسکین دینے کیلئے بنائی ہے صرف چند اشخاص کے دنیوی مفاد کی خاطر بے شمار خانماں برباد اور ہزاروں ہی مرد اور عورتوں کے دل پاش پاش کر دیئے جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ میں تم میں سے ہر ایک کو بہ پُر زور نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے سارے دل کے ساتھ اپنے خیالات کو محبت اور اتحاد پر جماؤ۔ جب جنگ کا خیال آئے تو امن کے طاقتور خیال سے اس کا

مقابلہ کرو۔ نفرت کے خیال کو محبت کے قوی تر خیال سے اُس کا مقابلہ کرو۔ نفرت کے خیال کو محبت کے قوی تر خیال سے ملیا میٹ کردو جس وقت زمین کے جنگجو ایکدوسرے کو قتل کرنے کیلئے تلواریں سونتتے ہیں ایسے موقع پر خدا کے سپاہی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اس طرح خدا کی رحمت سے جو مخلص ارواح اور پاک دل اشخاص کے ذریعے کار فرما ہو انسان کی وحشت دور ہو جائے یہ خیال نکرو کہ دنیا میں امن کا ہونا ایک ناممکن الوقوع خیال ہے۔ خدا کی وسیع رحمت کے آگے کوئی بات ناممکن نہیں اگر تم اپنے سارے دل سے زمین کی ہر قوم کے ساتھ محبت کرنے کے خیال کو اپنے دل میں خوب محکم طور سے جاگزیں کرو تو تمہارا یہ روحانی اور سچا خیال پھیل کر دوسروں کی آرزو بھی بن جائے گا۔ حتیٰ کہ قوی ہوتا ہوا یہ سب آدمیوں کے قلوب تک پہنچ جائے گا۔ (پیرس ٹاکس صفحہ ۲۳)

عالمگیر زبان

جنگ کے بڑے بڑے اسباب اور اُن کے امداد پر سرسری نظر ڈال کر اب ہم حضرت بہاء اللہ کے اُن تعمیری اصولوں پر غور کرتے ہیں جو آپ نے صلح اکبر کو دنیا میں لانے کے لئے نازل فرمائے ہیں سب سے پہلا حکم دنیا میں ایک عالمگیر امدادی زبان کے قائم کرنے کے بارے ہے۔ کتاب اقدس اور بہت سی الواح میں اس کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً لوح اشراقات میں فرمایا ہے۔

"اشراق ششم۔ بندگان خدا کا باہمی اتحاد و اتفاق ہے کیونکہ دنیا میں خدا کے دین کی روشنی ہمیشہ اتحاد ہی سے پھیلی ہے اور اتحاد کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی تحریر و تقریر سمجھ سکیں اسلئے ہم الواح میں اس سے پیشتر حکم دے چکے ہیں کہ بیت العدل کے اعضاء کو چاہیئے کہ وہ یا تو موجودہ زبانوں میں سے کسی ایک زبان کو اختیار کرلیں یا کوئی نئی زبان بنالیں۔

اسی طرح طرزِ تحریر میں سے بھی کوئی ایک طرزِ تحریر اختیار کر لیں۔ اور دنیا کے مدارس میں بچّوں کو اُسی زبان اور اسی خط کی تعلیم دیں۔ تاکہ دُنیا ایک وطن، اور ایک مُلک دکھائی دینے لگے ۔"

قریباً اُسی وقت جبکہ یہ حکم حضرت بہاء اللہ کے ذریعے نازل ہوا پولینڈ میں ایک بچّہ پیدا ہوا جس کا نام "لوڈوک ضامن آف" رکھا گیا۔ اس بچّہ کے لئے یہ مقدّر ہوا کہ وہ اس حکم کو دنیا میں جاری کرنے میں ایک بہت بڑا حصّہ لے۔ بچپن ہی سے ایک عالمگیر زبان کا خیال لوڈوک کی زندگی کا ایک بڑا مقصد بن گیا۔ اور اس کی کاوشوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ایک زبان جو ایسپرنتو کے نام سے مشہور ہے۔ ایجاد کی اور اُسے ایک عالمگیر شہرت دی۔ یہ زبان اسوقت ۲۵ سال سے تجربہ کی کسوٹی پر رکھی جا رہی ہے۔ اور ہر طرح بین الاقوامی خط و کتابت کا قابلِ اطمینان وسیلہ ثابت ہوئی ہے اس میں ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ اُس عرصہ کے بیسویں حصّہ میں پوری طرح حاصل کی جا سکتی ہے جتنے عرصہ میں انگریزی، فرانسیسی۔ یا جرمنی زبان سیکھی جا سکتی ہے۔

ایسپرنتو کی ایک دعوت میں جو فروری ۱۹۱۳ء میں پیرس میں دی گئی تھی حضرت عبدالبہاء نے فرمایا۔ "یورپ میں اس وقت اختلافات کا ایک بہت بڑا سبب بانوں کا اختلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ آدمی جرمن ہے یہ اٹالین ہے اور یہ فرانسیسی ہے حالانکہ وہ سب ایک ہی نسل کے ہیں مگر زبان ان کے درمیان ایک بہت بڑی رکاوٹ ہو گئی ہے اگر ایک عالمگیر امدادی زبان ان کے درمیان ہوتی تو یہ سب ایک ہی خیال کئے جاتے۔ حضرت بہاء اللہ نے چالیس سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ اس بین الاقوامی زبان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک ایک بین الاقوامی زبان اختیار نہ کی جائے گی دنیا کے مختلف فرقوں اور حصوں میں کامل اتحاد حاصل نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ غلط فہمیاں لوگوں کو ایک

دوسرے سے ملنے نہیں دیتیں اور یہ غلط فہمیاں سوائے ایک بین الاقوامی امدادی زبان کے ہونے کے اور کسی طرح دور نہ ہوں گی۔

عام طور پر مشرق کے سب رہنے والے مغرب کے واقعات سے واقف نہیں ہوتے اور نہ ہی مغرب کے رہنے والے مشرق کے رہنے والوں سے ہمدردانہ تعلقات پیدا کر سکتے ہیں ان کے خیالات ایک صندوقچہ میں بند ہیں بین الاقوامی زبان ہی ایک ایسی کنجی ہے جو اس صندوقچے کو کھول سکتی ہے اگر ہم ایک عالمگیر زبان کے مالک بن جائیں تو اہل مغرب کی کتابوں کا ترجمہ آسانی سے اس زبان میں ہو سکتا ہے اور اہل مشرق اُن سے واقف ہو سکتے اسی طرح اہل مشرق کی کتابیں اُس زبان میں ترجمہ ہو سکتی ہیں اور اہل مغرب اُن سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں مشرق و مغرب کے درمیان اتحاد کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ایک مشترکہ زبان ہوگی یہ ساری دُنیا کو ایک ملک بنا دے گی اور انسان کی ترقی کیلئے ایک طاقتور جذبہ بنے گی یہ وحدت انسان کے علم کو بلند کرے گی اور ساری دُنیا کو ایک عالمگیر جمہور کی صورت میں بدل دے گی۔ افراد انسانی میں محبت کا سبب اور مختلف اقوام میں دوستی اور الفت کا موجب بنے گی۔

خدا کا شکر اور اُس کی حمد ہو کہ ڈاکٹر ضامن آف نے اسپرنٹو زبان ایجاد کی ہے اور یہ وہ سب اسکانی صفات رکھتی ہے جو ایک بین الاقوامی وسیلہ خط و کتابت میں ہونی چاہئیں اس شریف کام کے لئے ہم سب کو اُن کا شکر گزار اور ممنون ہونا چاہئے۔ کیونکہ انہوں نے اس طرح اپنے ہمجنسوں کی ایک بہت بڑی خدمت کی ہے اپنے پرستاروں کی اَن تھک کوشش اور قربانی کے بل پر اسپرنٹو ایک عالمگیر زبان ہو جائے گی۔ اسلئے ہمیں لازم ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اس زبان کو سیکھے اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس کے پھیلانے میں کوشش

کرے تاکہ دن بدن اس کا رسوخ بڑھتا جائے دنیا کی تومیں اور حکومتیں اسے قبول کرلیں اور یہ زبان عام سکولوں کے دستور العمل کا ایک جزو بن جائے میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ جس قدر بین الاقوامی مجالس مشاورت و محافل مصالحت ہونگی ان کی کاروائی کا ذریعہ اسپرنٹو ہوگی تاکہ تمام لوگوں کو صرف دو زبانیں ہی حاصل کرنے کی ضرورت ہو، ایک تو مادری زبان، اور دوسری بین الاقوامی اسوقت تمام اقوام عالم کے درمیان کامل اتحاد قائم ہو جائے گا۔ ذرا خیال تو کیجئے کہ مختلف اقوام کے درمیان اسوقت مخابرہ کرنا کس قدر مشکل ہے اگر کوئی شخص پچاس زبانیں بھی جانتا ہو پھر بھی وہ ایسے ملک پائے گا جن کی زبان سے ناواقف ہے۔ اسلئے میں اُمید کرتا ہوں کہ تم انتہائی کوشش کروگے کہ اسپرنٹو دور دور تک پھیل جائے۔" اگرچہ یہ ارشادات اسپرانٹو کی طرف خصوصی اور ہمت افزا ہیں پھر بھی جب تک بیت العدل حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کے مطابق اس کے متعلق کوئی کاروائی نہیں کرے گا امر بہائی کسی زبان کی حمایت نہیں کرسکتا نہ اسپرانٹو کی اور نہ ہی کسی اور موجودہ یا مصنوعہ زبان کی فی الحقیقت حضرت عبدالبہاء نے ایک لوح میں جس میں آپ "وحدت کی سات شمعوں کا بیان فرماتے ہیں وحدت زبان کو آخر میں رکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اصول اسوقت تک تکمیل کو نہیں پہونچ سکتا جب تک قوموں نسلوں اور دینوں کا اتحاد حاصل نہ ہو جائے اس لئے اس عبوری زمانے میں یہ بتانا ناممکن ہے کہ آخر کار جب ایک عالمگیر ثانوی زبان کا انتخاب ممکن ہوگا تو کیا نتیجہ ہوگا

لیگ آف نیشنز یا مجلس بین الاقوامی

ایک اور حکم جسکی حضرت بہاء اللہ نے پُر زور اور بار بار حمایت فرمائی ہے یہ ہے کہ ایک عالمگیر بین الاقوامی مجلس امن کو

قائم رکھنے کیلئے وجود میں لائی جائے لوح ملکہ وکٹوریہ میں جو سنہ ۱۸۶۵ء میں نازل ہوئی تھی فرمایا ہے۔

"اے جماعت حکمرانان! اپنے اختلافات دور کرو۔ پھر تمہیں نہ تو اتنی بڑی فوجوں کی ضرورت ہوگی اور نہ اس قدر سامان جنگ کی حاجت رہے گی۔ مگر صرف اتنی کہ جس سے تم اپنے ملکوں اور رعایا کی حفاظت کر سکو!..........

اے معشر الملوک! متحد ہو جاؤ کیونکہ اس طرح اختلاف کی ہوائیں رک جائیں گی اور تمہاری رعایا آرام و آسائش پائے گی.......اگر تم میں سے کوئی دوسرے کے خلاف اٹھ کھڑا ہو تو تم سب مل کر اس کا مقابلہ کرو۔ کیونکہ یہ ہی ظاہر اور کھلا ہوا عدل ہے۔"

حضرت عبدالبہاء نے سنہ ۱۸۷۵ء[1] میں عالمگیر مجلس یا لیگ اقوام کے قیام کی پیشنگوئی فرمائی تھی۔ جو اسوقت خاصکر دلچسپ ہوگی کیونکہ اسوقت ایسی مجلس قائم کرنے کیلئے سر توڑ کوششیں ہو رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

اس میں شک نہیں کہ حقیقی تمدن مرکز دنیا میں اپنا علم اسوقت بلند کرے گا جب بعض اعلیٰ خیالات کے شریف حکمران ہمدردانہ جوش کی دنیا کے چمکتے ہوئے آفتاب مستقل ارادے اور آرزو سے بھرے ہوئے دل کی قوت کے ساتھ پیش قدمی کرکے عالمگیر امن کے مسئلہ پر ایک کنفرنس کریں گے اور اپنے خیالات کے اجراء کے وسائل کو مضبوطی سے پکڑ کر تمام دنیا کی حکومتوں کا ملاپ قائم کر دینگے اور ایک قطعی عہدنامہ اور مضبوط اتحاد ایسی شرائط کے ساتھ آپس میں کرینگے کہ ان سے کسی طرح گریز کرنا ممکن ہی نہ ہو۔ جب ساری دنیا کے لوگ

[1] یہ سنہ ۲۰-۱۹۱۹ء میں لکھا گیا تھا۔

اپنے نمائندوں کے ذریعہ اپنی رائے کا اظہار کرکے اس عہدنامہ پر دستخط کر دینگے جو درحقیقت ایک عالمگیر امن قائم رکھنے کا عہد ہوگا اور جس کو ساری دُنیا کے لوگ متبرک سمجھیں گے تو دُنیا کی متحدہ طاقتوں کا فرض ہوگا کہ وہ اس عہدنامہ عظیم کو قوی سے قوی تر بناتے جائیں اور اُس کے دوام کے ذمہ دار ہوں۔

اس عالمگیر عہدنامہ میں ہر ایک سلطنت کی حدود اور اس کے قوانین رواج کا تعین ہونا ضروری ہے۔ مختلف حکومتوں کے عہدنامے۔ انتظامات و معاملات مملکت اسمیں درج ہونے چاہیئں اسی طرح ہر سلطنت کی مقدار اسلحہ بھی پوری طرح سے تعین کر دینی اس کے لوازمات میں سے ہونا چاہیئے کیونکہ اگر ایک سلطنت آلات و سامان جنگ کی تیاری کرنے لگیگی تو اس سے دوسری سلطنتوں میں بے چینی پیدا ہوگی اس طاقتور اتحاد کی بنیاد ایسے طریقہ پر ڈالنی چاہیئے کہ اگر ایک سلطنت کسی ایک شرط کی خلاف ورزی کرے تو دُنیا کی باقی تمام سلطنتیں اُس پر چڑھائی کرکے اُسے زیر کریں بلکہ تمام نوع انسان اکٹھی ہو کر ایسی حکومت کا تختہ اُلٹ دے۔ اگر دنیا کے بیمار جسم کو اس قسم کی مفید دوا دی جائے گی تو یہ فی الحقیقت عالمگیر اعتدال وانصاف کے ذریعہ اس کے دُکھوں کو مکمل طور سے دور کرنے کا باعث ہوگی۔"

(المدینہ صفحہ ۱۲۰ - ۱۲۴)

بہائی نقطہ نظر سے لیگ اقوام عالمگیر صلح اور نظام عالم کے متعلق تعلیمات مُبارکہ کو پورا نہیں کرتی۔ اہل بہاء کے نزدیک صلح اصغر اور صلح اکبر میں بہت بڑا فرق ہے۔ صلح اصغر تو بین الاقوامی اتحاد کو سیاسی طور پر قائم کرنے کی کوشش ہوگی۔ مگر حضرت بہاءاللہ کی صلح اکبر ہی نقطہ کامیاب ہوسکتی ہے کیونکہ یہ معاشرتی یا ساجی کارگزاریوں کی بنیاد روحانی اتحاد پر رکھتی ہے۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو حضرت عبدالبہاء نے بیان فرمایا۔ فی زمانہ صلح اکبر بہت بڑی

اہمیت رکھتی ہے۔ مگر اتحاد وجدان لازمی ہے۔ تاکہ اس امر کی بنیاد محفوظ۔ اس کا قیام پختہ اور اس کی عمارت مضبوط ہو۔۔۔۔۔۔۔۔

اگرچہ لیگ اقوام وجود میں لائی گئی ہے مگر اسمیں صلح اکبر قائم کرنے کی قابلیت نہیں ہے وہ عدالت عالیہ جو حضرت بہاء اللہ نے بیان فرمائی ہے اس مقدس کام کو نہایت قوت وقدرت کے ساتھ پورا کرے گی۔"

بین الاقوامی عدالت

حضرت بہاء اللہ نے ایک بین الاقوامی عدالت کے قیام کی بھی تلقین فرمائی ہے۔ تاکہ جو اختلافات اقوام کے درمیان پیدا ہوں وہ جنگ کی بجائے معقولیت وانصاف کے ساتھ فیصل ہو جایا کریں۔

اگست ۱۹۱۱ء میں بین الاقوامی عدالت کے سلسلہ میں جو موہنک کنفرنس ہوئی اس کے سکریٹری کو حضرت عبدالبہاء نے لکھا ہے۔

پچاس سال قبل حضرت بہاء اللہ نے کتاب اقدس میں لوگوں کو یہ حکم دیا کہ عالمگیر امن قائم کریں اور سب اقوام عالم کو بین الاقوامی عدالت کے خدائی دسترخوان پر جمع ہونے کی دعوت دی تاکہ قوموں کے درمیان ملکی حدود کے مسائل قومی عزت اور مال اور دیگر مفاد کا فیصلہ عدل وانصاف کے ساتھ عدالت کے ذریعہ ہو جایا کرے اور کسی قوم کو اس قسم کے فیصلہ سے انحراف کرنے کی جرأت نہ ہو۔ اگر دو قوموں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے تو یہ بین الاقوامی عدالت اس کا اسی طرح فیصلہ کرے جس طرح جج دو شخصوں کے درمیان کرتا ہے۔ اگر کوئی حکومت کسی وقت اس فیصلہ سے روگردانی کرنے کی جرأت کرے تو تمام دوسری حکومتیں اس کو اس بغاوت کی سزا دینے کیلئے اسپر چڑھائی کریں"

۱۹۱۱ء میں پیرس میں گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

دنیا کی تمام قومیں اور حکومتیں ایک عدالت عالیہ قائم کریں گی۔ کہ جس میں

ہر قوم اور ہر حکومت کے منتخب نمائندے ہوا کرینگے۔ اس بڑی کونسل کے ممبر کامل اتحاد کے ساتھ جمع ہوا کرینگے۔ تمام بین الاقوامی جھگڑے اس عدالت کے سامنے پیش ہوا کرینگے اور اس عدالت کا کام اُن سب اُلجھنوں کو سُلجھانا ہو گا جو جنگ کا موجب ہوں اس عدالت کا کام جنگ کی روک تھام کرنا ہوگا۔"

(پیرس ٹاکس صفحہ ۱۴۵)

لیگ اقوام کے قیام سے ۲۵ سال پہلے ہیگ میں (سنہ ۱۹۰۰ء) میں ایک کورٹ آف آربٹریشن (عدالت پنچایتی) قائم کی گئی تھی۔ اور بہت سے پنچایتی عہد ناموں پر اس کے ذریعہ دستخط ہوئے تھے۔ مگر انمیں سے اکثر حضرت بہاؤاللہ کی وسیع تجویز سے بہت کم تھے دو بڑی طاقتوں کے درمیان کوئی ایسا پنچایتی عہد نامہ نہ ہوا جس میں تمام مواد ہائے نزاع کا ذکر کیا گیا ہو۔ ذاتی مفاد۔ عزت و استقلال کے متعلقہ اختلافات کو خاص طور سے مستثنیٰ کر دیا تھا نہ صرف یہی بلکہ کوئی ایسی مؤثر ضمانت نہ دیگئی تھی کہ اقوام اُن شرائط پر۔ جو اُنہوں نے مان لی ہیں قائم رہیں گی۔ اس کے برعکس بہائی تجاویز میں حدود قومی وقار اور ذاتی مفاد کے سوالات کو خاص طور پر شامل کیا ہے۔ اور اُن کی پشت پر تمام دُنیا کی لیگ اقوام کی ضمانت رکھی گئی ہے۔ جب ان تجاویز پر کامل طور پر عمل کیا جائے گا۔ تب اور صرف تب ہی بین الاقوامی پنچایت اپنے سودمند امکانات کی غرض وغایت حاصل کر سکیں گی۔ اور جنگ کی لعنت قطعی طور پر دُنیا سے نابود ہوگی۔

تحدید اسلحہ

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں۔

ایک عہد نامہ کے ذریعہ تمام دنیا کی حکومتوں کو چاہیے کہ وہ سب ایک ہی وقت پر اسلحہ کو کم کر دیں۔ اگر ایک تو اسلحہ کو کم کر دے اور دوسرے ایسا کرنے سے انکار کریں تو اس سے کام نہ چلیگا۔ اس نہایت ہی اہم معاملہ کے متعلق ساری دُنیا کی قوموں کو متحد ہونا چاہیئے تاکہ وہ ایک ہی وقت میں انسانی

انسانی قتل و غارت کے مہلک آلات کو ترک کر دیں جبتک ایک سلطنت اپنے فوجی و بحری اخراجات کو بڑھاتی جائے گی اسوقت تک دوسری سلطنتیں بھی اپنے قدرتی اور مفروضہ مفاد کی بنا پر اس مجنونانہ تگ و دو میں شامل ہونے پر مجبور ہونگی۔

(روزنامچہ مرزا احمد سہراب مئی ۱۱ تا ۱۴ اسنہ ۱۹۱۴ء)

عدم مزاحمت

لطور ایک دینی جماعت کے حضرت بہاء اللہ نے اہل بہاء کو صاف و صریح لفظوں میں زبردستی جبر و دستی کے ترک کرنے کا حکم دیا ہے خواہ یہ ذاتی مفاد کی خاطر ہو یا دفاع کیلئے ہو۔ ایران میں ہزار ہا بابیوں اور بہائیوں نے اپنے ایمان کی خاطر نہایت دردناک موت بہ آغاز بعثت کی آغاز امر میں بابیوں نے اکثر موقعوں پر نہایت بہادری اور دلیری سے تلوار کے ساتھ اپنے بال بچوں کی حفاظت کی۔ مگر حضرت بہاء اللہ نے اُسے منع کر دیا۔ اور حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں۔

جب حضرت بہاء اللہ نے ظہور فرمایا تو آپ نے اعلان کیا کہ حق و صداقت کی اشاعت ہرگز ہرگز ان طریقوں سے نہ ہونی چاہئے بلکہ دفاع کیلئے بھی یہ طریقے استعمال کرنے منع ہیں۔ آپ نے تلوار کے استعمال کو حرام قرار دیا۔ اور مذہبی جنگ یا جہاد کو منسوخ کر دیا۔ آپ نے فرمایا قتل کرنے کی نسبت تمہارے لئے قتل ہونا بہتر ہے۔ مومنین کو چاہئے کہ استقلال و استقامت سے امر اللہ کی اشاعت کریں۔ جب مومن نڈر اور دو رنگ ہوکر انقطاع کلی کے ساتھ کلمۃ اللہ کے بلند کرنے کے لئے قیام کریں گے اور جب وہ دنیائی چیزوں سے رخ پھیر کر خدا اور اسکی قوت کے بل پر خدمت خلق میں مصروف ہونگے تو کلمہ حق

کی فتح ہوگی۔ یہ مبارک ارواح اپنے خون سے امراللہ کی صداقت کی گواہی دینگی اور اپنے خلوص و وفاداری اور استقامت سے اس کی شہادت مہیا کرینگی۔ امر کی اشاعت اور سرکشوں کی سرکوبی کے لیئے خدا ہی بس ہے ہم اُسکے سوا کسی مدد کے طلبگار نہیں اور جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمن کا سامنا کرنے اور شہادت کو لبیک کہنے کیلئے حاضر ہیں۔ (خاص اس کتاب کیلئے لکھا گیا)

حضرت بہاءاللہ ایک دشمن امراللہ کو لکھتے ہیں۔

سُبحان اللہ! اس گروہ کو ہتھیاروں کی ضرورت نہیں اسکی تو تمام کوششیں دنیا میں امن قائم کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔ اس کی فوج نیک اعمال۔ اس کے ہتھیار اچھے کردار ہیں اور اُس کا سردار خوف خدا ہے۔ مُبارک ہے وہ جو انصاف کرتا ہے"

خدا کی قسم! یہ لوگ اپنے صبر و تحمل تسلیم و رضا۔ توکّل و قناعت سے مظاہر عدل بن گئے ہیں اُن لوگوں کی تسلیم و رضا اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ وہ قتل کرنے کی بجائے قتل ہونا پسند کرتے ہیں اور اس وقت ان مظلومان ارض پر وہ کچھ وارد ہوا ہے جو دنیا کی تاریخ میں کبھی پہلے وارد نہیں ہوا۔ اور جسے لوگوں کی آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اپنے آپ کو بچانے کیلئے ایک ہاتھ بھی اٹھائے بغیر ان لوگوں نے ان خوفناک بلاؤں کو کیوں برداشت کیا؟ ان کی اس تسلیم و تسکین کا کیا سبب تھا؟ یہ قلم اعلیٰ کی لگاتار امتناعی نصیحتیں تھیں۔ کیونکہ انہوں نے جہاں کے مالک کی قوت و قدرت کے ساتھ احکام کی باگ ڈور کو پکڑا تھا" (لوح ابن ذئب)

نتائج نے حضرت بہاءاللہ کے حکم عدم مزاحمت کی حکمت کو ثابت کر دیا ہے۔ ایران میں ہر شہید کے بدلے سو سے اشخاص نے امر بہائی قبول کیا۔ الا جب نڈر اور تسلیم و رضا کے طریقہ سے ان شہداء نے اپنی عزیز جانوں کو اپنے مولیٰ کے کے قدموں پر سے نچھاور کیا اس نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ انہوں نے ایک

ایسی نئی زندگی حاصل کر لی تھی، جسے موت کی ہیبت ڈرا نہ سکتی تھی اور وہ زندگی
ایک ایسی خوشی اور ایسے بے نظیر اطمینان سے مملو تھی جس کے سامنے اس دنیا
کی خوشیاں ہیچ اور سخت سے سخت وحشیانہ اذیتیں ہوا سے بھی زیادہ ہلکی
اور ناچیز تھیں۔

نیکی کی راہ میں کوشش

حضرت مسیح کی مانند اگرچہ حضرت بہاء اللہ نے بھی اپنے پیروؤں کو یہ تلقین فرمائی ہے
کہ انفرادی اور دینی جماعتی حالت میں اپنے دشمنوں کیلئے عدم مزاحمت اور عفو کا
رویہ اختیار کریں۔ مگر آپ ہیئت اجتماعیہ پر یہ فرض عائد کرتے ہیں کہ وہ ظلم اور ناانصافی
کا سد باب کرے۔ اگر کسی ایک فرد پر ظلم و ستم ہو تو اسکے لئے واجب اور درست ہے کہ وہ
معاف کر دے اور انتقام نہ لے۔ مگر ایک ہیئت اجتماعیہ کے لئے یہ ایک گناہ ہے کہ وہ قتل
وغارت گری کو اپنی حدود کے اندر بلا روک کے تمام جاری رہنے دے۔ ایک ایسی
حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ جرائم کو روکے اور مجرموں کو سزا دے؎ اور یہی فرض جمعیت
اقوام کا بھی ہے۔ اگر ایک قوم دوسری قوم پر ظلم و تعدی کرتی ہے تو دوسری سب اقوام
کا یہ فرض ہے کہ وہ اس ظلم کی روک تھام کریں۔ حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں۔

"یہ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت جنگجو اور وحشیانہ قبیلے ہیئت اجتماعیہ پر اس غرض
سے حملہ آور ہوں کہ اس کے تمام کے تمام افراد کا قلع قمع کر دیں تو ایسی حالت
میں دفاع جائز ہے" (پیرس ٹاکس صفحہ ۱۷۰)

آج تک نوع انسان کا یہ رویہ رہا ہے کہ اگر ایک قوم دوسری قوم پر حملہ آور ہو تو
دنیا کی دیگر اقوام غیر جانبدار رہتی ہیں اور اس وقت تک اس معاملہ میں کوئی ذمہ داری
قبول نہیں کرتیں جب تک براہ راست ان کے مفاد پر زد نہ پڑتی ہو۔ بچاؤ کا سارا

؎ مجرموں کے ساتھ سلوک کے متعلق بیانات دیکھو۔

بوجہ اس قوم کو خواہ وہ کیسی کمزور رہا ہے ہمیں کیوں نہ ہو اٹھانا پڑتا تھا جس پر حملہ کیا جاتا تھا
حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات اس صورت حال کے بالکل برعکس ہیں اور بچاؤ کی ذمہ داری
کا بوجھ صرف اُسی قوم کو اٹھانا نہیں پڑتا جس پر حملہ کیا گیا ہو بلکہ سب قوموں کو فرداً اور
جمعاً اٹھانا فرض کیا گیا ہے۔ چونکہ کُل نوع انسان ایک واحد جماعت ہے اس لئے
کسی ایک قوم پر حملہ کُل جماعت پر حملے کے مترادف ہے اور اس کا تدارک کُل جماعت
پر ہی عائد ہوتا ہے جب اس اصول پر عام طور سے عمل کیا جائے گا تو اگر کوئی قوم
کسی قوم پر زبردستی کرنا چاہے گی تو اُسے پہلے ہی سے یہ معلوم ہو گا کہ اسے صرف ایک
ہی قوم سے نپٹنا نہ ہو گا بلکہ تمام دنیا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ علم ہی بڑی سے بڑی جنگجو
اور دیدہ دلیر قوم کو ڈرانے اور روکنے کیلئے کافی ہو گا۔ جب امن دوست قوموں کی ایک
مضبوط لیگ قائم ہو جائے گی تو جنگ افسانۂ ماضی بن جائے گی۔ بین الاقوامی
بدامنی کی پرانی حالت اور بین الاقوامی زمانہ امن کے آنے تک جبرہ دستی لڑائیوں
کے ہونے کا امکان ہے مگر ان حالات میں فوجی یا دیگر سخت تدابیر جن سے
بین الاقوامی انصاف۔ اتحاد اور امن میں خلل نہ آئے ایک حقیقی فرض ہے۔ حضرت
عبد البہاء لکھتے ہیں کہ ایسی حالتوں میں

"بعض اوقات جنگ، امن کی بنیاد اور بربادی تعمیر کا سبب ہو جاتی
ہے...... یہ جنگ باطناً شاید قرارداد امن سے مانوس ہو اور ایسے وقت میں
سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ غضب ظاہراً تو مہربانی ہے ظلم، انصاف کا جوہر اور یہ جنگ
صلح کا سرچشمہ ہے آج کے دن مہربان و منور بادشاہ کا فرض اولین یہ ہے کہ وہ
عالمگیر امن کو بڑھائے کیونکہ اس کا مقصد بیشک سب دنیا کی قوموں کو آزاد
کرنا ہے۔"

(الواحیہ حضرت عبد البہاء)

اتحاد مشرق و مغرب

ایک اور اصول جو صلح اکبر کو دنیا میں لاوے گا وہ

مشرق و مغرب کا باہم مربوط ہونا ہے۔ صلح اکبر سے صرف جنگ کا بند کرنا ہی مقصود نہیں بلکہ اس سے مراد زمین کے مختلف الخیال لوگوں میں حقیقی اتحاد اور مخلصانہ باہمی مدد و امداد کا پیدا کرنا بھی ہے جس کا نتیجہ طبعیت ہی بیش بہا اور فوائد مند ہوگا۔ پیرس میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت عبدالبہاء نے فرمایا۔

پہلے زمانوں کی طرح اس زمانہ میں بھی آفتاب صداقت ہمیشہ مشرق سے طلوع ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ لوگوں کو تعلیم دینے اور ان کی رہنمائی کرنے کے لئے مشرق میں ہی ظاہر ہوئے۔ حضرت مسیح بھی اُفق مشرق سے ہی طالع ہوئے۔ حضرت محمد بھی ایک مشرقی قوم میں ہی ظاہر ہوئے۔ حضرت باب نے بھی ایک مشرقی ملک ایران سے ہی قیام کیا۔ حضرت بہاءاللہ مشرق میں رہے اور وہیں لوگوں کی تربیت فرمائی روحانی معلم مشرقی دنیا سے ہی ظاہر ہوئے۔"

اگرچہ آفتاب مسیحی مشرق سے طلوع ہوا تھا مگر اس کا پرتو مغرب میں نمودار ہوا جہاں اس کے نور کی افزونی واضح طور پر دیکھی گئی۔ آپ کی تعلیمات کی آسمانی روشنی مغربی دنیا میں زیادہ شدت کیساتھ ضوفگن ہوئی جہاں اس نے اپنی جائے پیدائش سے بڑھ چڑھکر ترقی کی آج مشرق مادی ترقی کا اور مغرب روحانی اصولوں کا محتاج ہے یہ اچھا ہوگا کہ مغرب روحانی نورانیت کیلئے مشرق کی طرف راجع ہو اور اس کے بدلے میں مشرق کو اپنے علم یعنی سائنس سے بہرہ اندوز کرے۔ ان تحائف کا باہم ایکدوسرے سے تبادلہ کریں مشرق و مغرب متحد ہوکر ایک دوسرے کو وہ چیزیں دیں جنکی اُن کو علیحدہ علیحدہ ضرورت ہے۔ ایسا اتحاد اس صحیح تمدن کا پیش خیمہ ہوگا جس میں روحانیت کا ظہور مادیت میں ہوکر اس پر عملدرآمد کیا جائے گا۔ اس طرح ایک دوسرے کی احتیاج کو جب پورا کردے گا تو کامل اتحاد کا دور دورہ ہوجائے گا تمام قومیں متحد ہوجائیں گی۔ اور ایک

ایک عظیم حالت کمال حاصل ہو جائے گی آپس کے رشتے مضبوط باندھے جائیں گے
اور یہ دنیا صفات الٰہی کو منعکس کرنے کا چمکتا ہوا آئینہ بن جائے گی۔

ہم سب مشرقی اور مغربی قوموں کو دن رات جان و دل سے اس بلند و بالا خیال
کو کہ تمام دنیا کی قوموں میں اتحاد کا رشتہ مضبوط ہو جائے منصۂ وجود میں لانے کی کوشش
کرنی چاہیئے۔ تب ہر ایک دل مسرور ہوگا۔ اور ہر آنکھ کھل جائے گی۔ ایک
نہایت ہی عجیب قوت عطا کی جائے گی۔ اور تمام نوع انسان کی خوشی ایک
یقینی امر ہو جائے گی۔ ------ یہی وہ جنت ہے جس کے دنیا میں آنے کے بارے
میں کہا گیا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب کل نوع انسان ملکوت الٰہی میں خیمہ
اتحاد کے سایہ تلے جمع ہو جائے گی"

(پیرس ٹاکس صفحہ ۱۷)

گیارہواں باب

احکام وتعلیمات

آپ کو معلوم ہو کہ ہر ایک دور و زمانے میں مقتضیات زمانہ کے مطابق تمام آسمانی احکام متغیر و متبدل ہو جاتے ہیں سوائے قانون محبت کے جو ایک چشمہ کی طرح ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ اور کبھی متغیر نہیں ہوتا۔

(حضرت بہاء اللہ)

راہبانہ زندگی حضرت محمدؐ کی طرح حضرت بہاء اللہ نے بھی اپنے پیروؤں کو راہبانہ زندگی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لوح نیپولین سوئم میں فرمایا ہے۔ ... کہہ دے اے جماعت راہبین! کوٹھریوں اور حجروں میں اپنے آپ کو معتکف مت کرو۔ بلکہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ان کو ترک کرو۔ اور اس کام میں مشغول ہو جاؤ جو تمہاری روح اور بندوں کی روح کیلئے مفید ہو۔ ...... شادی کرو تاکہ تم اپنے بعد اپنی جگہ کسی کو چھوڑ جاؤ۔ ہم نے تمہیں خیانت سے منع کیا ہے۔ نہ کہ ان باتوں سے جن سے امانت کا ظہور ہو تم اپنے من مانے اصولوں کو پکڑے ہوئے ہو اور تم نے خدا کے اصولوں کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور جاہلوں میں سے مت ہو۔ انسان نہ ہوتا تو کون میری زمین میں میرا ذکر کرتا۔ اور میرے اسماء و صفات کا ظہور کیسے ہوتا۔ ذرا غور کرو۔ اور ان میں سے نہ ہو جن کی سمجھ پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور غافل ہیں۔ وہ (حضرت عیسیٰ) جس نے شادی نہ کی تھی اُسے

نہ تو کوئی جگہ ملی جہاں وہ بسیرا کر سکتا اور نہ کوئی پناہ گاہ ملی جہاں وہ اپنا سر چھپا سکتا اور یہ سب اُن لوگوں کے کرتوتوں کا نتیجہ تھا جو خائن ہیں اسکی روح کی تقدیس اُن باتوں کے سبب نہیں تھی جو تم سمجھے بیٹھے ہو۔ بلکہ اُن باتوں کے سبب تھی جو ہم جانتے ہیں۔ پوچھو۔ تاکہ تم اس کے مقام سے جو تمام دُنیا کے رہنے والوں کے تصورات سے بالاتر ہے۔ واقف ہو جاؤ مُبارک ہیں وہ جو جانتے ہیں۔"

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ عیسائی فرقوں نے پادریوں کیلئے راہبانہ اور تجرد کی زندگی کی ریت قائم کر لی ہے حالانکہ حضرت مسیحؑ نے اپنے حواری صرف شادی شدہ آدمی ہی چنے تھے اور آپ اور آپ کے حواریوں نے لوگوں کے ساتھ مل جُل کر اور ساتھ رہکر کرم و سخا کی عملی زندگیاں بسر کیں؟ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

"عیسیٰ ابن مریم کو ہم نے انجیل دی اور ہم نے ان لوگوں کے دل میں جنہوں نے اس کی پیروی کی مہربانی اور رحم ڈالا۔ مگر انہوں نے راہبانہ زندگی خود اپنے لئے اختیار کی ہم نے تو صرف ان کے لئے یہ مقرر کیا تھا کہ وہ خدا کو خوش کرنے کی طلب پیدا کریں مگر انہوں نے جیسا اسکو نبھانا چاہیئے تھا نہ نباہا"۔ (سورہ ۵۷ آیۃ ۲۷)

زمانہ قدیم اور گزشتہ حالات میں راہبانہ زندگی چاہے کتنی تاکید سے واجب کی گئی ہو۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ اب اس وجوب کا وجود نہیں حقیقت بھی یہی ہے نیک اور خدا سے ڈرنے والے لوگوں کی اتنی بڑی تعداد کا اپنے ہمجنسوں سے میل جول نہ رکھنا۔ اور باپ ماں بننے کے فرائض اور ذمہ داریوں سے الگ رہنا یقیناً نوع انسان کی روحانیت کو کمزور کرنے پر منتج ہو گا۔

شادی یا ازدواج

بہائی تعلیمات ایک شادی کو مستحسن

قرار دیتی ہیں اور حضرت بہاء اللہ جانبین کے والدین کی رضامندی کو شادی کی ایک ضروری شرط قرار دیتے ہیں۔ کتاب اقدس میں فرمایا ہے۔

"بیشک کتاب بیان (وہ کتاب جو حضرت باب پر اُتری) میں اس معاملہ کا انحصار جانبین (دولہا دولہن) کی ہی رضامندی پر رکھا گیا تھا۔ مگر چونکہ ہم محبت اور دوستی اور اتحاد عباد پیدا کرنا چاہتے ہیں اس لیے ہم نے اس میں والدین کی رضامندی کی شرط بھی لگا دی ہے۔ تاکہ دشمنی اور بُرے جذبات کی روک تھام ہو"

اس معاملہ پر ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے حضرت عبد البہاء لکھتے ہیں۔

شادی کے متعلق جو آپ نے سوال کیا ہے خدا کی شریعت یہ ہے کہ تم پہلے ایک بیوی منتخب کرو مگر اس کے بعد باپ اور ماں کی رضامندی پر منحصر ہے تمہارے انتخاب کرنے کے قبل اُنہیں مداخلت کا کوئی حق حاصل نہیں "

(الواح عبد البہاء انگریزی جلد ۳ صفحہ ۵۶۳)

حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں کہ حضرت بہاء اللہ کے اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کشیدہ تعلقات جو عیسائی اور مسلمان ممالک میں ایسے رشتوں اور ناطوں میں معمول ہیں اہل بہاء میں قریب قریب بالکل مفقود ہیں طلاق بھی شاذ و نادر ہی پایا جاتا ہے ازدواج کے بارے میں آپ لکھتے ہیں۔

بہائی ازدواج کی بنیاد جانبین کی کامل رضامندی اور پوری پوری قبولیت پر رکھی گئی ہے۔ دونوں میں کامل محبت ہونی لازم ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کے چال چلن سے پوری پوری واقفیت ہونی چاہیے۔ دونوں کے درمیان جو عہد ہو وہ دائمی اور استوار ہو

اور ان کی نیت یہ ہو کہ وہ ہمیشہ محبت و دوستی اتحاد و اتفاق سے رہیں گے۔"

دلہن تو دولہا اور کچھ دوسرے لوگوں کے سامنے کہے "بیشک ہم خدا کی رضا پر قانع ہیں۔" اور دولہا جواب دے "بیشک ہم خدا کی مرضی پر مطمئن ہیں۔"

بہائی ازدواج کا مقصد یہ ہے کہ مرد اور عورت روحانی اور مادی طور سے متحد ہو جائیں تاکہ کل خدائی جہانوں میں انہیں دائمی اتحاد قائم رہے اور ایک دوسرے کی روحانی زندگی استوار کرنے میں مدد دیں۔ یہ ہے بہائی ازدواج۔ (الواح عبد البہا، جلد ۲۔ صفحہ ۳۲۵)

طلاق

جس طرح نکاح کے بارے میں اسی طرح طلاق کے بارے میں بھی انبیائے کرام کی ہدایات مقتضیات وقت کے مطابق بدلتی رہی ہیں۔ حضرت عبدالبہا طلاق کے بارے میں بہائی احکام کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

اہل بہاء پر واجب ہے کہ وہ حتی المقدور طلاق سے پرہیز کریں اور جب تک کوئی خاص وجہ پیدا نہ ہو جو انہیں ایک دوسرے سے اس بنا پر علیحدہ ہونے پر مجبور کرے کہ وہ ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں جدا نہ ہوں۔ ایسی حالت میں محفل روحانی کو اطلاع دے کر وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ اس علیحدگی کے بعد انہیں صبر سے ایک سال تک انتظار کرنا فرض ہے اگر ایک سال کے اندر اندر انہیں محبت پھر سے پیدا نہیں ہوئی تو ان کی علیحدگی واجب ہے۔

...... ملکوت الٰہی کی بنیاد اتحاد محبت یگانگت۔ وحدت اور اتفاق

پر ہے۔ اختلاف اور رشتہ بھی خصوصاً شوہر اور بیوی کا ملکوت الٰہی میں کوئی دخل نہیں رکھتا۔ ان دونوں میں سے جو طلاق کا موجب ہوگا وہ بے شک و شبہ بڑی بڑی مصیبتوں کا شکار ہوگا۔ خوفناک بلائیں اس پر ہجوم کرینگی اور ندامت و پشیمانی اسکے ساتھ رہے گی۔"

(امریکہ کے بہائیوں کے نام لوح)

دیگر معاملات کی طرح طلاق میں بھی اہل بہا۔ بہائی تعلیمات پر عمل کرنے کے علاوہ اپنے ملک کے قوانین کے بھی ماتحت ہوں گے۔

بہائی تقویم

مختلف قوموں اور مختلف زمانوں میں وقت کی تقسیم اور تاریخوں کے تعین کیلئے مختلف طریقے اختیار کئے جا چکے ہیں اور چند ایک مختلف تقادیم اب بھی مستعمل ہیں۔ مثلاً مغربی یورپ میں گریگوری کی تقویم۔ مشرقی یورپ میں جولین کی تقویم۔ یہودیوں میں عبرانی تقویم اور مسلمانوں میں قمری تقویم۔ حضرت باب نے اس دور کی جس کے آپ مبشر ہو کر آئے تھے ایک نئی تقویم کے بنیاد ڈالنے میں نمایاں کام کیا۔

گریگوری کی تقویم کی مانند اس میں بھی قمری مہینوں کی جگہ شمسی مہینے لئے گئے ہیں بہائی سال کے ۱۹ مہینے ہوتے ہیں اور ہر ایک مہینے کے ۱۹ دن (یعنی سال کے ۳۶۱ دن) اور اس کے ساتھ اٹھارھویں اور انیسویں مہینے کے درمیان سال کو پورا کرنے کیلئے لوند کے دن ہیں (جو عام طور پر ۴۔ مگر لوند کے سال ۵ دن ہیں) حضرت باب نے مہینوں کے نام خدا کے ناموں پر رکھے ہیں بہائیوں کا نوروز قدیم ایرانیوں کے نوروز کی طرح علم نجوم کے مطابق مقرر ہے یعنی جب آفتاب برج حمل (مارچ ۲۱) میں جاتا ہے تو اہل بہا کا سال شروع ہوتا ہے۔ بہائی دور حضرت باب کے اعلان فرمانے (یعنی ۱۸۴۴ء مطابق ۱۲۶۰ھ) سے گنا جاتا ہے۔

وہ زمانہ دور نہیں جب دنیا کی سب قوموں کو ایک ہی تقویم اختیار کرنی پڑے گی اسلئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نوع انسان کا یہ دور وحدت و اتحاد ایک ایسی تقویم کا مالک ہو جو اعتراضات و مشکلات وغیرہ سے پاک ہو جن کے سبب دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ انہیں نہیں مانتا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ حضرت باب کی مجوزہ تقویم سے کوئی اور طریقہ سادگی اور سہولت میں بڑھ سکے
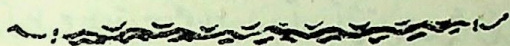
بہائی تقویم کے مہینے یہ ہیں :۔

نمبر شمار	عربی نام	یکم تاریخ کا دن	نمبر شمار	عربی نام	یکم تاریخ کا دن
۱	بہاء	۲۱ مارچ	۱۰	عزت	۸ ستمبر
۲	جلال	۹۔ اپریل	۱۱	مشیت	۲۷۔ ستمبر
۳	جمال	۲۸۔ اپریل	۱۲	علم	۱۶۔ اکتوبر
۴	عظمت	۱۷۔ مئی	۱۳	قدرت	۴۔ نومبر
۵	نور	۵۔ جون	۱۴	قول	۲۳ دسمبر
۶	رحمت	۲۴۔ جون	۱۵	مسائل	۱۲ دسمبر
۷	کلمات	۱۳ جولائی	۱۶	شرف	۳۱۔ دسمبر
۸	کمال	۱۔ اگست	۱۷	سلطان	۱۹۔ جنوری
۹	اسماء	۲۰ اگست	۱۸	ملک	۷ فروری

نوٹ: لوند کے دن ۲۶ فروری سے یکم مارچ تک ہیں جو ایام ھا کے نام سے موسوم ہیں۔

۱۹ ۔ علاء ۲۰۔ مارچ :۔

محافلِ روحانی

حضرت عبدالبہاء نے صعود فرمانے سے پیشتر حضرت بہاء اللہ کے امری نظام کی داغ بیل ڈال دی تھی۔ محفل روحانی کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے آپ نے اپنی ایک لوح میں فرمایا کہ ایک ترجمہ جس کی کہ آپ نے خود نظر ثانی کی تھی اور اصلاح فرمائی تھی طبع نہ کیا جائے جب تک قاہرہ کی محفل روحانی اسکی اجازت نہ دے۔

محفل روحانی نو اشخاص کی انتظامیہ جماعت کا نام ہے جنہیں محلی جماعت ہر سال اپنے میں سے انتخاب کرتی ہے۔ اس ادارے کو جماعت کے تمام باہمی معاملات کے فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ موجودہ نام عارضی ہے کیونکہ آئندہ محفل روحانی کا نام بیت العدل ہوگا۔

کلیسیائی اداروں کے برعکس یہ بہائی جماعتیں ایسے ادارے نہیں۔ جو مذہبی پیشواؤں تک محدود ہوں۔ بلکہ سماجی جماعتیں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اُن تمام جھگڑوں اور مشکلوں کو جو بہائیوں کے درمیان رونما ہوں بقانون مشورت فیصل کریں کیونکہ بہائیوں کو اپنے جھگڑے دیوانی عدالتوں میں لیجانے سے منع کیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ احبا الٰہی میں اتحاد قائم رہے اور انصاف بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ محفل کا مقام کسی طرح بھی پادری یا مجتہد کا مقام نہیں ہے۔ مگر اس کا یہ غرض ہے کہ تعلیمات مبارکہ کی حمایت کرے۔ امر اللہ کی خدمت کرنے کی ترغیب و تشویق دے۔ جلسوں کا انتظام کرے۔ اتحاد قائم رکھے اہل عالم کی طرف سے بہائی املاک و اوقاف کی امین ہو اور پبلک اور دیگر بہائی جماعتوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اپنی جماعت کی نمائندگی کرے۔

اس کتاب کے آخری باب کے اُس حصّے میں جس میں حضرت عبدالبہاء کی وصایائے مبارکہ کا بیان دیا گیا ہے۔ محلی اور ملی محافل روحانیہ کے متعلق مفصل لکھا گیا ہے

نگران کے عام فرائض کی تعریف حضرت شوق آفندی نے مفصلہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

"تبلیغ امر اس کی رہنمائی۔ اس کے طریقے۔ اس کے وسائل اسکی توسیع اور اسکی تحکیم اگرچہ امر کے مفاد کیلئے نہایت لازمی ہیں۔ مگر فقط یہی ایک شعبہ نہیں ہے جو محافل کی توجہ کو کلیتہً اپنی طرف لگائے رکھے۔ حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبدالبہاء کی الواح کا غور سے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ محافل کے اور بھی فرایض ہیں۔ جو ہر مقام کے احباب کے چنے ہوئے نمایندوں پر عائد ہوتے ہیں۔ اور جو مفاد امر کے لئے کچھ کم لازمی نہیں ہیں۔"

"ان کا یہ فرض ہے کہ بیدار مغز خبردار، محتاط اور ہوشیار رہیں دشمنوں کے حملوں اور شریروں کے تیروں سے ہر وقت ہیکل امر اللہ کی حفاظت کریں" "ان کا یہ فرض ہے کہ احباب کے درمیان اتحاد و اتفاق کو بڑھانے کی کوشش کریں لوگوں کے دلوں سے بدگمانی سرد مہری اور رنجش کے تمام نشانات مٹا ڈالیں اور اسکی بجائے خدمت امر کیلئے قلبی اور عملی شرکت کا شوق پیدا کریں۔"

اُن کا یہ فرض ہے کہ ہر موقع و وقت پر فقیروں کی۔ بیماروں کی۔ بیکاروں کی۔ یتیموں کی۔ اور بیواؤں کی۔ بلا لحاظ مذہب۔ رنگ و ملت مدد کریں۔"

اُن کا یہ فرض ہے کہ حتی الوسع جوانوں کی مادی اور روحانی تربیت کو آگے بڑھائیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے وسائل کو بڑھائیں جہاں کہیں ممکن ہو سکے بہائی تعلیمی ادارے قائم کریں۔ ان کے کام کا انتظام اور اہتمام کریں اور اُن کی نشوو نما اور ترقی کے بہترین وسائل مہیا کریں۔ ۔۔۔۔

اُن کا یہ فرض ہے کہ وہ احباب کے باقاعدہ جلسوں کا بہائی ایام متبرکہ کے منانے کا۔ لوگوں کے معاشرتی۔ ذہنی اور روحانی مفاد کو ترقی دینے کیلئے جو خاص جلسے کئے جائیں اُن کا انتظام کریں۔

امراللہ کے اس ابتدائی زمانہ میں اُن کا فرض ہے کہ وہ تمام مطبوعات وتراجم کی نگرانی کریں۔ اور بہائی مطبوعات کو صحیح اور شاندار طریقہ پر دنیا میں پیش کریں۔ اور عام لوگوں میں ان کی تقسیم کا اہتمام کریں۔

اُن مکانات کا جو بہائی اداروں میں ودلیعت ہیں فقط اُسی وقت اندازہ ہو سکتا ہے جب ہمیں احساس ہوتا ہے کہ موجودہ تمدن اُس روحانی قوت کی کمی کے سبب کس قدر تیزی سے تہس نہس ہو رہا ہے جو فقط ذمہ داری کے احساس۔ قائدین کی فروتنی اور سوسائٹی کے انفرادی ممبروں کے ساتھ واجبی وفاداری سے پیدا ہو سکتا ہے۔

تیوہار

امر بہائی کی جبلّی مسرت آفرینی کا اظہار دوران سال میں کئی دعوتوں اور تیوہاروں کے ذریعے ہوتا ہے ۱۹۱۳ء میں اسکندریہ (مصر) میں عید نوروز پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت عبدالبہاء نے فرمایا۔ ہر دور و ظہور کے وقت عیدیں۔ تیوہار اور تعطیل کے دن خدا کی مقدس شریعت میں مقرر کئے جاتے ہیں۔ ایسے دنوں میں ہر قسم کے کام تجارت دستکاری۔ زراعت وغیرہ ملتوی کر دینے چاہئیں۔ سب مل کر خوشیاں منائیں جلسے کریں۔ ایک جماعت بن جائیں تاکہ قومی وحدت۔ اتفاق و اتحاد سب کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو۔

چونکہ یہ ایک مبارک دن ہوتا ہے اسلئے اس سے نہ تو بے پروائی برتنی چاہیے اور نہ اُسے محض عیش و تعیش میں گزار کر اس کے ثمرات سے محروم ہونا چاہیے۔

ایسے دنوں میں ایسے ادارات کی بنیاد ڈالی جائے جو لوگوں کے لئے مستقل اور پائیدار فوائد کے باعث ہوں۔

آج کے دن ہدایت خلق کے علاوہ اور کوئی بڑا نتیجہ یا ثمر نہیں ہے۔ احبائے الٰہی اسمیں شک نہیں کہ ایسے ایام کے موقعوں پر ایسے پائدار رفاہ عام کے کام کیا کرینگے۔ جو نہ صرف بہائیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ بنی نوع انسان کے مفاد کے لئے ہوا کرینگے اس حیرت انگیز دور میں رفاہِ عام کے کام بلا کسی استثناء کے سب کے لئے ہیں کیونکہ یہ ظہور خدا کی رحمانیت کا ظہور ہے اسلئے مجھے امید ہے کہ احبائے الٰہی کا ہر فرد کل نوع انسان کیلئے خدا کی رحمت بن جائے"

بہائی عیدین متبرک دن اور ایام

عید رضوان (اعلان حضرت بہاء اللہ)!

۲۱ اپریل سے ۲ مئی تک ۱۸۶۳ء

عید نوروز۔	۲۱ مارچ
اعلان حضرت باب	۲۳ مئی ۱۸۴۴ء
عید میثاق	۲۶ نومبر
عید میلاد حضرت بہاء اللہ	۱۲ نومبر ۱۸۱۷ء
عید میلاد حضرت باب	۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء
عید میلاد حضرت عبد البہاء۔	۲۳ مئی ۱۸۴۴ء
صعود حضرت بہاء اللہ	۲۹ مئی ۱۸۹۲ء
شہادت حضرت باب	۹ جولائی ۱۸۵۰ء
صعود حضرت عبد البہاء	۲۸ نومبر ۱۹۲۱ء

نوٹ:۔ "روزے ۱۹ دن کے ہیں۔ شہر علاء ۲ مارچ یعنی اول ماہ سے شروع ہوتے ہیں۔ اور عید نوروز پر ختم ہوتے ہیں"

ایران میں ان ایام میں احبائے الٰہی باغوں میں محافل یا خوشی کی مجلسیں کرتے ہیں جن میں روحانی نغمے نظمیں الواح وآیات کی قرأت اور حسب موقع تقاریر کی جاتی ہیں اٹھارہویں اور انیسویں مہینے کے درمیان جو ایامِ ہا کے دن پڑتے ہیں یعنی (۲۶ فروری سے یکم مارچ تک) انہیں خاص طور پر احباب کی مہمان نوازی اور ضیافت کی جاتی ہے۔ تحفے تحائف دئے جاتے ہیں غریبوں، بیماروں وغیرہ کی خدمت کی جاتی ہے۔

حضرت باب کی شہادت کا دن اور حضرت بہاء اللہ، اور حضرت عبدالبہاء کے صعود کے ایام اہل بہاء کے لئے حزن کے دن ہیں اور نہایت سنجیدگی سے منائے جاتے ہیں موقع کے مناسب مجالس اور تقاریر ہوتی ہیں اور الواح اور مناجاتیں پڑھی جاتی ہیں۔

روزے

ایامِ ہا کے دنوں کی مہمان نوازیوں دعوتوں اور خوشیوں کے بعد ہی انیسواں مہینہ روزوں کا مہینہ ہے اس مہینہ کے انیس دن روزے رکھے جاتے ہیں اور طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کھانے پینے سے قطعی پرہیز کیا جاتا ہے۔ روزوں کا مہینہ چونکہ تحویل آفتاب پر ختم ہوتا ہے اس لئے روزے ہمیشہ ایک ہی موسم میں آتے ہیں۔ یعنی شمالی کرۂ زمین پر بہار میں اور جنوبی کرۂ زمین پر خزاں میں سخت سردی یا سخت گرمی کے موسم میں جن موسموں میں بجائے فائدہ کے نقصان ہونے کا احتمال ہے کبھی نہیں آتے۔ علاوہ ازیں تحویل آفتاب کے وقت ساری ربع مسکون پر دن اور رات قریب قریب برابر ہوتے ہیں۔ یعنی طلوع آفتاب ۶ بجے ہوتا ہے اور غروب آفتاب بھی چھ بجے ہی ہوتا ہے۔

روزہ بچوں بیماروں مسافروں ضعیفوں کمزوروں حاملہ اور دودھ پیتے بچے والی عورتوں پر فرض نہیں ہے۔

اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ معیاری روزہ داری جو شریعت

بہائیہ نے فرض قرار دی ہے۔ طب کی رو سے نہایت مفید ہے۔ بہت سی شہادتیں پیش کی جا سکتی ہیں مگر جس طرح بہائی دعوتوں کی حقیقت صرف اچھی اچھی غذاؤں کا کھانا نہیں بلکہ اس کی حقیقت یاد الہٰی ہے جو ہماری روحانی غذا ہے اسی طرح بہائی روزے کا مقصد صرف غذا سے پرہیز کرنا ہی نہیں۔ اگرچہ یہ پرہیز تزکیہ نفس میں بہت کچھ مدد دیتا ہے۔ بلکہ اس کا مقصد نفسانی خواہشات سے پرہیز کرنا۔ اور خدا کے سوا سب سے انقطاع کلی حاصل کرنا ہے۔

حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں:۔

"روزہ ایک رمز ہے روزہ سے مراد خواہشات نفسانی سے پرہیز کرنا ہے جسم کی روزہ داری اس پرہیز کی ظاہری نشانی اور ایک قسم کی یاددہانی ہے یعنی جس طرح ایک شخص ایک جسمانی خواہش سے پرہیز کرتا ہے ایسے ہی اس کو نفسانی خواہشات و شہوات سے بچنا چاہئے۔ صرف غذا سے پرہیز کرنا روح پر کوئی اثر نہیں رکھتا۔ یہ تو صرف ایک نشانی ایک یاددہانی ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ روزے سے یہ مراد نہیں کہ غذا بالکل ہی نہ کھائی جائے۔ غذا کا بہترین اصول یہ ہے کہ نہ تو مقدار سے زیادہ کھائی جائے اور نہ حد سے کم کھائی جائے اعتدال لازمی ہے۔ ہندوستان میں ایک فرقہ ہے جو غذا انتہائی درجہ کم کھانے کی مشق کرتا ہے۔ وہ لوگ غذا کو کم کرتے کرتے اتنا کم کر لیتے ہیں کہ وہ قریباً کچھ بھی نہیں کھاتے مگر ان کی قوت ادراک کم ہو جاتی ہے۔ جو شخص غذا کی کمی کے سبب کمزور ہو گیا ہے وہ خدا کی نہ تو دماغی خدمت کر سکتا ہے۔ نہ جسمانی۔ وہ کچھ بھی صحیح طور پر سمجھ نہیں سکتا"

(مس ای ایس سٹیونز فار نانگی ریویو جون ۱۹۱۱ء)

مجالس

حضرت عبد البہاء نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ احباب باقاعدہ مجالس کیا کریں جہاں وہ ایک جگہ جمع ہو کر خدا کی بارگاہ میں مناجات کریں۔ اور

کلمات الہٰی کا مطالعہ اور مذاکرہ۔ اور امراللہ کی پیش رفت کے لئے صلاح و مشورت کریں۔ ایک لوح میں فرماتے ہیں۔

"مشیت الہٰی کا فیصلہ یہ ہے کہ احبائے الہٰی اور اماء رحمٰن کے درمیان اتفاق و اتحاد روز بروز بڑھتا جائے جب تک یہ حالت حاصل نہ ہوگی کسی کام میں بھی کسی اور طرح ترقی نہ ہوگی۔ اتفاق و اتحاد کو بڑھانے کا سب سے بڑا ذریعہ محافل روحانی ہیں۔ یہ بات بہت اہم ہے۔ اور آسمانی تائیدات کو جذب کرنے کیلئے مقناطیس کی مانند ہے۔"

(الواح عبدالبہاء (انگریزی جلد ا صفحہ ۱۲۵)

اہل بہاء کی روحانی مجالس میں سیاسی یا دنیوی معاملات پر بحث و تمحیص سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ احبائے الہٰی کا مقصد عظیم حق و صداقت کا سیکھنا اور سکھانا اپنے قلوب کو محبت الہٰی میں سرشار کرنا۔ مشیت الہٰی کی اطاعت میں کامل ہونا اور خدا کی بادشاہت کو برپا کرنے میں کوشاں ہونا چاہیئے۔ ۱۹۱۲ء میں نیویارک کے ایک خطابہ میں حضرت عبدالبہاء نے فرمایا۔

بہائیوں کی مجالس ملاء اعلیٰ کی محافل ہونی چاہیئں۔ یہ ملاء اعلیٰ کے انوار سے اکتساب نور کریں۔ قلوب آئینوں کی مانند ہوں جو آفتاب صداقت کے انوار کے عکس کو منعکس کریں ہر ایک سینہ ایک تارگھر کی مانند ہو۔ تار کا ایک سرا تو جان میں ہو اور دوسرا ملاء اعلیٰ میں۔ تاکہ دونوں کے درمیان نامہ و پیام ہو سکے اس طرح ملکوت ابہیٰ کے الہامات نازل ہوں گے۔ اور کامل اتحاد و اتفاق جلوہ گر ہوگا۔۔۔۔۔۔ جتنا زیادہ اتفاق۔ اتحاد۔ اور محبت تم میں ہوگی اتنا ہی تائیدات الہٰی تمہاری موید ہوں گی اور

جمالِ مبارک۔ حضرت بہاء اللہ کی عون و عنایت تمہاری ممد ہوگی۔" ایک لوح میں آپ فرماتے ہیں۔

"ان مجالس میں بیرونی ذکر و اذکار ہرگز نہ ہونے چاہئیں۔ آیات و کلمات الٰہی کے پڑھنے اور امراللہ کے بارے میں معاملات تک ہی گفتگو کی حد ہو۔ مثلاً دلائل کی تشریح ہو، ظاہر اور کھلے براہین بیان کئے جائیں اور بندوں کے محبوب کی نشانیاں پیش کی جائیں۔ مجلس میں شامل ہونے والوں کا فرض ہے کہ وہ داخل ہونے سے پہلے نہایت صفا کی حالت میں ملکوت ابہیٰ کی طرف متوجہ ہوکر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ مجلس میں داخل ہوں۔ الواح کی قرأت کے وقت خاموش بیٹھے رہیں اگر کوئی تقریر کرنی چاہتا ہے تو وہ نہایت ادب کے ساتھ حاضرین کی اجازت لے کر فصاحت و بلاغت کے ساتھ تقریر کرے۔"

۱۹ روزہ ضیافت

حضرت عبدالبہاء کے صعود کے بعد نظامِ بہائی کی نشوونما کے ساتھ ۱۹ روزہ ضیافت نے جو ہر بہائی مہینے کی پہلی تاریخ کو منائی جاتی ہے بہت اہمیت حاصل کرلی ہے۔ اسمیں نہ فقط کُل [illegible] کا مل کر مناجاتیں اور کتب مقدسہ کو تلاوت کرنا ہی ہے بلکہ تمام امورِ جاریۂ امری پر صلاح و مشورہ بھی کیا جاتا ہے۔ اس ضیافت کے موقع پر محفلِ روحانی اپنی کارروائیوں کی رپورٹ بہائی برادری کو پڑھکر سناتی ہے اور اپنی تجاویز پر بحث اور خدمت امراللہ کے لئے اور بہتر طریقوں پر رائیں طلب کرتی ہے۔

مشرق الاذکار

حضرت بہاءاللہ کا یہ حکم ہے کہ آپ کے پیرو ہر ایک شہر میں معبد تعمیر کریں اس معبد کا نام آپ نے مشرق الاذکار رکھا ہے جس کے معنے تمجید و حمد الٰہی کے چمکنے کی جگہ ہیں۔ مشرق الاذکار ایک نو پہلو عمارت ہے جس پر ایک گنبد ہے تعمیر اور بناوٹ میں اعلیٰ درجہ کی خوبصورت ہے یہ ایک بڑے باغ میں جس میں فوارے لگے ہوئے ہوں اور پھول اور پودے لہلہا رہے ہوں بنائی جائے گی۔ اس کے ساتھ اور بھی عمارتیں ہونگی جنمیں تعلیمی خیراتی۔ معاشرتی اور دیگر ایسے ہی کام ہوا کرینگے تاکہ معبد میں عبادت کے بالکل ساتھ ساتھ قدرت کے حسن و جمال میں روحانی شغف۔ ہنرمندی کی قدر اور مجلسی حالات کے بہتر بنانے کا علمی کام بھی ہو۔

ایران میں اہل بہا کو مشرق الاذکار بنانے کی اب تک اجازت نہیں ملی اس لئے پہلی مشرق الاذکار عشق آباد۔ روس میں تعمیر ہوئی۔ دوسری ولمٹ میں جو شکاگو (امریکہ) کے نزدیک جھیل مشیگان کے کنارے پر واقع ہے یہ جھیل شکاگو سے چند میل شمال کی جانب ہے۔ اس کی معماری دور دور تک مشہور ہو گئی ہے ۱۹۱۲ء میں جب حضرت عبدالبہاء امریکہ میں تھے تو آپ نے اس کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ اس کی عمارت ۱۹۳۱ء میں مکمل ہو گئی تھی یعنی سنگ بنیاد رکھنے کے دن سے انیس برس بعد اس کی بیرونی سجاوٹ جو معمار کے نقشہ کے مطابق بنائی گئی ہے نقلی پتھر کی شکل میں کی گئی ہے۔ ہر ایک ٹکڑے کو ایک دستی کشیدہ ہوئے سانچہ میں ڈھالا گیا ہے۔ جو بالکل ایک نیا طریقہ تھا۔ نقش و نگار جو نہایت خوبصورت و پیچ در پیچ ہیں اصلی پتھر سے بھی زیادہ پائدار ہیں ۱۹۳۳ء میں گنبد اور اوپر کی چھتیں تیار ہو گئیں۔ اس کا نقشہ

دا ۱۹۵۳ء میں مشرق الاذکار کی تعمیر مکمل ہو گئی ہے۔

بنانے والا لوئی بورجیز ہے۔ اس مغربی ام المعابد کا مختلف الواح میں ذکر فرماتے ہوئے حضرت عبدالبہاء لکھتے ہیں۔

الحمد للہ اکہ اس وقت دنیا کے ہر ملک سے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق امریکہ میں مشرق الاذکار کے فنڈ کیلئے اعانت متواتر آرہی ہے...... حضرت آدم سے لیکر آجتک نوع انسان نے ایسی بات کبھی نہیں دیکھی کہ ایشیا کے دور دراز ممالک سے امریکہ کو اعانت بھیجی گئی ہو۔ یہ سب کچھ میثاق الہیٰ کی قوت کے طفیل ہے۔ الحق یہ بات صاحبان بصیرت کی حیرت کا سبب ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ احبائے الہیٰ جوانمردی اور حوصلہ سے کام لیں گے۔ اور عمارت کیلئے ایک بڑی رقم فراہم کریں گے۔.........

..... میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے کے لئے آزاد رکھا جائے۔ اگر کوئی اور کسی مد میں روپیہ صرف کرنا چاہتا ہے تو اُسے کرنے دو۔ اس سے کسی قسم کا تکرار نہ کریں اس بات کا خیال رکھیں کہ اسوقت مشرق الاذکار کی تعمیر نہایت اہم بات ہے۔

مشرق الاذکار[1] میں نو طرفیں۔ دروازے۔ فوارے۔ راستے۔ ستون۔ باغیچے۔ فرش۔ برآمدے۔ اور گنبد ہونے چاہئیں۔

---

[1] مشرق الاذکار کے متعلق ٹینی سن کے اشعار کا ترجمہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔
میں نے خواب دیکھا کہ پتھر پر پتھر رکھتے ہوئے میں نے ایک متبرک عمارت کھڑی کی۔ جو ایک معبد تھی۔ اور یہ نہ تو مندر تھی نہ مسجد نہ گرجا۔ گر وہ ان سے زیادہ شاندار اور سادہ تھی۔ اس کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ تاکہ آسمانی نغمات اس میں داخل ہوں۔ اور صداقت۔ امن۔ محبت اور انصاف آئے۔ اور اسمیں جلوہ گر۔ اور معمور ہوں۔"
(اکبر کا خواب ۱۸۹۲ء)

شکل و صورت میں دلکش ہو اس عمارت کا راز بہت بڑا ہے۔ مگر یہ اس
وقت افشا نہیں کیا جا سکتا ہے

اس وقت اس کی تعمیر نہایت اہم کام ہے۔ مشرق الاذکار کے ساتھ ساتھ اور عمارات
کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جن کے بغیر مشرق الاذکار کامل نہیں سمجھا جا سکتا اور وہ
یہ ہیں یتیم بچوں کیلئے سکول، شفا خانہ۔ اور غربا کے لئے دواخانہ ضعیفوں، اور
محتاجوں کے لئے گھر، اعلیٰ سائینس کی تعلیم کے لئے کالج اور مہمان خانہ۔ اس
حکم کے بعد ہر ایک شہر میں ایک عظیم الشان مشرق الاذکار بنائی جائے۔ مشرق الاذکار
میں ہر صبح عبادت ہوا کرے گی۔ معبد گاہ میں کسی قسم کا باجہ نہ رکھا جائے گا۔ ساتھ
کی عمارتوں میں عیدین منائی جائینگی مناجاتیں پڑھی جائیں گی۔ مجالس مشاورت
ہوں گی۔ عام جلسے کئے جائیں گے۔ اور روحانی محافل قائم ہوں گی۔ مگر معبد
میں مناجات کی قرأت اور گانے کے ساتھ کوئی ساز نہ بجایا جائے گا۔ تم معبد
کے دروازے تمام نوع انسان کے لئے کھول دو۔"

جب کالج، شفا خانہ۔ مہمان خانہ۔ لا علاج مریضوں کے لئے رہنے کی جگہ اعلیٰ
علوم کے حاصل کرنے کیلئے دار العلوم اور دوسری رفاہ عام کے لئے عمارتیں بنجائینگی
تو سب اقوام و مذاہب کے لئے دروازے کھول دئے جائینگے کوئی فرق و تفاوت
کا خط ہرگز ہرگز نہ کھینچا جائے گا۔ اس میں بلا امتیاز رنگ و نسل کی تمیز کے خیرات ہر کسی کو
دی جائے گی۔ اس کے دروازے تمام نوع انسان کے لئے کھول دئے جائیں گے
کسی کے ساتھ کچھ تعصب نہ کیا جائے گا۔ سب کے ساتھ محبت کی جائے گی مرکزی
عمارت مناجات و عبادت کے لئے مخصوص ہو گی...... اس طرح دین سائنس
کے ساتھ مل جائے گا۔ اور سائینس دین کی کنیز ہو جائے گی۔ اور دونوں مل کر اپنی
مادی اور روحانی برکات کو تمام نوعِ انسان پر نچھاور کرینگے۔"

حیات بعد الممات حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ یہ گوشت و پوست کی زندگی ہماری اصلی ہستی کا درجہ جنین ہے موت ایک نئی پیدائش ہے جس کے ذریعہ انسانی روح ایک بہتر اور آزادتر زندگی میں داخل ہوتی ہے فرمایا ہے۔

راستی سے جان لو کہ روح جسم سے جدا ہونے کے بعد صعود کرتی رہتی ہے حتیٰ کہ یہ خدا کی حضوری میں داخل ہوتی ہے۔ ایک ایسی حالت میں جسے وقت و زمانہ کے انقلابات یا اس دنیا کے تغیرات و واقعات بدل نہیں سکتے یہ ملکوت الٰہی کی طرح اسکی سلطنت قوت و قدرت کے سایے میں ہمیشہ زندہ و باقی رہیگی یہ خدا کے آثار و اس کی صفات اور اسکی عنایت اور اس کے فضل کو ظاہر کریگی اس اعلیٰ مقام کی عظمت و شان کا مناسب بیان لکھنے کی کوشش کرتے وقت میرا قلم رک جاتا ہے فضل الٰہی کا ہاتھ اسے ایک ایسے مقام میں باریاب کریگا۔ جو بیان سے باہر ہے اور جسے صفوِ ہستی کا کوئی متنفس سمجھا نہیں سکتا۔ مبارک ہے وہ روح جو دنیاداروں کے توہمات و شکوک سے پاک ہو کر جسم سے جدا ہوتی ہے ایسی روح اپنے خالق کی مرضی کے مطابق رہتی اور زندگانی کرتی ہے اور فردوس اعلیٰ میں باریابی پاتی ہے۔ آسمان کے فرشتے اور فردوس اعلیٰ کے رہنے والے اس کا طواف کرتے ہیں۔ اور یہ انبیاء و اولیاء الٰہی کے ساتھ رہتی ہے ان سے گفتگو کرنے کا شرف حاصل کر کے جو کچھ اسپر کائنات کے پروردگار خدا کے امر کی راہ میں وارد ہوتا ہے سناتی ہے۔ اگر کوئی یہ جان لے کہ عرش و فرش کے کے مالک خداوند خدا کے عوالم میں ایسی روح کے لئے کیا مقدر کیا گیا ہے تو فوراً اس کا سارا وجود اس غیر متبدل۔ اعلیٰ۔ پاک و شاندار مقام کی تمنا میں بھڑکنے لگے گا۔۔۔

——— موت کے روح کی نوعیت نہ تو بیان ہی ہو سکتی ہے اور

نہی اُس کا انکشاف مناسب و جائز ہے۔ خدا کے نبی اور رسول لوگوں کو سچائی کے سیدھے راستے پر چلانے کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔ اُن کے ظہور کا بنیادی مقصد لوگوں کی ایسی تربیت کرنا ہوتا ہے کہ مرنے کے وقت وہ نہایت پاکی۔ پاکیزگی و انقطاع کلی کے ساتھ عرش کی طرف صعود کریں۔ ان ارواح کے انوار دنیا کے ارتقا اور اُس کے لوگوں کی ترقی کا سبب ہیں۔ وہ عالم وجود کا خمیر ہیں اور یہی وہ محرک قوت ہیں جس کے ذریعہ دنیا کے ہنر و عجائبات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اُن ہی کے ذریعہ بادل انسانوں پر اپنے کرم کی بارش کرتے ہیں اور زمین پھل پیدا کرتی ہے۔ ہر چیز کے لئے ایک علت۔ ایک محرک قوت۔ ایک مُہیّج اصول لازم ہے۔ ان ہی ارواح مبارکہ اور توکل کے اظہار کرنے والوں یعنی انبیاء علیہم السّلام نے عالم وجود کے لئے ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی محرک قوت بہم پہنچائی ہے۔ اور پہنچاتے رہیں گے۔ اس عالم اور اس عالم میں وہی فرق ہے جو اس عالم اور عالم رحم مادر میں ہے۔ (گلیننگز صـ ۱۵۵ تا ۱۵)

اسی طرح حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں۔

انسان جن اسرار سے اس دنیا میں بے خبر ہے وہ آسمانی دنیا میں اُس پر منکشف ہو جائیں گے وہاں وہ اسرار حق سے واقف کیا جائے گا۔ پھر وہ اُن لوگوں کو اچھی طرح سے پہچان یا جان سکے گا۔ جن سے ملتا جلتا رہتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ مقدس نفوس جو پاک نظر رکھتے ہیں۔ اور بصیرت سے موفق ہوتے ہیں۔ عالم انوار میں سب رازہائے سربستہ سے واقف ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ہر ایک بزرگ کی حقیقت کو دیکھنے کے فضل کے متمنی ہو جاتے ہیں وہ اس دنیا میں خدا کے جمال ظاہر و باطن مشاہدہ کرینگے۔ اسی طرح وہ موجودہ اور گزشتہ اولیاء اللہ سے ملاء اعلیٰ میں ملاقات کریں گے "

انسانوں میں فرق وامتیاز اس فانی دنیا کو چھوڑنے پر قدرتاً نمایاں ہو جائے گا۔ مگر یہ امتیاز مکانی نہیں بلکہ روحانی اور ایمانی ہو گا۔ کیونکہ ملکوت الہٰی زمان ومکان سے مقدس ہے یہ ایک دوسری دنیا اور دوسری کائنات ہے۔ آپ کامل الیقین سے یاد رکھیں کہ عالم بالا میں روحانی احباب ایک دوسرے کو ملیں گے اور وہ ایک روحانی ملاپ اور اتحاد کے متمنی ہوں گے۔ اسی طرح وہ محبت جو ایک نے دوسرے کے ساتھ کی ہو گی۔ عالم ملکوت میں محو نہ ہو گی۔ اور جو زندگی اس مادی دنیا میں گزاری ہے وہ بھی فراموش نہ ہو گی۔"

(الواح عبدالبہاء انگریزی جلد اول صفحہ ۲۰۴)

بہشت و دوزخ

حضرت بہاء اللہ و حضرت عبدالبہاء بہشت و دوزخ کے بارے میں ان بیانات کو جو بعض قدیم ادیان کی آسمانی کتابوں میں دئے ہوئے ہیں، (مثلاً بائیبل میں پیدائش کا بیان) لفظی نہیں بلکہ تمثیلی اور معنوی بیانات سمجھتے ہیں۔ آپ کی تعلیمات کے مطابق بہشت حالت کمال اور دوزخ حالت نقص ہے۔ بہشت مشیت الہٰی اور بندگان الہٰی کے ساتھ موافقت اور دوزخ ناموافقت ہے۔ بہشت روحانی زندگی کا نام ہے اور دوزخ روحانی موت ہے جسم میں رہتے ہوئے بھی انسان بہشت یا دوزخ میں رہ سکتا ہے بہشت کی خوشیاں روحانی خوشیاں ہیں اور دوزخ کا عذاب ان خوشیوں سے محروم رہنا ہے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں

"جب انسان نور ایمان کے ذریعے گناہوں کی تاریکی سے نجات پاتے ہیں اور آفتاب صداقت کے انوار سے منور ہو کر تمام نیکیوں سے مشرف ہو جاتے ہیں تو وہ اسے بہت بڑا اجر سمجھتے ہیں اور اسے حقیقی بہشت خیال کرتے ہیں۔"

اسی طرح وہ جانتے ہیں کہ روحانی سزا نفس و طبیعت کے ماتحت رہنا۔

خدا سے محجوب ہونا۔ ظلم و جہالت کی حالت میں رہنا۔ نفسانی خواہشات کا غلام بننا۔ حیوانی خواہشات میں غلطان ہونا۔ بُری صفات سے متصف ہونا یہ سب سے بڑی سزا اور بدترین عذاب ہیں۔

اُس جہاں کے اجر وہ کمالات اور اطمینانِ قلب ہے جو اس دُنیا کو چھوڑنے کے بعد عالمِ روحانی میں حاصل ہوتا ہے...... ملکوتِ الٰہی میں رُوحانی عنایات اور روحانی برکات جان و دل کی تمناؤں کا حصول اور عالمِ بقا میں لقائے الٰہی کا فوز۔

اسی طرح اس جہاں کا عذاب خدا کی خاص خاص برکات اور فضلِ مطلق سے محرومیت اور ہستی کے پست ترین درجات میں تنزل کرنا ہے۔ جو نفس ان خدائی عطیات سے محروم رہتا ہے اگرچہ وہ موت کے بعد زندہ رہتا ہے مگر اہلِ حق اسے مردوں میں محسوب کرتے ہیں۔

اُس دنیا کی دولت مندی خدا کا قرب ہے۔ پس یہ یقینی ہے کہ وہ جو بارگاہ الٰہی کے قریب ہیں شفاعت کرنے کے مجاز ہیں اور یہ شفاعت خدا کے حضور میں مقبول ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی حالت جو گناہ اور بے ایمانی کی حالت میں مرے ہوں بدل جائے یعنی خدا کے فضل کے ذریعے وہ مغفرت حاصل کر لیں۔ اس کے عدل کے ذریعے نہیں کیونکہ فضل یہ ہے کہ بلا استحقاق دیا جائے اور عدل یہ ہے کہ جس کا مستحق ہو وہ پائے۔ جس طرح ہم یہاں ان نفوس کے لئے دعا مانگنے پر قادر ہیں اسی طرح اس دنیا میں بھی جو ملکوتِ الٰہی سے ہم کو یہ طاقت میسّر ہوگی اس لئے اس دنیا میں بھی وہ ترقی کر سکتے ہیں۔ جس طرح اس دنیا میں تضرّع و زاری سے وہ نور حاصل کر سکتے ہیں اسی طرح وہ اُس دنیا میں بھی مغفرت مانگ سکتے ہیں۔ اور دعا و تضرّع کے ذریعے نور حاصل کر سکتے ہیں۔

اس دنیا کو چھوڑنے سے پہلے اور بعد ہر دو حالتوں میں کمالات میں ترقی ممکن
ہے۔ مگر رتبہ میں نہیں۔ ایک کامل انسان سے بڑھکر کوئی ہستی اعلیٰ و افضل نہیں مگر
اس حالت میں بھی پہونچ کر انسان کمالات میں ترقی کر سکتا ہے رتبہ میں نہیں کیونکہ
کامل انسان سے بڑھ کر کوئی رتبہ نہیں جس میں وہ جا سکتا ہو وہ صرف رتبہ انسان
میں ہی ترقی کرتا ہے۔ کیونکہ انسانی کمالات لا محدود ہیں ایک انسان کتنا ہی عالم کیوں
نہ ہو مگر ہم اس سے بھی بڑھ کر عالم کا تصور کر سکتے ہیں پس چونکہ ترقیات انسانی لامتناہی
ہیں اس لئے انسان اس دنیا میں بھی کمالات میں ترقی کر سکتا ہے"

(مفاوضات عبدالبہاء انگریزی)

ہر دو عوالم کی وحدت

حضرت بہاء اللہ نے جس وحدت عالم انسانی کی تعلیم دی ہے وہ صرف گوشت و پوست کے
انسان تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ کل نوع انسان سے خواہ مجسم ہوں یا غیر مجسم تعلق
رکھتی ہے نہ صرف یہ انسان جو اس وقت زمین پر زندہ ہیں بلکہ وہ جو عالم روحانی میں بھی
ہیں سب ایک ہی کل کے حصے ہیں اور یہ دونوں حصے نہایت نازک طور پر ایک دوسرے
سے وابستگی رکھتے ہیں۔ دونوں کے درمیان روحانی ملاپ غیر ممکن یا محال ہونے کی بجائے
ہمیشہ قائم اور لازمی ہے۔ جن لوگوں کی روحانی قوتیں ابھی ترقی یافتہ نہیں ہوئیں وہ
اس جان بخش تعلق سے واقف نہیں مگر جوں جوں یہ قویٰ ترقی کرتی جاتی ہیں توں توں
ان لوگوں سے تعلقات جو پس پردہ ہیں زیادہ واضح اور صاف ہوتے جاتے ہیں۔ انبیاء
اور اولیاء کو یہ روحانی رشتہ ایسا ہی معلوم ہے جیسے عام طور سے دیکھنا اور بنی نوع انسان
سے بات چیت کرنا۔

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں۔

رویائے انبیاء خواب نہیں ہوتے بلکہ روحانی انکشافات ہوتے ہیں

اور حقیقت رکھتے ہیں۔ مثلاً وہ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو ایسی صورت میں دیکھا۔ میں نے اُس سے یہ کہا۔ اور اُس نے یہ جواب دیا۔ یہ رویا عالم بیداری میں ہے نیند کے عالم میں نہیں بلکہ یہ ایک انکشاف روحانی ہے جسے رویا کے عنوان سے فرماتے ہیں .... روحوں کے درمیان روحانی ادراکات۔ مکاشفات اور ایک ایسا اتحاد ہے جو وہم و قیاس سے مقدس ہے۔ ایک ایسی اُلفت ہے جو زمان و مکان سے منزہ ہے۔ مثلاً انجیل میں لکھا ہے کہ کوہ طابور پر موسٰیؑ اور ایلیاہ مسیح کے پاس آئے یہ معلوم ہی ہے کہ یہ ملاقات جسمانی نہ تھی بلکہ ایک کیفیت روحانی تھی اس قسم کے مخابرات حقیقی ہیں اور انسان کی عقول و افکار پر عجیب غریب اثر ڈالتے ہیں اور ان قلوب میں بہت بڑا جذب و انجذاب پیدا کرتے ہیں۔ (مفاوضات عبدالبہاء انگریزی)

ماورائے فطرت نفسانی قویٰ کی حقیقت کو مانتے ہوئے آپ ان کی پیش از وقت نشو و نما میں جبری کوششوں کو مذموم قرار دیتے ہیں۔ یہ قوتیں جب وقت آئے گا تو خود بخود ظاہر ہو جائیں گی۔ بشرطیکہ ہم روحانی ارتقا کے اس راستے پر چلیں جو انبیاء نے ہمارے لئے تیار فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اس دُنیا میں روحانی طاقتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا، اُس دنیا میں روح کی حالت میں مخل انداز ہوتا ہے یہ قوتیں حقیقت رکھتی ہیں مگر عموماً اس دنیا میں ان کا کوئی عمل نہیں۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کی آنکھیں بھی ہیں۔ کان بھی ہیں۔ ہاتھ بھی ہیں۔ پاؤں بھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر وہ کچھ کام نہیں کرتے اس مادی دنیا کی زندگی کا کل مقصد یہ ہے کہ عالم حقیقت میں قدم زن ہوں۔ جہاں یہ قوتیں عمل پیرا ہوں گی۔ یہ طاقتیں اُس دنیا سے علاقہ رکھتی ہیں"

(مس بکٹن کے نوٹوں سے جو حضرت عبدالبہاء نے نظر ثانی فرمائے)

ارواح رفتگاں سے بات چیت کرنے کی کوشش صرف اسی لئے نہ کرنی چاہئے اور نہ ہی یہ اپنے بیہودہ شوق کو پورا کرنے کے لئے کی جانی چاہئے۔ مگر پردہ کے ایک طرف کے لوگوں کا دوسری طرف کے لوگوں سے محبت رکھنا اور ان کے لئے دعاء مانگنا فرض بھی ہے اور استحقاق بھی۔ متوفیوں کے لئے دعاء مانگنے کا فرض بہائیوں پر عائد ہے۔

حضرت عبدالبہاء نے مس ای جے روزنبرگ سے ۱۹۰۴ء میں دوران گفتگو میں فرمایا۔ موثر شفاعت کرنے کا فضل، مظاہر الٰہی اور اولیاء اللہ کے کمالات میں سے ایک کمال ہے۔ حضرت مسیح کو اس دنیا میں ہوتے ہوئے اپنے دشمنوں کی مغفرت کی شفاعت کی قوت حاصل تھی۔ اور وہ اب بھی اس قوت کے یقیناً مالک ہیں۔ عبدالبہاء کبھی کسی وفات پائے ہوئے شخص کا نام نہیں لیتے جس کے نام کے ساتھ وہ یہ نہ کہتے ہوں کہ "خدا اسے بخشے"۔ انبیاء کے پیروؤں کو دوسروں کی بخشش کے لئے دعاء مانگنے کا حق حاصل ہے اس لئے ہمیں ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ کوئی روح محض خدا کو نہ جاننے کے سبب ہمیشہ کے عذاب یا نقصان اٹھانے کی مجرم گردانی گئی ہے ان کے لئے موثر شفاعت کی قوت ہمیشہ رہی ہے ....

اس دنیا کے امیر بھی مفلسوں کی ایسی ہی مدد کر سکتے ہیں جیسے اس دنیا کے مفلسوں کی کر سکتے ہیں۔ ہر عالم میں سب کے سب خدا کی مخلوق ہیں۔ سب کا سہارا وہی ہے وہ کبھی اس کے بغیر نہ تو رہے ہیں اور نہ رہ سکتے ہیں۔ چونکہ وہ خدا کے آگے فقیر ہیں اس لئے وہ جس قدر مانگتے ہیں اور دعاء و تضرع کرتے ہیں اسی قدر وہ امیر بنتے جاتے ہیں۔ ان کی تجارت۔ ان کی دولت کیا ہے؟ اس دنیا میں مدد اور امداد کیا ہے؟ شفاعت! وہ ارواح جنہوں نے نشو و نما نہیں پائی ہے پہلے تو ان کی دعاء و تضرع سے ترقی حاصل کرتی ہیں جو روحانی دولت کے مالک ہیں۔ پھر وہ اپنی تضرع وزاری سے ترقی کرتی ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا :-

اُن لوگوں کی صفات جو صعود کر چکے ہیں اُن لوگوں سے مختلف ہیں جو کہ ابھی تک اس دنیا میں ہیں مگر دونوں میں کوئی حقیقی جدائی نہیں۔ دعا میں دونوں کی حالت یکساں ہے۔ اس لئے جس طرح وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں تم بھی اُن کے لئے دعا کرو۔

(عبدالبہاء لندن میں صفحہ ۹۷)

جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ کیا محبت اور ایمان کے ذریعے اُن لوگوں کو اس ظہورِ اعظم کی خبر دینا ممکن ہے۔ جو اسے سُنے بغیر فوت ہو چکے ہیں ؟

آپ نے فرمایا۔

بیشک خلوص سے مانگی ہوئی دعا ہمیشہ اثر رکھتی ہے اور اس دنیا پر تو اس کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ ہم اُن سے جو اس دنیا میں ہیں۔ کبھی جدا نہیں ہوتے۔ اصلی اور سچا اثر اس دنیا میں نہیں بلکہ اس دُنیا میں ہوتا ہے "

(میری ہین فورڈ فورڈ کے نوٹ پر مہ ۱۹۱۱ء)

بلکہ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں۔

اس شخص کے لئے جو اس کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ جیسا اُسے حکم دیا گیا ہے۔ ملاء اعلیٰ۔ اہل جنت علیا۔ اور سراپردہ عظمت کے رہنے والے خدائے عزیز و جمیل کے حضور میں دعا مانگتے رہتے ہیں۔ (لوح ترجمہ علی قلی خان)

جب حضرت عبدالبہاء سے پوچھا گیا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ بعض اوقات دل کا طبعی میلان کسی ایسے دوست کی طرف ہو جاتا ہے جو اس دنیا سے گزر چکا ہے تو آپ نے فرمایا۔۔۔ خدا کی خلق کا یہ ایک قانون ہے کہ کمزور ہمیشہ طاقتور کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ جس کی طرف تمہارا دھیان لگتا ہے۔

خدا کی قوت اور تمہارے درمیان واسطہ ہوں۔ جس طرح اس دنیا میں، سکتا۔ مگر روح القدس ہی تنہا تمام انسانوں کو طاقت دیتی ہے۔

(عبدالبہاء لندن میں صفحہ ۹۷)

عدم وجودِ شر

بہائی فلسفے کے مطابق توحید الٰہی کے اصول کا یہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حقیقی شر کا وجود ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ محیط صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اگر کوئی اور بھی قوت ہوتی جو اس واحد کے خلاف یا اس سے باہر ہوتی تو واحد محیط نہیں ہو سکتا جس طرح اندھیرا روشنی کے نہ ہونے یا کم ہونے کو کہتے ہیں۔ اسی طرح شر یا بدی نیکی کے نہ ہونے یا کم درجہ میں ہونے کو کہتے ہیں۔ شریر آدمی وہ ہے جس کی فطرت کا اونچا پہلو ابھی ناقص ہے اگر وہ خود غرض ہے تو شر اس سے کہ اپنے آپ سے محبت کرنے میں نہیں کیونکہ محبت خواہ کسی قسم کی ہو حتیٰ کہ اپنے آپ سے محبت بھی نیک اور آسمانی ہے۔ شر اسمیں ہے کہ وہ اپنے آپ سے ایسی ناقص۔ ناکافی، اور خطا آفریں محبت رکھتا ہے اور خاص کر اسمیں کہ وہ خدا اور اس کے بندوں کو اس قدر کم پیار کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اس سے زیادہ نہیں سمجھتا کہ وہ اعلیٰ قسم کا حیوان ہے اور اپنی حماقت سے اپنی ادنیٰ فطرت کو ایسے ہی پلوستا ہے جیسے ایک پالتو کتے کو پلوستے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کتے کے پلوستے میں تو اتنے برے نتائج پیدا نہیں ہوتے جتنے اپنی نفسانی خواہشات کے پلوسنے میں پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عبدالبہاء ایک لوح میں فرماتے ہیں۔

آپ کا یہ قول کہ عبدالبہاء نے بعض احباب سے کہا ہے کہ شر کا کوئی وجود نہیں۔ بلکہ یہ ایک عدمِ محض ہے۔ بالکل سچ ہے کیونکہ سب سے بڑا شر انسان کا گمراہ ہونا۔ اور حق سے محجوب رہنا ہے۔

ضلالت ہدایت کے نہ ہونے کا نام ہے۔ تاریکی عدم روشنی کو کہتے ہیں جہالت عدم علم کا نام ہے۔ اندھاپن بینائی کے نہ ہونے کو کہتے ہیں اور بہراپن عدم سماعت کا نام ہے پس ضلالت۔ اندھاپن بہراپن اور جہالت غیر وجودی چیزیں ہیں۔"

پھر آپ فرماتے ہیں :۔

خلقت میں شر بالکل نہیں نیکی ہی نیکی ہے۔ حتیٰ کہ بعض صفات و عادات جو بری ہیں اور بعض لوگوں کی خصلت میں قدرتی طور پر پائی جاتی ہیں۔ یہ بھی حقیقت میں بری نہیں ہوتیں۔ مثلاً ایک دودھ پیتا بچہ ماں کے پستان سے دودھ پیتے وقت حرص ظاہر کرتا ہے غصہ اور غضب اس سے ظاہر ہوتا ہے پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ نیکی و بدی انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ اور یہ خلقت کے خیر محض ہونے کے منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حرص جس کا مطلب زیادہ کی خواہش کرنا ہے۔ اگر اپنے موقع پر استعمال کی جائے تو ایک اچھی صفت ہے مثلاً انسان اگر علم و معارف کے حاصل کرنے میں حرص کرے یا رحم و مروت، عدالت کرنے میں حرص کرے تو یہ بہت ممدوح صفت ہے۔ اور اگر وہ ظالموں پر جو پھاڑ کھانے والے بھیڑیوں کی مانند ہیں قہر و غضب کرے تو یہ بہت قابل تعریف صفتیں ہیں۔ پر اگر وہ ان صفات کو بے موقع و محل استعمال کرتا ہے تو یہ بہت مذموم ہیں۔۔۔۔۔ علی ھذا القیاس انسان کی سب ذاتی صفات کا جو زندگی کا سرمایہ ہیں۔ یہی حال ہے اگر ان کا بے موقع و محل

استعمال کیا جاتا ہے تو وہ مذموم ہیں۔ پس معلوم ہو گیا کہ وجود و ایجاد میں قطعًا "شر موجود نہیں ہے۔" (مفاوضات عبدالبہاء انگریزی)

زندگی کے نہ ہونے کا نام شر ہے۔ اگر انسانی طبیعت کی ادنیٰ جانب کی نشوونما ناموزوں طریقہ پر ہوئی ہے تو علاج یہ نہیں کہ اُس جانب کو مردہ کرنے کی کوشش کی جائے بلکہ علاج یہ ہے کہ اعلیٰ جانب میں زندگی اور حرکت کو بڑھایا جائے تاکہ دونوں کا توازن اعتدال پر آ جائے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔

"میں آیا ہوں کہ تم زندگی پاؤ۔ اور خوب جی بھر کر پاؤ۔ اسی کی ہم سب کو ضرورت ہے۔ زندگی بھرپور زندگی جو درحقیقت زندگی ہو حضرت بہاءاللہ کا پیغام بھی وہی ہے جو حضرت مسیح نے دیا تھا۔ فرمایا ہے۔

آج کے دن یہ بندہ اس لئے بھیجا گیا ہے کہ دنیا کو زندہ کرے۔ (لوح دنیا)

اپنے پیروؤں سے آپ فرماتے ہیں:۔

"آؤ تاکہ ہم تمہیں دنیا کو زندگی دینے والا بنائیں۔"

(لوح پوپ کے نام)

بارھواں باب

مذہب و سائنس

حضرت علیؓ جو حضرت محمدؐ کے داماد تھے، فرماتے ہیں۔

"جو بات علم کے مطابق ہے وہ دین کے مطابق بھی ہے۔ جو بات انسان کی عقل سلیم میں نہ آئے دین اُسے قبول نہ کرے۔ دین اور سائنس ساتھ ساتھ ہیں۔ اور جو دین علم کے خلاف ہے وہ سچا نہیں"۔

(عبد البہاء کی گفتگو ہائے پیرس)

آویزش کی وجہ غلطی ہے!

حضرت بہاء اللہ کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک تعلیم یہ ہے کہ حقیقی علم اور حقیقی دین ہمیشہ توام ہیں۔ حقیقت واحد ہے اور جب آویزش پیدا ہوتی ہے تو یہ صداقت کے سبب سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی تہ میں غلطی ہوتی ہے۔ مدت العمر سے نام نہاد دین۔ اور نام نہاد سائنس یا علم میں سخت آویزش رہی ہے۔ پر اگر ہم حقیقت کی روشنی میں ان پرخاشوں پر ایک غائر نظر ڈالتے ہیں، تو ہر موقع پر ہم پاتے ہیں کہ ان کا سبب ہمیشہ جہالت۔ تعصب۔ غرور۔ حرص، تنگ خیالی۔ ضد۔ تحمل کی کمی۔ یا اسی قسم کی کوئی اور چیز ہوتی ہے جو علم اور دین دونوں کی حقیقی روح سے مس تک بھی نہیں رکھتی، کیونکہ ہر دو کی روح واحد ہے ——— گھلے کا قول ہے کہ۔۔۔۔

"فلاسفروں کے بڑے بڑے کام اُن کی عقل و فہم کا نتیجہ اتنا نہیں ہوتے
جتنا کہ اُن کے قلوب کی دینی قوت کی راہنمائی کے ہوتے ہیں عقلاً وقت
اُن کی منطقی قوت سے جیتی نہیں گئی۔ بلکہ اُن کے صبر، اُن کی محبت،
اُن کی یکجہتی۔ اور اُن کی نفس کشی نے اُسے حاصل کیا ہے"
بولے۔ جو ایک بہت بڑا ریاضی کا عالم و فاضل تھا۔ ہمیں یقین دلاتا ہے
کہ علم ہندسہ کا قیاس حقیقت میں ایک دعائیہ عمل ہے یعنی ایک
محدود عقل لامحدود ہستی سے التجا کرتی ہے کہ اسے محدود تفکرات
میں روشنی بخشی جائے"

دین اور علم کے بڑے بڑے پیغمبروں نے کبھی ایک دوسرے کے خلاف زبان نہیں ہلائی۔ یہ اُن مربیانِ عالم کے نالائق پیرو ہوتے ہیں جو اُن کی تعالیم کے معانی نہیں بلکہ لفظوں کی پرستش کرتے ہوئے بعد کے آنے والے پیغمبروں کو ستاتے اور ترقی کی سخت ترین مخالفت کرتے ہیں۔ انہوں نے کسی ایک وحی الٰہی کا جسے وہ بہت متبرک سمجھتے ہیں مطالعہ کیا ہوتا ہے اور اس کی خصوصیتوں اور خوبیوں کو اپنے محدود خیال کے مطابق نہایت غور و توجہ سے سمجھا ہوتا ہے اور وہ صرف اسی کو حقیقی نور سمجھتے ہیں۔ اگر خدا اپنے لامحدود فضل سے کسی دوسری جگہ اُس سے بڑھکر روشنی بھیجتا ہے۔ اور مشعل وحی ایک نئے مشعل بردار کے ہاتھ میں پہلے سے زیادہ چمک اور روشنی کے ساتھ روشن ہوتی ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اس نئی روشنی کا خیر مقدم کریں اور کل انوار اور روشنیوں کے مالک خدا کے از سر نو شکر گزار ہوں وہ غضب سے بھر جاتے ہیں اور خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ نئی روشنی جیسا وہ سمجھے ہوتے ہیں اسکے مطابق نہیں ہوتی۔ اس میں نہ تو وہ کرشپنے کا رنگ ہوتا ہے اور وہ اس جگہ سے چمکتی ہے جو انہوں نے اپنے کنڑ خیال میں سمجھی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس کے

بجھانے کی جان توڑ کوشش کرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگوں کو گمراہ کر کے
اور انہیں کفر کی راہوں میں لے جائے۔ انبیا کے اکثر دشمن اس قسم کے ہوتے ہیں
یعنی اندھوں کے اندھے راہنما جو اپنی مسلمہ صداقت کی تائید میں نئی اور کامل تر
صداقت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک دوسرا گروہ ان سے زیادہ
ذلیل تر ہوتا ہے جو خود غرضانہ مفاد کی خاطر حق کے خلاف جنگ کرتا ہے یا
روحانی موت و افسردگی کے سبب ترقی کی راہ میں روڑے اٹکاتا ہے۔

انبیاء کو ایذا دینا

جتنے بڑے بڑے انبیاء ہوئے ہیں ان کی
آمد پر لوگوں نے ان سے استہزاء کیا اور انہیں
دکھ دیا۔ ان انبیاء اور ان کے اولین پیروؤں نے ظالموں کے ظلم سہے اور
اپنی جانیں اور اپنے مال خدا کی راہ میں نثار کر دئے حتیٰ کہ ہمارے اس زمانے
میں بھی ایسا ہی ہوا۔ ۱۸۴۴ء سے لے کر آج تک ایران میں کئی ہزار بابیوں
اور بہائیوں نے اپنے ایمان کی خاطر سخت سے سخت موت برداشت کی۔
اور اس سے بھی زیادہ تعداد نے قید۔ جلا وطنی۔ افلاس۔ اور ذلت کو پسند کیا
اپنے ماقبل کے ادیان سے اس نئے دین اعظم نے کہیں بڑھ کر خون کا بپتسمہ
پایا ہے۔ اور آج تک اس کے ماننے والے شہید کئے جا رہے ہیں۔
علمائے سائنس کے ساتھ بھی یہی کیا گیا ہے۔ جیوردانو برونو کو سن ۱۶۰۰ء
میں کفر کا فتویٰ لگا کر زندہ جلا دیا گیا کیونکہ وہ یہ کہتا تھا کہ زمین سورج کے گرد
گھومتی ہے۔ اس واقعے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد کہنہ مشق فلاسفر گیلیلیو کو گھٹنوں
کے بل گر کر اس اعتقاد سے توبہ کرنی پڑی۔ اگر اس کا بھی وہی حشر نہ ہو جو برونو کا
ہوا تھا۔ بعد کے زمانہ میں ڈاروِن اور موجودہ زمانہ کی جیالوجی کے اول معلمین پر
بڑے شد و مد سے کفر کے فتوے لگائے گئے کیونکہ انہوں نے مقدس کتاب

کی اس تعلیم پر اعتراض کیے تھے کہ دُنیا چھ ہزار سال ہوئے چھ دن میں بنائی گئی تھی۔ مگر سائنس کی نئی صداقتوں کا دشمن اب صرف کلیسیا ہی نہیں ہے۔ جس طرح دین کے کٹر لوگوں نے دشمنی اور مخالفت کی اُسی طرح سائنس کے کٹر علمائے بھی کی۔ کولمبس کے ہمعصر نام نہاد علمائے سائنس نے اس کی ہنسی اڑائی اور اس کی تجاویز کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ انہوں نے اپنے اطمینان کیلئے اس بات کی دلیلیں پیش کیں کہ اگر جہاز پاتال میں زمین کے اُس طرف پہونچ بھی گئے تو ان کے لئے واپس آنا ناممکن ہوگا۔ گالوانی کی جو علوم برقی (الیکٹرک سائنس) کا اولین معلم تھا۔ اس کے ہمعصر علما نے ہنسی اُڑائی۔ اور اس کا نام مینڈک نچانے والا قلندر رکھا تھا۔ ہاروے نے جب دوران خون کا انکشاف کیا اپنے اس کفر کے سبب اپنے ہم پیشہ ساتھیوں کا نشانۂ استہزا اور ہدف ایذا بنا اور مسند تعلیم سے الگ کر دیا گیا۔ جب سٹیفنسن نے ریل کا انجن ایجاد کیا تو اس زمانہ کے یورپین ریاضی دانوں نے بجائے اس کے کہ اپنی آنکھیں کھولتے اور حقائق کا مطالعہ کرتے عرصہ دراز تک بڑے اطمینان کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ چکنی اور ہموار پٹری پر چلنے والا انجن بوجھ ہرگز نہ کھینچ سکیگا۔ کیونکہ پہیے چکر کھاتے رہیں گے اور گاڑی آگے نہ چل سکے گی۔ اس قسم کی بے شمار مثالیں قدیم و جدید جیسی کہ ہمارے زمانے کی تاریخ سے دی جا سکتی ہیں ڈاکٹر ضامناف موجد اسپرنٹو کو بھی اپنی حیرت انگیز بین الاقوامی زبان کی خاطر اسی تمسخر، حقارت اور حماقت آمیز دشمنی کا سامنا کرنا پڑا جو کولمبس۔ گالوانی اور سٹیونسن کے حصہ میں آئی تھی۔ اسپرانٹو کو بھی جو زمانہ حال یعنی ۱۸۸۷ء میں دُنیا کو دی گئی تھی۔ شہیدوں کا خون دینا پڑا۔

صبحِ اطمینان کا طلوع

مگر پچھلی نصف صدی سے دُنیا کی فضائے خیال میں ایک تبدیلی واقع ہوگئی۔ ایک

نیا آفتاب حقیقت طلوع ہوا ہے جس کی روشنی میں گزشتہ صدی کی
اوپر بحثیں اور بحث و تمحیص بوسیدہ دکھائی دے رہی ہیں۔ کہاں ہیں اب وہ ڈینگیں
مارنے والے مادہ پرست اور خود رائے دہریئے اور ناستک جو چند سال پہلے دین کو
دنیا سے نکال دینے کی دھمکیاں دیا کرتے تھے؟ وہ علمائے دین اور واعظین کیا ہوئے
جو بڑی شد و مد اور یقین کے ساتھ اُن لوگوں کو جو اُن کے اعتقادات کو نہ مانتے تھے
دوزخ کی آگ کے سپرد کیا کرتے تھے۔ اور جہنم کے عذاب میں دھکیلا کرتے تھے؟
اُن شور و غل کی گونج اب بھی کبھی کبھی ہمارے کانوں میں آتی ہے مگر اُن کی چاندنی
ماند پڑتی جا رہی ہے اور اُن کے اعتقادات کی دھجیاں اُڑ رہی ہیں۔ اب ہمیں صاف
دکھائی دے رہا ہے کہ وہ اعتقادات جن پر وہ بہت تلخی اور ترشی کے ساتھ بحث کیا
کرتے تھے نہ تو حقیقی دین ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ اور نہ حقیقی علم سے۔ کون سا اہل
سائنس اسوقت ایسا ہے جو موجودہ علم النفس کی تحقیقات کی روشنی میں یہ کہنے
کی جرات رکھتا ہو کہ "دماغ خیال کو اسی طرح پیدا کرتا ہے جس طرح جگر صفرا پیدا
کرتا ہے"؟ یا یہ کہ جسم کے انحطاط کا لازمی نتیجہ روح کا انحطاط بھی ہے؟ اب ہم
خوب سمجھتے ہیں کہ اگر خیال کی آزادی حقیقی مقصود ہے تو اسے نفسانی اور روحانی عوالم
میں بھی بلند پرواز ہونا چاہئے اور صرف مادی فضا تک ہی محدود نہ رہنا چاہئے۔ اب
یہ احساس ہوتا ہے کہ نیچر کے بارے میں ہمارا علم ایسا ہی ہے جیسے سمندر میں سے
ایک قطرہ۔ اور ابھی ہمیں بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔ اسلئے ہم معجزات کے امکان کا
علی الاعلان اعتراف کرتے ہیں۔ نیچر کے قوانین کی شکست کے معنوں میں نہیں
بلکہ ان معنوں میں کہ یہ اُن نازک اور پوشیدہ قوتوں کے عمل کے مظاہر ہیں
جو ابھی تک ہمارے علم سے بالا ہیں جس طرح قوۂ برق اور شعاع رانجنی ہمارے آباؤ
اجداد کے علم سے بالا تھیں۔

دوسری طرف ہمارے سربراہ علمائے دین میں سے کون ایسا ہے جو ابتک یہ کہنے کی دلیری کرتا ہو کہ نجات پانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس بات پر سچا یقین رکھیں کہ دنیا چھ دن میں بنائی گئی تھی۔ یا یہ کہ مصر کی وباؤں کا جو بیان کتاب خروج میں دیا گیا ہے لفظ بلفظ صحیح ہے یا یہ کہ سورج آسمانوں میں ٹھہرا ہو گیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں زمین نے اپنی حرکت محوری بند کر دی تھی تا کہ یشوع بنی اپنے دشمنوں کا تعاقب کر سکے یا یہ کہ اگر کوئی شخص سینٹ اتھانیسیوس کے عقیدہ پر ایمان نہیں رکھتا تو وہ بلا شبہ ہمیشہ کیلئے معدوم ہو جائے گا۔ اس قسم کے اعتقادات رسمی طور سے تو دہرائے جا سکتے ہیں۔ مگر ان کے لفظی معنوں کو کون مانتا ہے اور وہ بھی بغیر شک و شبہ۔ ان اعتقادات کی قدر لوگوں کے دلوں سے بالکل اٹھ گئی ہے اور جو کچھ تھوڑی بہت ہے وہ بھی اٹھ رہی ہے۔ اہل سائنس کا دنیائے دین پر بہت بڑا احسان ہے۔ جنہوں نے ان دقیانوسی اعتقادات کی دھجیاں اڑانے میں مدد دی اور حقیقت کو بے نقاب سامنے لا دیا۔ مگر دنیائے سائنس سچے اولیا و انبیا کی اس سے بھی زیادہ زیر بار احسان ہے جنہوں نے اچھی بری ہر حالت میں اپنے روحانی تجربات کے جاں بخش حقائق کا دامن نہ چھوڑا اور ایک ڈھلمل یقین دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ زندگی صرف کھانے پینے کا نام نہیں۔ اور یہ کہ غیب و شہود سے کہیں اعلیٰ و بالا ہے۔ یہ اہل سائنس اور اولیا پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں کی مانند تھے جنہوں نے طلوع ہوتے ہوئے سورج کی پہلی کرنوں کو حاصل کر کے نچلی دنیا پر منعکس کیا۔ اب آفتاب طلوع ہو گیا ہے اور اس کی کرنیں سب دنیا کو نور سے بھرپور کر رہی ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات میں حقیقت کی شاندار نقاب کشائی کی گئی ہے جو ان قلوب و عقول کو اطمینان بخشتی ہیں جنہیں دین و علم کی وحدت جلوہ آرا ہے۔"

تحری حقیقت یا صداقت کی تلاش

صداقت کی تلاش کا جو طریقہ تعلیم بہائیہ میں بتایا گیا ہے اس سے علم و دین کے کامل اتحاد کی شہادت پوری طرح ملتی ہے۔ اگر انسان صداقت کی تلاش یا کاوش کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ تمام تعصبات سے منقطع ہو جائے۔

حضرت عبدالبہا فرماتے ہیں۔

صداقت کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ہر قسم کے تعصبات اور اپنے چھوٹے چھوٹے ذاتی خیالات کو چھوڑ دیں۔ ایک قبول کرنے والا اور کشادہ دل لازمی ہے۔ اگر ہمارا پیالہ نفس سے پر ہے تو زندگی کے پانی کی اسمیں گنجائش نہیں۔ ہمارا اپنے آپ کو صحیح اور سب دوسروں کو غلط خیال کرنا اتحاد کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اور صداقت حاصل کرنے کے لئے اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ صداقت واحد ہے .... ایک صداقت کبھی دوسری صداقت کو رد نہیں کرتی۔ روشنی خواہ کسی لیمپ سے ظاہر ہو اچھی ہے۔ گلاب کا پھول خواہ کسی باغ میں کھلے خوبصورت ہے۔ ستارا خواہ مشرق سے چمکے یا مغرب سے ایک ہی چمک رکھتا ہے۔ تعصب کو چھوڑ دو۔ پھر تم آفتاب حقیقت کے گرویدہ ہو جاؤ گے خواہ یہ کسی بھی افق سے طلوع ہوا ہو۔ تمہیں اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ اگر صداقت کا خدائی نور یسوع مسیح میں چمکا تھا تو یہ موسیٰ اور بودھ میں روشن ہوا ہوا تھا۔ یہی تحری حقیقت کا مطلب ہے۔

اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ہم ان تمام باتوں سے نظر ہٹالیں جو ہم نے آج تک سیکھی ہیں کیونکہ وہ صداقت کی راہ میں ہماری سد راہ ہوں گی۔ اگر ہمیں یہ ضرورت پڑے کہ ہم نئے سرے سے پھر تعلیم حاصل کریں تو ہمیں اس سے پیچھے نہ ہٹنا چاہیے۔ کسی خاص مذہب سے ہماری محبت یا کسی ایک شخصیت سے ہماری الفت

ہیں اس قدر اندھا نہ کرنے کہ ہم توہمات میں جکڑے جائیں جب ہم ان تمام بندھنوں سے آزاد شدہ دل کے ساتھ تلاش کرینگے تب ہم ضرور منزل مقصود پر پہونچ جائینگے۔

(پیرس ٹاکس صفحہ ۱۲۷)

حقیقی علم الُوہیت

بہائی تعلیمات سائنس اور فلسفہ کے اس حقیقت کے اعلان کرنے میں ہمزبان ہیں کہ ذات الٰہی بالکل انسانی فہم و ادراک سے بالا و منزہ ہے جس تاکید اور شدومد کے ساتھ ہکسلے اور سپنسر یہ تعلیم دیتے ہیں کہ مسبب الاسباب علم یا سبب اولیٰ کی ذات سمجھ سے بالا ہے اُسی طرح حضرت بہاء اللہ تعلیم فرماتے ہیں۔کہ

"خدا سب کو سمجھتا ہے مگر آسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ ذات الٰہی کے عرفان کی راہ مسدود اور اس کا راستہ ناقابل گزر ہے۔ محدود بھلا لامحدود کو کیسے سمجھ سکتا ہے قطرہ بھلا سمندر کو کس طرح اپنے میں لے سکتا ہے یا معدن کی گرد میں ایک ناچیز ذرہ کائنات کو کیسے گھیر سکتا ہے۔ مگر کل کائنات خدا کی بولتی ہوئی نشانیاں ہیں۔ پانی کے ہر قطرے میں معانی کے سمندر مخفی ہیں اور ہر ایک ذرہ میں کل کائنات کے مفہوم پوشیدہ ہیں جو بڑے سے بڑے سائنٹیسٹ کی سمجھ اور ادراک سے بالا ہیں۔ ماہران علم کیمسٹری اور دانشمندان علم مادیات۔ مادہ کی ماہیت میں تحقیق و تجسس کرتے ہوئے کثرت سے گزر کر مولکیول (یونانی)......

اور مولکیول سے گزر کر ذرے اور ذرے سے گزر کر ذرات کہربائی اور ایتھر کی طرف بڑھتے گئے۔ مگر ہر قدم پر جستجو کی مشکلات بڑھتی گئیں۔ حتیٰ کہ اکمل سے اکمل فہم بھی آگے نہ بڑھ سکی۔ اور مجبوراً انھیں اس نامعلوم لامتناہی ہستی کے سامنے جو اپنے ناممکن التفحص لالا زیماں پوشیدہ ہے ساکت و مبہوت ہو کر حیرت اور عاجزی کے ساتھ جھکنا پڑا۔ ٥

پھول ننھا سا کھلا ہے رخنۂ دیوار میں ٭ جلوہ گر تنہا ہے اپنے مختصر گلزار میں
بڑھ کے دست شوق میرا توڑ دیتا ہے اسے ٭ آہ اے ننھے سے نازک پھول بتلا دے مجھے!
اِک ذرا سی کائنات رنگ و بو ہے تو کہ کیا؟ ٭ شاہد قدرت کے دل کی آرزو ہے تو کہ کیا؟
کاش اگر میں یہ سمجھ سکتا کہ تو کیا چیز ہے
تو یہ کھل جاتا کہ انسان کیا و خدا کیا چیز ہے

(ٹینی سن کے اشعار کا ترجمہ)

اگر دراڑ دار دیوار میں اُگا ہوا پھول یا اللہ کا ایک چھوٹا سا ذرہ ایسے اسرار پیش کرتا ہے کہ انہیں اکمل ترین فہم بھی سمجھنے سے قاصر ہے تو پھر انسان کیلئے کل کائنات کو سمجھنا کس قدر مشکل ہے۔ پس ذات الٰہی کے بارے میں جس قدر علماء وفضلاء کے قیاسات ہیں وہ سب احمقانہ اور بیکار ہو کر گم ہو جاتے ہیں۔

عرفانِ الٰہی

اگرچہ ذات الٰہی مخفی و نہاں ہے مگر اس کے فضل کے مظاہر ہر جگہ ظاہر و باہر ہیں۔ اگرچہ علت اولیٰ سمجھ سے باہر ہے مگر اس کے معلول ہماری ہر ایک قوت کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ جس طرح ایک مصور کی نقاشی کا علم ایک نقاد نقاشی کو نقاش کا پورا پورا علم دیتے ہیں اسی طرح کائنات کے کسی پہلو کا علم خواہ نیچر یا طبیعت انسانی کا علم ہو یا چھپی اور کھلی چیزوں کا۔ خدا کی صنعت کا علم ہے اور حق کے سچے متلاشی کو اس کے جلال کا حقیقی علم بخشتا ہے۔

"آسمان خدا کے جلال کا اعلان کرتے ہیں اور کائنات اسکی صنعت کی آیات ہیں۔ دن دن سے باتیں کرتا ہے اور رات رات کو علم و عرفان دیتی ہے۔" (زبور ۱۹)

مظاہر الٰہی

تمام اشیا زیادہ یا کم وضاحت کے ساتھ خدا کے فضل کو

ظاہر کرتی ہیں جس طرح تمام مادی چیزیں جو سورج کے سامنے ہیں اسکی روشنی
کو زیادہ یا کم درجہ میں ظاہر کرتی ہیں دھوئیں کے ایک ڈھیر میں اسکی شعاعیں بہت
کم ظاہر ہوتی ہیں۔ پتھر میں اُس سے زیادہ اور ٹھیکر یا مٹی میں اس سے بھی زیادہ
واضح طور سے ظاہر ہیں مگر انہیں سے کسی ایک عکس میں بھی ہم اس روشن قرص
کے رنگ یا شکل کا پتہ نہیں لگا سکتے۔ مگر ایک صاف آئینہ میں ہم آفتاب کی
شکل اور اس کے رنگ کا پورا عکس دیکھتے ہیں۔ اور اسکو دیکھنا گویا خود آفتاب
کو دیکھنا ہے۔ اسی طریقہ سے کائنات خدا کے بارے میں ہیں۔ باقی سب پتھر
ہیں صفات الٰہی کا کچھ پتہ دیتا ہے پھول اس سے زیادہ ہیں اسکی کہانی سناتا
ہے۔ حیوانات اپنے عجیب و غریب احساس عقل حیوانی۔ اور قوت تحریک سے اور
بھی زیادہ اس کا اظہار کرتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ کے انسانوں میں ہم عجیب و غریب قوتوں
کا پتہ پاتے ہیں جو ایک تحیر خیز خالق کا پتہ دیتی ہیں بہت اعلیٰ پاک دامن اور ذہین
انسان میں ہم ان سے بھی بڑے بڑے انکشافات پاتے ہیں۔ مگر انبیاء
اولوالعزم اور بانیان دین کامل آئینے ہیں جن کے ذریعہ قادر مطلق کی محبت اور
حکمت باقی نوع انسان پر منعکس ہوتی ہے دوسرے انسانوں کے آئینے خود غرضی اور تعصبات
کے غبار سے آلودہ ہوتے ہیں مگر یہ آئینے پاک صاف اور بے داغ ہوتے ہیں۔ جو ہستیٔ
الٰہی میں کلیتہً فنا ہو گئے ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ نوع انسان کے بزرگترین مربی بنتے
ہیں کلام الٰہی و روح القدس کی قوت جان کے ذریعہ آتی ہے نوع انسان کی ترقی کا سبب
ہوتی ہے کیونکہ خدا انسانوں کی انسانوں کے ذریعہ ہی مدد کرتا ہے ہر انسان جو مراتب حیات
میں دوسرے سے بالا ہے اپنے سے نیچے والے انسانوں کی مدد کرنے کا واسطہ ہے اور جو
سب سے بالا ہیں وہ تمام نوع انسان کے مددگار ہیں۔ اسکی مثال اس طرح ہے کہ تمام
انسان لچکدار رسیوں سے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے ہیں۔

اُن میں سے اگر ایک بلند ہوتا ہے تو رسیاں کس جاتی ہیں اس کے پُرانے ساتھی اُسے نیچے کی طرف کھینچتے ہیں مگر وہ بھی اتنی ہی طاقت سے اُنہیں اُوپر کی طرف کھینچتا ہے۔ جتنا وہ اونچا ہوتا جاتا ہے اتنا ہی بوجھ وہ نیچے کی دنیا کا محسوس کرتا ہے جو اُسے نیچے کی طرف کھینچتی ہے اور اسی قدر وہ خدا کی مدد پر بھروسہ کرنے لگتا ہے جو اُسے اُن کے ذریعہ سے پہونچتی ہے جو اس سے بالاتر ہیں سب سے اوپر انبیائے اولوالعزم۔ نجات دہندگان مظاہر الٰہی ہیں یعنی وہ کامل انسان جو اپنے اپنے زمانہ میں بے نظیر و لاشریک تھے اور جنہوں نے صرف خدائے تعالیٰ کی مدد سے ساری دُنیا کا بوجھ برداشت کیا۔ ہمارے گناہوں کا بوجھ اُن پر تھا۔ ان میں سے ہر ایک کے بارے میں درست ہے اُن میں سے ہر ایک اپنے پیروؤں کے لئے صراط مستقیم، حق، اور حیات تھا۔ ہر ایک ہر اُس دل کے لیے خدا کے فضل کا وسیلہ تھا جو اسے پانے کا خواہشمند ہو ہر ایک انسان کو اوپر لے جانے کی خدائی تجویز میں اپنا اپنا کام پورا کرنے آیا تھا۔

آفرینش

حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں کہ وقت کے لحاظ سے کائنات کا کوئی آغاز نہیں۔ یہ علت اولیہ کا دوامی اثر و بہرہ ہے۔ خالق کی مخلوق ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گی۔ مختلف کرّے اور نظام بنیں اور بگڑیں۔ مگر کائنات موجود رہیگی۔ تمام اشیاء جو ایک وقت مرکّب ہوتی ہیں۔ کسی وقت تجزیہ بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر اُن کے اجزائے ترکیب قائم رہتے ہیں ایک دنیا۔ یا ایک پھول یا ایک انسانی جسم کی آفرینش نیستی سے ہستی میں لانا نہیں بلکہ اس سے مراد کچھ عناصر کو جو پہلے بکھرے ہوئے تھے اکٹھا کرنا ہے۔ ایک پوشیدہ چیز کو عرصۂ شہود میں لانا ہے رفتہ رفتہ یہ عناصر بکھر جاتے ہیں صورت گم ہو جاتی ہے۔ مگر حقیقت میں کچھ بھی ضائع یا ناپید نہیں ہوتا۔ نئی شکلیں اور تراکیب پرانی شکلوں اور ترکیبوں کے

کھنڈرات سے پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت بہاء اللہ ان سائنسدانوں کی تصدیق فرماتے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ اس دنیا کی آفرینش کی تاریخ صرف چھ دن کی نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں برس کی ہے نظریہ ارتقا قوت تخلیق کا انکار نہیں کرتا۔ یہ صرف اس کے ظہور کے طریقوں کو بیان کرتا ہے اس مادی کائنات کی عجیب و غریب کہانی جسے اب علمائے نجوم و علم طبقات الارض و علم طبیعیات و علم الحیات رفتہ رفتہ ہماری نظروں کے سامنے لا رہے ہیں۔ اگر صحیح طور سے اندازہ کیا جائے تو یہ اُس پھیکی اور ادھوری کہانی سے جو یہودیوں کی پاک کتاب میں دی گئی۔ ہم میں کہیں بڑھ چڑھ کر عزت اور عبادت کے جذبات ابھارنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ مگر کتاب پیدائش کی پرانی کہانی میں یہ خوبی ہے کہ یہ صرف چند ایک استعارات کے برمحل استعمال سے اس کہانی کے باطنی روحانی معانی کو ظاہر کر دکھاتی ہے جس طرح ایک ماہر مصور برش کے معمولی استعمال سے ایسے جذبات کا اظہار کر دکھاتا ہے جنہیں ایک اناڑی محنت کش نقاش باوجود جزئیات میں عرق ریزی کرنے کے بھی پوری طرح دکھا نہیں سکتا۔ اگر مادی جزئیات ہمیں روحانی معانی سے باز رکھتے ہیں تو بہتر ہے کہ ہم ان سے الگ ہی رہیں۔ پر اگر ہم نے کل نظام کے لازمی معانی کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے تو جزئیات کا علم ہمارے خیال کو حیرت انگیز شادابی اور شگفتگی دے گا۔ اور بجائے ایک ایک معمولی خاکے کے اُسے ایک شاندار تصویر بنا دے گا۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں۔

واضح ہو کہ ایک مسئلہ جو مسائل الہیہ میں سے بہت پیچیدہ مسئلہ ہے یہ ہے کہ اس عالم وجود اس کون نامتناہی کی کوئی ابتدا نہیں۔۔۔ واضح ہو کہ رب کا یہ مربوب

تصور میں آنا ناممکن ہے ..... رازق کا بے مرزوق کے ہونا خیال میں نہیں آسکتا۔ کل اسماء و صفات الہیہ کائنات کی ہستی کا مطالبہ کرتے ہیں اگر ہم خیال کریں کہ ایک ایسا وقت تھا جب کائنات بالکل وجود نہ رکھتی تھی تو یہ خیال خدا کی الوہیت کا انکار ہے۔ علاوہ ازیں نیستی مطلق ہستی میں نہیں آسکتی۔ اگر کائنات عدم محض ہوتی تو وجود تحقق نہ پاتا۔ پس چونکہ ذات احدیت یعنی وجود الٰہی ازلی اور سرمدی ہے یعنی اس کا اول و آخر نہیں تو اسمیں بھی شک نہیں کہ عالم وجود یعنی اس لامتناہی کائنات کی بھی نہ تو ابتدا تھی اور نہ انتہا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ممکنات کے اجزاء میں سے ایک جز یعنی کرات میں سے ایک کرہ تازہ پیدا ہو جائے یا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائے۔ مگر دوسرے کرہ ہائے لامتناہی موجود ہیں۔ عالم وجود نہ تو منتشر ہوگا۔ اور نہ کہیں گم ہوگا۔ بلکہ وجود باقی اور برقرار ہے اور رہیگا۔ چونکہ ہر ایک کرہ کی ایک ابتدا ہے اس لئے اسکی انتہا بھی ہے ہر ایک بنی ہوئی چیز کے لئے خواہ یہ کلی ہو یا جزئی ایک نہ ایک دن بگڑنا ضروری ہے۔ انتہا یہ ہے کہ بعض ترکیبیں جلدی تحلیل ہونے والی ہیں۔ اور بعض دیر سے مگر یہ بالکل ناممکن ہے کہ بنی ہوئی چیز تحلیل نہ ہو۔ (مفاوضات عبدالبہاء)

ارتقائے انسان

حضرت بہاء اللہ اس عالم علم الحیات کے بیانات کی بھی تصدیق فرماتے ہیں جو جسم انسان کی تاریخ کی تحقیق کر کے لکھوکھا سالوں میں اس کے ارتقا کا پتہ دیتا ہے۔ ایک

ایک نہایت سادہ اور ظاہرہ حقیر شکل سے شروع ہوکر انسان کے بدن کا بیشمار شکلوں سے گزرنا۔ اور درجہ بدرجہ ترقی کرنا دکھایا گیا ہے ہر درجہ میں اسکے پیچیدہ سے پیچیدہ ہونے اور بہتر سے بہتر تنظیم اختیار کرنے حتٰی کہ موجودہ انسان کی شکل و صورت پانے کی تصویر کھینچ کر دکھائی گئی ہے ہر انسانی بدن درجات کے ایک ایسے سلسلہ سے گزرتا ہے کہ لعاب دار مادہ کے ایک ننھے سے گول قطرہ سے ایک پورا انسان بن جاتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور اس کی صحت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا تو پھر انسان کی شان کی کیا ہتک ہوگی۔ اگر ہم اسی قسم کی ترقی تمام نوع کے لئے مان لیں؟ یہ بات اس دعویٰ سے بالکل جدا اور مختلف ہے جو یہ کہتا ہے کہ انسان بندر سے ترقی کرتا ہوا انسان بنا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ انسانی نطفہ ایک وقت ایک مچھلی کے مشابہ ہو، اور اس میں گلپھڑے اور دم ہو، مگر اسے مچھلی نہیں کہہ سکتے۔ یہ انسانی نطفہ ہے اور انسانی نطفہ ہی رہے گا۔ پس نوع انسان اپنے ارتقاء کے مختلف درجات میں ظاہر بین آنکھوں کو مختلف حیوانات کے مطابق دکھائی دیتی ہو تو دیتی ہو۔ مگر تب بھی یہ انسانی نوع تھی۔ اور موجودہ انسان تک (بلکہ ہمیں یقین ہے کہ آئندہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ اعلیٰ بنے گی) ترقی کرنے کی قوت اسمیں مخفی تھی حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ کرہ ارض اپنی موجودہ ہیئت میں یکدفعہ ہی نہیں آگیا تھا۔ بلکہ اس نے بتدریج کئی مدارج طے کئے حتٰی کہ اس موجودہ تکمیل میں جلوہ گر ہوا ۔۔۔۔۔۔۔
انسان نے کرہ زمین کے رحم میں جس طرح نطفہ ماں کے رحم میں بتدریج نشوونما پاتا ہے، نشوونما پائی ہے اور ایک صورت سے دوسری صورت میں بدلتا ہوا اور ایک ہیئت سے دوسری

ہیئت میں .... آتا ہوا اس
موجودہ جمال و کمال اور قوت و استقلال میں جلوہ گر ہوا۔ اس میں
شک نہیں کہ ابتدا میں اس میں یہ لطافت و ملاحت و خوبصورتی
نہ تھی۔ اور کہ اس نے بتدریج یہ شکل، یہ صورت۔ یہ حسن و جمال
پایا۔ ....
"اس زمین پر انسان کے وجود کے آغاز سے اس کے اس ہیئت و شمائل
و لطافت تک پہونچنے میں لابد ایک لمبی مدت لگی ہے ....
.... لیکن انسان اپنے وجود کی ابتدا ہی سے ایک علیحدہ اور ممتاز نوع تھا۔..
... اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ بعض اعضاء کے نشانات جو اب گم ہو گئے اس
میں پائے جاتے ہیں تو یہ اُسکی نوع کے استقلال اور اصالت کے منافی دلیل
نہیں ہو سکتی۔ زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ہیئت
و شمائل و اعضاء ترقی کر گئے ہیں۔ انسان ہمیشہ سے ایک نوع ممتاز یعنی انسان
رہا ہے۔ اور حیوان نہ تھا" (مفاوضات عبدالبہار)

آدم اور حوا کی کہانی کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔
اس کہانی کے اگر ہم ظاہری معنے لیتے ہیں جیسے کہ لوگوں کے درمیان مشہور
ہیں۔ تو یہ بات بہت ہی سطحی معلوم ہوتی ہے۔ عقل اس کے قبول کرنے اور اسکی
تصدیق و تصور کرنے سے معذور ہے کیونکہ ایسی ترتیب و تفصیل اور اس قسم کے
خطاب و عتاب ایک عقلمند آدمی سے کلی بعید ہیں۔ پھر خدا کا تو ذکر ہی کیا
خدا کہ وہ خدا جس نے اس کون نامتناہی کو اکمل صورت میں مرتب کیا ہے۔
اور اس تمام بے انتہا کائنات کو بہترین انتظام طاقت اور کمال سے آراستہ
کیا ہے ... اس لئے یہ حکایت آدم و حوا اور درخت کا پھل کھانا اور جنت سے

نکلے جانا سب رموز ہیں۔ اسمیں خدائی اسرار اور معانی مضمر ہیں اور اس کی تاویل عجیب و غریب ہے۔ (مفاوضات عبدالبہار)

جسم اور روح

جسم و روح اور حیات بعد الممات کے بارے میں بہائی تعلیمات علم النفسیات کی تحقیقات کے نتائج کے بالکل موافق ہیں جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ اُن کی تعلیم یہ ہے کہ موت ایک نئی پیدائش ہے۔ یعنی جسم کے قید خانے سے چھوٹ کر ایک وسیع تر زندگی میں داخل ہونا ہے۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی میں ترقی کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اہل سائنس کی شہادتیں یکے بعد دیگرے جمع ہو رہی ہیں۔ جو منصف مزاج مگر اعلیٰ درجہ کے ناقدین و محققین کی رائے میں اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں کہ موت کے بعد زندگی میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یعنی اس مادی جسم کے مرجانے کے بعد روح کی زندگی اور اس کی کارفرمائیاں جاری رہتی ہیں۔ مثلاً ایف ڈبلیو ایچ میرس رسالہ ہیومن پرسنیلٹی (انسانی شخصیت) میں جو سائیکیکل ریسرچ سوسائٹی کی اکثر تحقیقات کا مرقع پیش کیا کرتا ہے۔ لکھتا ہے۔

مشاہدے تجربے اور استنباط نے میرے جیسے بہت سے محققین کو اس اعتقاد میں راسخ کر دیا ہے کہ بلاواسطہ یا بالواسطہ روحانی سلسلۂ خبر رسانی کے نہ صرف اُن قلوب کے درمیان جو زمین پر ہیں بلکہ اُن قلوب یا ارواح کے درمیان جو جدا ہو چکی ہیں باہمی مخابرہ ہو سکتا ہے اس انکشاف سے الہام کی راہ بھی صاف ہو جاتی ہے .... ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ خود فریبی دھوکے اور مکاری کی فراوانی میں حقیقی ظہورات بھی اس جہاں سے ہم تک ضرور پہونچتے ہیں .... انکشاف و الہام کے ذریعہ بعض ایسی گزری ہوئی ارواح کے متعلق جن سے ہم دوچار ہو سکے ہیں۔ کچھ دعاوی عارضی طور پر قائم کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے میں اس بات کے یقین

کرنے کی وجہ رکھتا ہوں کہ وہ ایک ایسی حالت میں ہیں جس میں وہ محبت و حکمت میں لاانتہا ترقی کر سکتی ہیں۔ .... بدی کو وہ اتنا خطرناک نہیں جانتیں جتنا وہ اِسے غلامانہ حالت جانتی ہیں۔ اُن کے نزدیک یہ کسی مطلق الغنان صاحب طاقت میں مجسّم نہیں ہے بلکہ یہ اسے ایک مردود بنانے والی دیوانگی سمجھتی ہیں۔ جس سے بلند پایہ ارواح بگڑی ہوئی روح کو چھڑانے کی کوشش کرتی ہیں۔ جہنم کی آگ کی سزا کی چنداں ضرورت نہیں اپنے آپ کا علم ہی انسان کیلئے اس کی سزا یا جزا ہے۔ اپنے آپ کا عِلم اور اپنی مونس ارواح کا قرب یا دوری اُس جہاں میں بہت بڑا دکھ یا بہت بڑا سکھ ہے۔ کیونکہ اُس دُنیا میں محبت درحقیقت ذاتی حفاظت ہے۔ ملاءِ اعلیٰ ہمیشہ کی زندگی کی زینت ہے۔ بلکہ یہی ہمیشہ کی زندگی ہے۔ یہ ہی نہیں بلکہ روحانی سلسلۂ خبر رسانی کے قوانین سے یہ بھی پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے کہ یہ اجتماع یا سنگت اسوقت اور اس جگہ بھی ہم پر اثر انداز ہے۔ اب تک بھی ہماری محبت آمیز یاد (محبت خود ایک دُعا ہے) اُن آزاد شدہ ارواح کی ترقی میں اُن کی مدد کرتی ہے اور انہیں تقویت پہنچاتی ہے۔"

اس خیال کے درمیان جو بڑی محتاط علمی تحقیقات پر مبنی ہے۔ اور بہائی تعلیمات کے درمیان موافقت کی راہ بہت عجیب و غریب ہے۔

وحدتِ انسان

حضرت بہاء اللہ کی یہ ایک مخصوص تعلیم ہے کہ "تم سب ایک ہی درخت کے پھل، ایک ہی شاخ کے پتے اور ایک ہی باغ کے پھول ہو۔ اسی کی مانند یہ ہے کہ۔ فخر اس شخص کو نہ کرنا چاہیئے جو اپنے ملک سے محبت کرتا ہے۔ بلکہ فخر اس کے لئے زیبا ہے جو تمام بنی نوع انسان سے پیار کرتا ہے۔"

وحدت یعنی وحدتِ انسان اور خدا کی تمام مخلوق کی وحدت ہی آپ کی تعلیمات

کا خاص مضمون ہے اس میں بھی حقیقی دین اور حقیقی علم یا سائنس کی موافقت
موجود ہے۔ سائنس جتنی ترقی کرتی جاتی ہے اتنا ہی کائنات کی وحدت اور اس کے
اعضاء کا باہمی ارتباط صاف صاف عیاں ہوتا جا رہا ہے۔ ماہران علم نجوم کا میدان
عمل، علمائے طبیعات کے میدان عمل سے بالکل ملا جلا ہے۔ اسی طرح علمائے
طبیعات کا علمائے کیمسٹری سے اور علمائے کیمسٹری کا علمائے علم الابدان سے اور علمائے
علم الابدان کا ماہران علم النفس سے وعلیٰ ہذا القیاس۔ ایک میدان تحقیقات میں کوئی
نیا انکشاف دوسرے میدان ہائے تحقیقات پر بھی روشنی ڈالتا ہے جس طرح علم
طبقات الارض نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مادہ کا ہر ایک ذرہ دوسرے پر اثر انداز ہے۔
خواہ ایک دوسرے سے کتنے ہی دور، یا ایک دوسرے سے کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔
اسی طرح علم النفسیات بھی یہ ثابت کرتا ہے کہ اس عالم کائنات میں ایک روح
دوسری روح پر اثر انداز ہوتی ہے۔ شہزادہ کروپوٹکن نے اپنی کتاب میوچیول ایڈ
(تعاون و تعاضد) میں نہایت واضح طور پر یہ ثابت کر دیا کہ ادنیٰ حیوانوں میں بھی باہمی امداد
امداد زندگی کو جاری رکھنے کے لئے قطعاً لازمی ہے۔ انسان کے متعلق تو یہ ہے کہ تہذیب
و تمدن کی ترقی باہمی دشمنی کی جگہ باہمی امداد بڑھانے پر ہی مبنی ہے۔ ہر ایک سب کے
لئے، اور سب ہر ایک کے لئے، ہی واحد اصول ہے جس پر کسی قوم کی بہبودی کا دارومدار ہے

دَورِ وحدت

قرائن زمانہ سب کے سب اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ بنی
نوع انسان کی تاریخ میں ایک نیا دور آغاز ہو رہا ہے۔
آج تک عقاب بنی نوع انسان خود غرضی اور مادہ پرستی کی مستحکم چٹان میں گھونسلا
بنا کر رہتا تھا۔ اڑنے کیلئے اس کی کوششیں ادھوری اور آزمائشی ہوتی تھیں
دقیانوسی اعتقادات و رسومات کی قید میں اس کی تڑپ روز بروز بڑھتی گئی۔ مگر
اب اس کی قید کا زمانہ اختتام کو پہنچ گیا ہے۔ اور یہ ایمان اور عقل کے بازوؤں سے

روحانی محبت اور صداقت کے عوالم میں پرواز کر سکتا ہے۔ یہ اب پہلے کی طرح جب
اس کے پر بندھے ہوئے تھے زمین سے بندھا نہ رہے گا بلکہ آزادی سے وسیع النظر
اور شاندار آزادی کے عوالم میں اونچا اڑتا پھرے گا۔ اسکی پرواز کے یقینی اور مستقل
ہونے کے لئے صرف ایک چیز کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کے بازو نہ صرف
مضبوط ہی ہوں بلکہ وہ کامل اتحاد و موافقت سے کارپرداز ہوں۔ جیسا کہ حضرت
عبدالبہاء فرماتے ہیں۔

یہ اکیلے ایک پر سے اڑ نہیں سکتا۔ اگر یہ صرف دین کے بازو سے اڑنا
چاہے گا تو اس کا ٹھکانا توہمات کا کیچڑ ہوگا۔ اور اگر یہ صرف سائنس کے
بازو سے اڑنے کی کوشش کرے گا تو اس کا انجام مادہ پرستی کی خوفناک
دلدل ہوگی۔" (پیرس ٹاکس صفحہ ۱۳۳)

دین اور سائنس میں کامل موافقت واتحاد نوع انسان کی اعلیٰ زندگی کا ایک اہم
لازمہ ہے۔ جب یہ بات جلوہ گر ہو جائے گی۔ اور ہر ایک بچہ نہ صرف علوم وفنون میں
ہی تربیت پائے گا بلکہ تمام نوع انسان سے محبت کرنا اور مشیت الٰہیہ کے مطابق جیسے
کہ وہ ارتقائی مدارج کی ترقی اور انبیائے کرام کی تعلیمات میں دی گئی ہے برضا و رغبت عمل کرنا
اُسے سکھایا جائیگا۔ تب اور صرف تب ہی ملکوت الٰہی جلوہ آرا ہوگی۔ اور اسکی مرضی جیسی کہ آسمان
پر ہے زمین پر بھی پوری کی جائیگی۔ تب اور صرف تب ہی صلح اکبر کی برکات دنیا کو گھیر لینگی۔

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں۔

"دین جب توہمات۔ روایات اور فضول اعتقادات سے منزہ ہو کر سائنس
کے ساتھ متحد ہو جائے گا اسوقت دنیا میں ایک متحد اور پاک کرنے
والی قوت پیدا ہوگی۔ جو لڑائیوں۔ نااتفاقیوں جھگڑوں اور فسادوں
کو جھاڑ پھینک دیگی اور تب نوع انسان محبت الٰہی کی قوت میں متحد
ہو جائیں گی۔" (پیرس ٹاکس صفحہ ۱۳۵)

تیرھواں باب

پیشین گوئیاں

جو

ظہورِ بہائی نے پوری کیں

"ظہور اسمِ اعظم (بہاء اللہ) وہ ظہور ہے جس کا وعدہ
خدا نے سب آسمانی کتابوں اور صحیفوں جیسے توریت
انجیل و قرآن میں دیا تھا۔" (عبدالبہاء)

سب جانتے ہیں کہ پیشینگوئی کی تاویل بہت مشکل ہے اور دنیا میں اس سے زیادہ کسی مضمون پر دانایانِ عالم کی آراء کا اختلاف نہیں ہوا۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ کتبِ مقدسہ کے مطابق بہت سی پیشینگوئیاں ایسی شکل میں دی گئی ہیں کہ جب تک اُن کے پورا ہونے کا وقت نہیں آتا وہ سمجھ میں نہیں آتیں۔ اس وقت بھی فقط وہی لوگ سمجھتے ہیں جو دل کے پاک اور تعصب سے آزاد ہوتے ہیں۔ مثلاً دانیل کے رؤیا کے اختتام پر کہا گیا۔

"مگر تو اے دانیل کلام کو بند کر اور کتاب پر مہر لگا - نیز آخر زماں تک بہت سے ادہر ادہر دوڑیں گے - اور علم بڑھ جائے گا - - - - - - -

اور میں نے سُنا مگر نہ سمجھا تب میں نے کہا اے میرے خداوند اِن باتوں کا انجام کیا ہوگا - اور اُس نے کہا اے دانیل جا کیونکہ کلام بند اور سر بمہر ہو گیا وقت کے آخر تک -" (دانیل ۱۲-۴-۱۰)

اگر خدا نے پیشین گوئیوں پر ایک مقررہ وقت تک کے لئے مہر لگا دی اور اُن انبیاء پر بھی اُن کے معانی کو پوری طرح افشا نہیں کیا جن کے منہ سے اُس نے یہ پیشنگوئیاں کہلوائیں تو اس سے مراد یہی ہے کہ سوائے ایک خاص مظہر الٰہی کے جو ان کی مہروں کے توڑنے پر قادر اور ان کے معانی کو جو ان پیشنگوئیوں میں پوشیدہ ہیں کھولنے کے لائق ہوگا - اور کوئی یہ کام نہ کر سکے گا -

ازمنہ سالقہ اور ادوار ماضیہ میں پیشینگوئیوں اور اُن کی غلط تاویلوں کی تاریخ اور خود انبیائے کرام کی تنبیہات کا خیال کرتے ہوئے ہمیں علمائے ادیان کے اُن قیاسات کے قبول کرنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے جو انہوں نے پیشینگوئیوں کے معنوں اور اُن کے پورا ہونے کے طریقوں کے بارے میں کئے ہیں -

اس کے برعکس جب کوئی شخص ظاہر ہوتا ہے اور اُن پیشینگوں کو پورا کرنے کا دعوی کرتا ہے تو ہمیں لازم ہے کہ اُس کے دعاوی کو کھلے اور بے تعصب دل کے ساتھ ملاحظہ کریں اگر وہ جھوٹا دعویدار ہوگا تو اُس کا فریب فوراً فاش ہو جائے گا - اور کسی کو کچھ نقصان نہ ہوگا - مگر وہ لوگ بڑے گھاٹے میں رہیں گے - جو اپنی بے پروائی سے خدا کے فرستادہ کو صرف اس لئے ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ وہ اس شکل میں یا اس وقت ظاہر نہیں ہوتا جو وہ اپنے خیال میں سمجھ بیٹھے تھے -

بہاءاللہ کا کلام اور آپ کی زندگی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ کل مقدس کتابوں کے موعود ہیں جنہیں طاقت دی گئی ہے کہ پیشینگوئیوں کی مہروں کو توڑیں۔ اور اسرار الٰہی کی سربمہر بہترین شراب پیش کریں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم سب دوسرے کاموں کو بالائے طاق رکھ کر آپ کے بیانات کو سنیں۔ اور ان کی روشنی میں ایک دفعہ پھر انبیائے قدیم کے مشہور گیت اسرار کلمات کا جائزہ لیں۔ ایک دفعہ پھر انبیائے قدیم کے مشہور گیت اسرار کلمات کا جائزہ لیں۔

خدا کی آمد

آخری ایام میں خدا کی آمد ایک ایسا روحانی واقعہ ہے جس کی بابت تمام انبیاء نے پیشینگوئیاں کی ہیں اور اور اپنے بہترین ترانے گائے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ خدا کی آمد سے مراد کیا ہے خدا یقیناً ہر وقت اپنی مخلوق کے ساتھ ہے۔ سب چیزوں کے ذریعہ اور سب پر نمایاں ہے شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور ہمارے ہاتھ اور پاؤں سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ یہ صحیح ہے مگر انسان خدائے ارفع و اقدس کو نہ دیکھ سکتے ہیں۔ نہ سن سکتے ہیں۔ اور نہ ہی تا وقتیکہ وہ ایک ظاہرہ شکل کے ذریعے ان سے انسانی زبان میں کلام نہیں کرتا وہ اس کے ہونے کا احساس کر سکتے ہیں اپنی اعلیٰ صفات کے اظہار کے لئے خدا نے ہمیشہ ایک انسان کو اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ انبیاء میں سے ہر نبی ایک وسیلہ تھا جس کے ذریعے خدا اپنے بندوں کے پاس آیا۔ اور ان سے ہمکلام ہوا۔ حضرت عیسیٰ ایک وسیلہ تھے۔ اور عیسائیوں نے آپ کے ظہور کو خدا کی آمد یقین کرنے میں بالکل صحیح رویہ اختیار کیا۔ آپ کے چہرہ میں انہوں نے خدا کے چہرہ کو دیکھا۔ اور آپ کے لبوں سے انہوں نے خدا کی آواز کو سنا حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں ...... کہ رب الافواج، ابدی باپ، دنیا کے بنانے اور بچانے والے کی آمد جو تمام انبیاء کے بیانات کے مطابق آخری ایام میں

واقع ہونے والی ہے اُس سے سوائے اس کے اور کچھ مُراد نہیں کہ خدا انسانی شکل میں منصۂ شہود پر ظاہر ہوگا جس طرح اس نے اپنے آپ کو یسوع ناصری کی ہیکل (جسم) کے ذریعے ظاہر کیا تھا۔ اب وہ اس مکمل تر اور روشن تر ظہور کے ساتھ آیا ہے جس کے لئے یسوع اور تمام پہلے انبیاء لوگوں کے قلوب کو تیار کرنے آئے تھے۔

حضرت مسیح کے بارے میں پیشگوئیاں

مسیح کی حکومت اور غلبے کے بارے میں

پیشگوئیوں کے معنوں کو نہ سمجھ کر یہودیوں نے حضرت عیسےٰ کا انکار کیا۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں۔

یہودی آج تک مسیح کی آمد کے منتظر ہیں اور رات دن خدا سے دعائیں مانگتے ہیں کہ خدایا اس کی آمد کو جلد لا۔

لیکن جب مسیح آئے تھے تو انہوں نے اُسے رد کیا۔ اور قتل کیا یہ کہہ کر کہ یہ وہ نہیں جس کے ہم منتظر ہیں جب مسیح آئے گا تو نشانیاں اور فوق الفطرت معجزات شہادت دینگے کہ سچا مسیح یہ ہے۔ مسیح نامعلوم شہر سے آئے گا وہ داؤد کے تخت پر متمکن ہوگا۔ وہ فولاد کی تلوار کے ساتھ آئے گا۔ اور لوہے کے عصا کے ساتھ حکومت کرے گا وہ انبیاء کی شریعت کو پورا کرے گا۔ وہ مشرق و مغرب کو فتح کرے گا اور اپنے برگزیدہ لوگوں (یعنی یہودیوں) کو عزّت بخشے گا وہ اپنے ساتھ ایک ایسا امن کا راج لائے گا کہ حیوان بھی انسانوں کے ساتھ دشمنی کرنا چھوڑ دیں گے۔ بھیڑیا اور برّا ایک ہی چشمہ سے پانی پئیں گے۔ اور خدا کی سب مخلوق امن سے رہے گی۔ الخ

یہودی ایسا خیال کرتے اور یہی کہتے تھے کیونکہ وہ پاک کتابوں اور ان کے نورانی صداقتوں کو جو انہیں تھیں نہ سمجھتے تھے۔ اُن کے الفاظ تو انہیں حفظ تھے مگر اُن

کی حیات بخش رُوح کا وہ ایک لفظ بھی نہ سمجھتے تھے

اب سُنئے۔ میں آپ کو اُن کے معنے بتاتا ہوں اگرچہ ناصرت سے جو ایک معلوم جگہ تھی مسیح آئے تھے۔ مگر وہ آسمان سے بھی آئے تھے آپ کا جسم مریم سے تولد ہوا تھا۔ مگر آپ کی روح آسمان سے آئی تھی آپ کی زبان آپ کی تلوار تھی جس سے آپ نے نیک و بد سچے اور جھوٹے ایماندار اور بے ایمان۔ نور اور تاریکی کو علیحدہ کیا۔ آپ کا کلام فی الحقیقت ایک کاٹنے والی تلوار تھی۔

وہ تخت جس پر آپ متمکن ہوئے وہ اَبدی تخت ہے جس پر متمکن ہو کر آپ ہمیشہ راج کرتے ہیں آپ کا تخت آسمانی ہے زمینی نہیں۔ کیونکہ زمین کی تمام چیزیں گزرنے والی ہیں مگر آسمان کی چیزیں کبھی نہیں گزرتیں۔ آپ نے موسےٰ کی شریعت کو نئے معانی سے آراستہ کیا اور تمام نبیوں کے قوانین کو پورا کیا۔ آپ کے کلام نے مشرق و مغرب کو فتح کیا۔ آپ کی حکومت اَبدی ہے۔ جو یہودی آپ پر ایمان لائے آپ نے انہیں سرفراز کیا۔ اُن مرد اور عورتوں کی پیدائش چھوٹے گھرانوں میں ہوئی تھی۔ مگر آپ کے ساتھ تعلق نے انہیں صاحب عزت، اور اَبدی جلال کا مالک بنا دیا حیوانوں کا ایکدوسرے کے ساتھ مِل کر رہنے سے مُراد مختلف اجناس اور فرقوں کا جو ایک دوسرے کے ساتھ برسرِ پیکار رہتے تھے محبّت و مودّت کے ساتھ مِل کر رہنا اور اَبدی چشمہ یعنی مسیح سے زندگی کے پانی کو باہم مِل کر پینا مقدر تھا۔ (ہیرس ٹاکس صفحہ ۴۸)

عیسائیوں کی ایک کثیر تعداد ان پیشینگوئیوں کے ان معانی کو مسیح پر اطلاق ہونے کو قبول کرتی ہے۔ مگر ایسی ہی دوسری پیشینگوئیوں کے بارے میں جو حضرت محمد اور مسیح آخر الزمان کے بارے میں ہیں اُن میں سے اکثر وہی رویہ اختیار کرتے ہیں۔ جو یہودیوں نے کیا تھا۔ وہ اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ اس

کرے، ماورائی پر فوق الفطرت نمود ہو۔ جو پیشینگوئیوں کے الفاظ کو پورا کرے۔

حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے بارے میں پیشینگوئیاں!

بہائی بیانات کے مطابق وہ پیشینگوئیاں جو آخری ایام، آخر وقت ابدی باپ، رب الافواج، کی آمد کے متعلق ہیں وہ حضرت عیسٰی کی آمد کے بارے میں نہیں بلکہ بہاء اللہ کے بارے میں ہیں۔ مثلاً یشعیا کی اس مشہور پیشینگوئی کو لیجئے.... وہ لوگ جو تاریکی میں چل رہے تھے انہوں نے ایک بڑا نور دیکھا وہ جو موت کے سایہ کی زمین میں رہتے تھے۔ ان پر ایک بڑی روشنی چمکی .... کیونکہ تو نے اُن کے بوجھ کے جوئے کو اور ان کے کاندھے کے لٹھ کو اور اُن پر ظلم کرنے والے کے عصا کو ایسا توڑا ہے جیسا کہ مدیان کے دن ہوا تھا۔ کہ جنگ میں کھڑپے پہنے ہوؤں کے سبب کھڑپے اور کپڑے جو لہو سے تر بتر ہوں۔ جلانے کے لئے آگ کا ایندھن ہوں گے کہ ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا۔ اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا۔ اور سلطنت اس کے کاندھے پر ہو گی اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے۔ عجیب مشیر، خدائے قادر، ابدیت کا باپ، سلامتی کا شاہزادہ اس کی

اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ وہ
داؤد کے تخت پر اور اس کی مملکت پر آج سے لیکر ابد تک،
بندوبست کرے گا۔ اور عدالت و صداقت سے اسے قیام
بخشے گا۔ رب الافواج کی غیوری یہ کرے گی۔" (اشعیا باب ۹-۶-۷)

یہ ان پیشنگوئیوں میں سے ایک ہے جو اکثر مسیح کی طرف منسوب کی جاتی
ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا ایک حصہ ایک حد تک مسیح کی طرف منسوب
کیا جا سکتا ہے۔ مگر ایک ذرا سا غور و خوض یہ دکھائے گا کہ یہ کس قدر وضاحت
اور کاملیت کے ساتھ حضرت بہاء اللہ پر صادق آتی ہے اسمیں شک نہیں کہ
مسیح بھی نجات دہندہ تھا، اور ایک بڑا نور اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ مگر آپ
کی آمد پر دو ہزار سال ہونے کو آئے اور اہل زمین کی ایک کثیر تعداد ابھی تک
تاریکی میں چل رہی ہے اور بنی اسرائیل اور خدا کے بہت سے فرزند ابھی
تک ظالموں کے جوئے کے نیچے کراہ رہے ہیں۔ اس کے برعکس دور بہائی کے پہلے چند
ہی سالوں میں صداقت کے نور نے مشرق و مغرب دونوں کو روشن کر دیا ہے جو خدا
کی ابوت اور انسانی اخوت کی خوشخبری دنیا کے سب ملکوں میں پہنچا دی گئی ہے
زبردست خود مختار حکومتیں جو فوج کے بل پر حکومت کرتی تھیں ملیا میٹ ہو گئیں
ایک لیگ آف نیشنز (بین الاقوامی مجلس اتحاد) پیدا ہو گئی ہے۔ جو تمام دنیا کی
گری ہوئی اور مظلوم اقوام کو فوری امن و امان کی امید بندھا رہی ہے۔ جنگ عظیم
جو ابھی ابھی دنیا کو آتشی ہتھیاروں سے سیال آگ اور بمب سے انجنوں کے
ایندھن کے بے نظیر مظاہرے سے کپکپا چکی ہے فی الحقیقت جلن اور آگ
کے ایندھن کے ساتھ واقع ہوئی تھی۔ بہاء اللہ نے اپنی الواح میں حکومت و سیاست
کے مسائل پر مفصل لکھ کر اور یہ دکھا کر کہ ان کا بہترین حل کیا ہے۔ حکومت کو

اپنے کندھوں پر لے لیا ہے۔ ایسے طریقہ سے کہ مسیح نے اس طرح کبھی نہ کہا تھا۔
ان صفات کے بارے میں ابدی باپ، امن کے شہزادے، بہاء اللہ نے
مگر اپنے آپ کو باپ" کا ظہور کہا ہے جس کی مسیح اور اشعیا نے پیشنگوئی کی تھی۔
مگر حضرت مسیح نے اپنے آپ کو ہمیشہ بیٹا" کہا ہے۔ حضرت بہاء اللہ اعلان فرماتے
ہیں کہ ہمارا کام زمین پر امن قائم کرنا ہے۔ مگر حضرت مسیح نے کہا ہے۔ میں امن
نہیں بلکہ تلوار لایا ہوں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ کے سارے دور میں فرقہ دارانہ
فساد بکثرت رہے۔

بہاء اللہ عربی زبان میں بہاء اللہ کا ترجمہ خدا کا جلال ہے۔
عبرانی انبیاء نے اکثر پیشینگوئیوں میں بتایا ہے کہ موعود
ادیان اس مبارک نام سے آخری ایام میں ظاہر ہوگا۔ مثلاً اشعیا نبی کے چالیسویں
باب میں فرماتا ہے۔

تم تسلی دو میرے لوگوں کو تم تسلی دو۔ تمہارا خدا فرماتا ہے۔
یروشلم کو دلاسا دو۔ اور اسے پکار کر کہو کہ اس مصیبت کے دن
جو جنگ و جدال کے تھے گزر گئے۔ اس کے گناہ کا کفارہ ہوا اور اس نے
خداوند کے ہاتھ سے اپنے سب گناہوں کا بدلہ دو چند پایا۔ بیابان
میں ایک منادی کرنے والے کی آواز تم خدا کی راہیں درست کرو
صحراؤں میں ہمارے خداوند کے لئے ایک سیدھی شاہراہ تیار کرو۔
ہر ایک نشیب اونچا کیا جائے اور ہر ایک کوہ اور ٹیلہ پست کیا جائے
اور ہر ایک ٹیڑھی چیز سیدھی، اور ناہموار جگہیں ہموار کی جائیں اور
خداوند کا جلال آشکار ہوگا۔ اور سب بشر ایک ساتھ اسے
دیکھیں گے کہ خداوند کے منہ نے یہ فرمایا ہے۔

پہلی پیشینگوئی کی طرح اس پیشین گوئی کا بھی کچھ حصّہ حضرت مسیح اور آپ کے مبشّر یوحنا بپتسمہ دینے والے سے پورا ہو گیا تھا۔ مگر صرف ایک حصّہ ہی پورا ہوا تھا کیونکہ مسیح کے زمانہ میں یروشلم کی جنگ ابھی ختم نہ ہوئی تھی۔ سخت امتحان اور ذلّت کی بہت سی صدیاں ابھی اس کے لئے باقی تھیں۔

مگر حضرت باب اور بہآء اللہ کے ظہور سے اس پیشینگوئی کی کاملیت شروع ہو گئی ہے۔ یروشلم کے لئے عزت کے دن شروع ہو گئے ہیں اور پھر امن و پر جلال استقبال کی اُمیدیں اُس کے لئے معقول طور سے باندھی جا سکتی ہیں۔

دوسری پیشینگوئیاں اسرائیل کے منجی۔ کل عالم کے ہادی حضرت بہآء اللہ کے مشرق سے سورج نکلنے کی طرف سے ارض مقدس کو آنے کے بارے میں ہیں حضرت بہآء اللہ ایران میں ظاہر ہوئے، جو فلسطین یا ارض مقدس کے مشرق جانب سورج نکلنے کی طرف ہے۔ اور آپ ارض مقدس کو آئے جہاں آپ نے اپنی زندگی کے آخری چوبیس سال بسر کئے۔ اگر آپ آزادی کی حالت میں وہاں تشریف لاتے تو لوگوں کو یہ کہنے کا امکان ہوتا کہ یہ ایک جھوٹے مدعی کا فریب ہے جو اس نے پیشینگوئیوں کو پورا کرنے کیلئے کیا ہے۔ آپ ایک قیدی اور جلاوطن کی حالت میں وہاں تشریف لائے شاہ ایران اور سلطان ترکی نے آپ کو یہاں بھیجا تھا۔ جن پر یہ گمان ہی نہیں ہو سکتا کہ دعویٰ بہآء اللہ کی دلیل پیش کرنے کے لئے انہوں نے ایسا کیا ہے۔

یوم اللہ

ایسے جملوں میں مثلاً یوم اللہ، یوم آخر، یوم سے مُراد دَور ہے۔ ہر دین اعظم کے بانی کا ایک یوم، یا دور تھا۔ ہر ایک ایک آفتاب کی مانند تھا۔ اُن کی تعلیمات کے لئے ایک اشراق ہوتا تھا۔ ان کی صداقتیں آہستہ آہستہ قلوب و عقولِ انسان کو روشن کرتی تھیں حتیٰ کہ وہ اپنے

اتر کے عین عروج پر پہنچ جاتی تھیں۔ تب اسی طرح آہستہ آہستہ اُن کی روشنی گھٹنے لگتی تھی ان کے معانی غلط کئے جانے لگتے تھے۔ اور اُن کی صداقتیں بگاڑی جاتی تھیں۔ تاریکی دنیا پر حاوی ہو جاتی تھی حتیٰ کہ ایک نئے نور اور نئے یوم کا آفتاب ظاہر ہوتا تھا۔

خدا کے ظہور اعظم کے دن کا نام یوم آخر ہے۔ کیونکہ یہ ایسا یوم ہے کہ اس کا کوئی آخر نہیں اور اس کے لئے کوئی رات نہیں اس ظہور اعظم کا آفتاب کبھی غروب نہ ہوگا۔ بلکہ وہ نفوس و ارواح انسان کو اس دنیا میں بھی اور آنے والی دنیا میں بھی روشن کرتا رہے گا۔

فی الحقیقت آفتاب ہائے روحانی میں سے کبھی کوئی غروب نہیں ہوا موسیٰؑ عیسیٰؑ محمدؐ اور دوسرے مظاہر الہٰی کے آفتاب اب تک آسمان میں لازوال نور کے ساتھ روشن اور درخشاں ہیں مگر دنیا کے پیدا کئے ہوئے بادل اُن کے نور کو دنیا سے چھپا رہے ہیں۔ بہاء اللہ کا آفتاب اعظم ان بادلوں کو ہمیشہ کے لئے بکھیر دے گا۔ تاکہ تمام ادیان کے لوگ کل انبیاء کے انوار سے حصہ لیں۔ اور متفق و متحد ہو کر ایک خدا کی پرستش کریں۔ جس کے نور کو کل انبیاءؑ نے دنیا پر منعکس کیا تھا۔

حضرت عبد البہاء کے بارے میں پیشگوئیاں

اشعیا۔ یرمیاہ۔ حزقیل اور زکریا کی پیشگوئیوں میں اُس شخص کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جو **غصن یا شاخ** کہلائے گا۔ عیسائیوں نے اُن کی تطبیق حضرت مسیح سے کی ہے۔ مگر بہائی انہیں عبد البہاء کے لئے مخصوص خیال کرتے ہیں۔ ایران میں یہ ایک رسم ہے کہ گھرانے کے سب سے بڑے

فرزند کو غصن اعظم کہتے ہیں۔ چونکہ عبدالبہاء حضرت بہاء اللہ کے سب سے بڑے فرزند تھے اس لئے بہائیوں میں عام طور سے اس لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت بہاء اللہ اپنی الواح میں اپنے آپ کو اکثر سدرہ یا **اصل** کہتے ہیں اور عبدالبہاء کو غصن کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔ عبدالبہاء خود فرماتے ہیں۔

عبدالبہاء میثاق الٰہی کا مرکز ہے۔ غصن ہے جو شجر کے ماتحت ہو شجر جوہر ہے۔ شجر جڑ ہے۔ شجر عالمگیر حقیقت ہے"

(سٹار آف دی ویسٹ جلد ۸ نمبر ۱۷ صفحہ ۲۲۵)

بائبل میں غصن کے بارے میں سب سے بڑی پیشینگوئی اشعیا کے گیارہویں باب میں ہے۔

جیسی کے تنے سے ایک کونپل نکلے گا۔ اور اسکی جڑوں سے ایک پھلدار شاخ پیدا ہوگی اور خداوند کی روح اسپر ٹھہریگی حکمت اور خرد کی روح مصلحت اور قدرت کی روح معرفت اور خداوند کے خوف کی روح ..... اس کی کمر کا پٹکا راستبازی ہوگی اور پہلو وفاداری کے پٹکے سے کسے ہوئے ہوں گے اُس وقت بھیڑیا برہ کے ساتھ رہے گا۔ اور چیتا بکری کے بچے کے ساتھ بیٹھے گا۔ اور بچھیا اور شیر بچہ اور پالا ہوا بیل سب مل رہیں گے۔ اور ننھا بچہ ان کی پیش روی کرے گا۔

وہ میرے مقدس کوہ کی سب اطراف میں کسی کو دکھ نہ دینگے۔ اور توڑ نہ ڈالیں گے۔ کیونکہ جس طرح پانی سے سمندر بھرا ہوا ہے اسی طرح زمین خدا کے عرفان سے معمور ہوگی ....

اور اس دن ایسا ہوگا کہ خداوند دوسری مرتبہ اپنا ہاتھ بڑھا کر

اپنے لوگوں کا بقیہ جو بچ رہا ہے اسور- اور مصر- اور فتروس- اور کوش- اور عیلام- اور سنعار- اور حمات- اور سمندری اطراف سے پھیر لائے گا- اور وہ قوموں کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کرے گا اور اور ان اسرائیلیوں کو جو خارج کئے گئے ہیں- جمع کرے گا- اور سارے بنی یہوداہ کو جو پراگندہ ہوں گے- زمین کے چاروں کونوں سے فراہم کرے گا"

حضرت عبد البہاء اس پیشنگوئی اور غصن کی نسبت دیگر پیشینگوئیوں کے بارہ میں فرماتے ہیں:-

سب سے عظیم واقعہ جو اس بے نظیر غصن کے ایام ظہور میں واقع ہونا ہے وہ خدا کے علم کا تمام قوموں کے درمیان بلند ہونا ہے یعنی تمام اقوام و نسلیں اس خدائی جھنڈے یعنی اس غصن اعظم کے سایہ تلے جمع ہونگے- مذاہب و ادیان کی باہمی جنگ- نسلوں یا اقوام کی آپس کی دشمنیاں، اور وطن پرستی کے اختلافات جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیئے جائیں گے- سب ایک دین- ایک ایمان- ایک نسل- ایک قوم بن جائینگے- اور ایک وطن میں رہیں گے- جو یہ کرۂ خاکی ہے عالمگیر امن و اتحاد تمام قوموں کے درمیان جلوہ گر ہوگا یہ بے نظیر غصن تمام اسرائیل کو اکٹھا کرے گا جس کے معنے یہ ہیں کہ اس دور میں قوم یہود جو مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پراگندہ ہے ارض مقدس میں جمع ہو گی "

اب ملاحظہ کریں کہ یہ واقعات دَور عیسوی میں واقع نہیں ہوئے۔ کیونکہ کُل اقوام ایک جھنڈے کے نیچے جس سے مُراد غصن الٰہی ہے جمع نہیں ہوئی تھیں۔ مگر اس دَور میں جو ربّ الافواج کا دَور ہے۔ تمام اقوام اس جھنڈے کے سایہ میں داخل ہونگی اسی طرح دنیا میں پراگندہ شدہ اسرائیل دَور عیسوی میں ارض مقدس میں جمع نہ کئے گئے تھے۔ مگر بہاء اللہ کے دَور کے آغاز سے انبیا کی صریح نص کے مطابق اس خدائی وعدہ کا ایفا ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ دنیا کے ہر طرف سے یہودی اقوام آ آ کر ارض مقدس میں جمع ہو رہی ہیں۔ وہ دیہات اور شہروں میں اپنی زمینیں لے کر آباد ہو رہے ہیں۔ دن بدن وہ بڑھتے جائینگے حتیٰ کہ تمام فلسطین ان کا وطن ہو جائے گا۔"

(انگریزی مفاوضات عبد البہاء صفحہ ۷۵)

اس تحریر کے شائع ہونے کے بعد فلسطین ترکوں کے قبضہ سے نکل گیا اور دولت ہائے متحدہ نے فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک وطن کے قیام کی پالیسی کو منظور کر لیا ہے جس کی عملی کارروائی جاری ہے۔

جنگ عظیم کے بعد لیگ آف نیشنز بھی قائم ہو گئی۔ اور ایک بین الاقوامی کانگرس بھی وجود میں آ گئی ہے۔ جس کا مقصد آہستہ آہستہ آلات حرب کو کم کرنا ہے۔ بین الاقوامی امن کے بارہ میں پیشگوئی کے پورا ہونے کیلئے بلا شک یہ بہت اہم اقدام ہیں۔

قیامت یا یوم العدل

حضرت مسیح نے بہت سی تمثیلوں میں ایک یوم العدل کے بارے میں تعلیم دی ہے۔ کہ

جس وقت ابن انسان اپنے باپ کے جلال میں آئے گا۔ اور ہر ایک انسان کو اُس کے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔" (متی باب ۲۶۔ آیت ۲۷)

آپ اُس دن کو فصل اکٹھا کرنے کے دن سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ جب سرکنڈے تو جلا دئے جاتے ہیں۔ اور گیہوں کھلیان میں جمع کر لیا جاتا ہے۔

ایسا ہی دُنیا کے اختتام (تکمیل وقت) پر ہو گا۔ ابن انسان اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کی ملکوت میں سے اُن تمام چیزوں کو جو ٹھوکا کار ہیں اور جو بدی کرتی ہیں جمع کرینگے۔ اور انہیں جہنّم میں پھینکدیں گے۔ جہاں رونا اور دانت پیسنا ہو گا۔ اسو نتت راست باز اپنے باپ کی ملکوت میں سورج کی طرح روشن ہو جائیں گے۔

(متی باب ۱۳۔ آیت ۴۰۔ ۴۳)

ان آیات اور اسی قسم کی دوسری آیات میں ان الفاظ "دُنیا کے اختتام" نے جو کتاب مقدّس کے مستند تراجم میں درج ہیں بہت سے لوگوں کو اس خیال میں ڈالدیا ہے کہ یوم العدل کے دن زمین یک بیک تباہ کردی جائے گی۔ مگر ایسا خیال کرنا صریح غلطی ہے ان الفاظ کا صحیح ترجمہ تکمیل یا اتمام زمانہ زیادہ موزوں اور درست ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ باپ کی بادشاہت زمین پر بھی اور آسمان پر بھی قائم کی جائے گی۔ آپ دُعا مانگنا سکھلاتے ہیں تیری بادشاہت آئے۔ اور تیری مرضی جیسی کہ آسمان پہ ہے زمین پر پوری ہو۔ انگورستان کی تمثیل میں جب باپ یعنی انگورستان کا مالک آئے گا تو وہ شریر کام کرنے والوں کو تباہ کرے گا۔

انگورستان (دُنیا) کو تباہ نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ تو اسے دوسرے کام کرنے والوں کے سپرد کردے گا۔ جو موسم پر اُسے پھل پہنچایا کریں گے۔

زمین تباہ نہیں کی جائے گی۔ بلکہ یہ از سر نو تازہ اور تیار کی جائے گی۔ ایک دوسرے موقع پر حضرت مسیح نے اُس دن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "وہ نئی پیدائش ہوگی جب ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر جلوہ افروز ہوگا"

پطرس رسول نے اُسے موسم بہار سے تشبیہہ دی ہے۔ اور کہا کہ اُس دن وہ تمام باتیں ظاہر ہوں گی جن کا ذکر خدا نے جب سے دنیا شروع ہوئی ہے۔ اپنے تمام انبیاء کی زبانی کیا ہے"۔ جس یوم العدل کا حضرت مسیح ذکر فرماتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اور رب الافواج یعنی باپ کی آمد جس کی اشعیا اور زبور لکھنے والے کے دوسرے انبیا نے پیشنگوئیاں کی ہیں۔ ایک ہی ہیں اس وقت شریروں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔ اور عدل اور راستبازی زمین پر اسی طرح جاری ہو جائے گی۔ جیسی آسمان پر ہے۔

بہائی تعلیمات کے مطابق ہر ظہور الٰہی کی آمد یوم العدل ہے۔ مگر حضرت بہاء اللہ کا ظہور اقدس و اعلیٰ وہ یوم العدل عظیم ہے جس سے اس بڑے اور عالمگیر دور کا آغاز ہوتا ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ صور جس کا ذکر مسیح، محمد اور دوسرے انبیاء کرتے ہیں ظہور الٰہی کی ندائے دعوت ہوتی ہے۔ جو تمام آسمان اور زمین کے رہنے والوں کو خواہ وہ مجسم ہوں یا غیر مجسم دی جاتی ہے اس کے ظہور کے ذریعہ لقائے الٰہی اُن لوگوں کا حصہ ہوتی ہے جو اس کی ملاقات کے طالب صادق ہوتے ہیں اور یہ لقا اس کی خوشنودی عرفان اور محبت کا دروازہ اور اُس کے بندوں کے ساتھ محبت اور اخوت سے رہنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو خدا کی شریعت پر جو وہ اپنے ظہور کے ذریعہ نازل کرتا ہے اپنے طریقوں کو ترجیح دیتے ہیں وہ خود غرضی گناہ اور عداوت کے جہنم میں اپنے آپکو دھکیلتے ہیں۔

حشر یا بعثت

یوم المعاد ہی یوم القیامت یعنی مردوں کے جی اٹھنے کا دن بھی ہے۔ پولوس رسول کرنتھیوں کے پہلے خط میں فرماتے ہیں۔

دیکھو میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ ہم سب سوئینگے
نہیں بلکہ آخری نرسنگے کی آواز پر ایک دم آنکھ کی پلک
جھپکنے کے وقت میں بدل دئے جائینگے۔ کیونکہ نرسنگا پھونکا
جائیگا۔ اور مردے پاک حالت اٹھائے جائیں گے اور ہم
تبدیل کر دئے جائیں گے کیونکہ یہ ناپاکی پاکی سے اور یہ فنا بقا سے
بدل دی جائے گی۔

ان عبارات یعنی مردوں کے جی اٹھنے وغیرہ کے بارے میں حضرت بہاء اللہ صاحب نے
کتاب ایقان میں فرمایا ہے۔

اس موت و حیات کے معنے جس کا کتابوں میں ذکر آیا ہے۔
ایمان کی موت و حیات ہے انہی معنوں کے نہ سمجھنے سے ہر
ایک ظہور میں عام لوگوں نے اعتراض کئے اور آفتاب ہدایت
سے محروم رہے اور جمال الٰہی کی پیروی نہ کی۔ چنانچہ:-
حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں۔ تم کو دوبارہ پیدا ہونا لازمی ہے پھر
دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ جب تک انسان پانی اور روح سے
پیدا نہ ہو۔ خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ
جو جسم سے پیدا ہوا وہ جسم ہے اور جو روح سے وہ روح ہے

(یوحنا باب ۳- آیت ۶)

جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ جو معرفت الٰہی کے پانی اور روح قدس

مظہرِ ظہور سے پیدا نہیں ہوئے وہ ملکوت ربّانی میں داخل ہونیکے
قابل نہیں ...... خلاصہ یہ ہے کہ وہ بندے جو ہر عہد میں مظاہر
مقدسہ کے نفخۂ بعث سے پیدا اور زندہ ہوتے ہیں ان پر زندگی اور
مُردوں میں سے جی اٹھنے کا حکم جاری ہوتا ہے اور وہی محبت الہٰی کی
جنت میں باریابی پاتے ہیں۔ دوسروں پر وہ دوسرا حکم یعنی موت و
غفلت کا لگتا ہے۔ اور وہ کفر کی آگ اور خدائی عذاب میں دھکیلے جاتے ہیں۔
...... ہر ایک قرن اور زمانہ میں خدا کے پیغمبروں اور اس کے برگزیدہ
بندوں کا مقصد صرف یہ ہی رہا ہے کہ وہ ایسی اصطلاحوں یعنی زندگی
جی اٹھنے اور قیامت کے روحانی معنوں کو بتائیں ....
اگر معرفت الہٰی کے صاف پانی سے آپ ذرا سا پی لیں تو سمجھ جائیں کہ
حقیقی زندگی حیات دل ہے نہ کہ حیات جسم کیونکہ حیات جسم میں
انسان وحیوان سب شامل ہیں۔ مگر حقیقی زندگی صرف ان ہی نورانی
دل والوں کیلئے مخصوص ہے جو ایمان کے سمندر سے شاداب اور ایقان کے
پھلوں سے سیراب ہوتے ہیں۔ اس حیات کے بعد موت اور اس بقا
کے لئے فنا نہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے المؤمن حیٌّ فی الدارین (مومن
دونوں جہان میں زندہ ہے) اگر ظاہرہ جسم کی زندگی مراد ہوتی تو یہ
ظاہر ہے کہ موت اُسے ختم کر دیتی ہے "

(۱۱۴۔۱۱۸۔ ایقان انگریزی)

بہائی تعلیمات کے مطابق بعثت جسموں کی نہیں ہوگی۔ جسم جب ایک دفعہ
مر جاتا ہے تو اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس کے اجزاء بکھر جاتے ہیں۔ اور اس کے
ذرات پھر کبھی بھی اُس جسم میں جمع نہیں ہوتے۔

بعثت سے مراد انسان کا روح القدس کے نفخ کے ذریعہ جو ظہور الٰہی کے وسیلے اسکو عنایت ہوتا ہے روحانی زندگی میں پیدا ہوتا ہے۔ قبر جس سے وہ اٹھتا ہے وہ جہالت اور خدا سے غفلت کی قبر ہے۔ نیند جس سے وہ بیدار ہوتا ہے اور روحانی حالت خفتگی ہے۔ جو بہت سے لوگوں پر طاری ہے اور وہ اس حالت میں پڑے ہوئے یوم اللہ کے طلوع ہونے کے منتظر ہیں۔ یہ روحانی صبح اُن سب کو روشن کر دیتی ہے۔ جو صفحۂ گیتی پر ہیں۔ خواہ مجسم ہوں یا غیر مجسم لیکن وہ جن کی روحانی آنکھیں اندھی ہیں وہ اس صبح کو نہیں دیکھ سکتے بعثت کا دن ۲۴ گھنٹے کا دن نہیں ہے بلکہ یہ ایک دور ہے جو اب شروع ہوا ہے اور اسوقت تک رہے گا جب تک موجودہ دور عالم جاری رہے گا۔ اس دن کا صبح کا ستارا حضرت باب تھے۔ اس کا آفتاب حضرت بہاء اللہ کا ظہور اعظم ہے اور اس کا قمر عبدالبہاء ہیں۔ یہ ایسے ستارہ سورج۔ اور قمر ہیں جو کبھی غروب نہ ہوں گے۔ اور عالم روحانی میں اس وقت بھی چمکتے رہیں گے جب موجودہ تمدن کے تمام آثار کرۂ ارض پر سے محو ہو جائیں گے۔

مسیح کی دوبارہ آمد

حضرت مسیح نے آنے والے مظہر الٰہی کا ذکر اکثر جگہ صیغۂ غائب میں کیا ہے مگر کسی کسی جگہ صیغہ متکلم بھی استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً "میں جاتا ہوں کہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں اور اگر میں گیا اور تمہارے لئے جگہ تیار کی تو میں پھر آؤں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

(یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۲)

اعمال کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ مسیح کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے وقت شاگردوں سے کہا گیا۔ "یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ اسی طرح پھر آئے گا جس طرح تم نے اسے

آسمان پر جاتے دیکھا"

ان اور ایسے ہی دوسرے اقوال کے سبب بہت سے عیسائی امید رکھتے ہیں کہ ابن آدم آسمان کے بادلوں پر جب بڑے جلال سے آئے گا تو وہ عیسائی اسی مسیح کو دیکھیں گے جو دو ہزار برس پہلے یروشلم کی گلیوں میں چلتا پھرتا تھا جس نے دکھ اٹھائے اور صلیب سہی۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں جو کہ میخوں سے سوراخ کئے گئے تھے۔ ان میں انگلیاں ڈال کر اور اسکے پہلو میں جو سپاہی نے زخم لگایا تھا۔ اس میں اپنے ہاتھ ڈال کر دیکھیں۔ مگر خود حضرت مسیح کے الفاظ اس خیال کی تردید کرتے ہیں۔

حضرت مسیح کے زمانے کے یہودی بھی الیاہ نبی کے دوبارہ آنے کے بارے میں بعینہٖ یہی خیالات رکھتے تھے۔ مگر حضرت عیسیٰ نے ان کی غلطی ان پر آشکار کی اور انہیں سمجھایا کہ یہ پیشگوئی کہ الیاہ کا پہلے آنا ضروری ہے پوری ہو گئی۔ الیاہ کے جسم اور شخصیت میں واپس آنے سے نہیں بلکہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کی ذات سے جو الیاہ کی طاقت اور روح کے ساتھ آیا ہے" حضرت مسیح فرماتے ہیں۔

"اور اگر تم قبول کرو تو یہ (یوحنا) الیاہ ہے جس کا آنا ضروری تھا۔ وہ جو سننے کے کان رکھتا ہے سن لے"

اس سے ثابت ہوا کہ الیاہ کے دوبارہ آنے سے مراد ایک دوسرے شخص کا دوسرے والدین کے ہاں پیدا ہو کر آنا ہے جو خدا کی طرف سے اس طاقت و روح کا مالک ہو گا جس کا الیاہ مالک تھا۔ پس مسیح کے ان اقوال سے یقینی طور سے ثابت ہو گیا کہ آپ کے دوبارہ آنے سے مراد ایک دوسری ذات کا دوسری ماں سے پیدا ہو کر آنا ہے۔ جو ویسی ہی خدائی طاقت و روح ظاہر کرے گا جیسی مسیح نے کی تھی

حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ الیاہ اور مسیح کا دوبارہ آنا حضرت باب کے اور آپ کے

آنے سے پورا ہو گیا۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں۔
اگر آج کا سورج کہو کہ یہ کل کا سورج ہے تو درست ہے اور اگر
دنوں کے لحاظ سے کہو کہ یہ دوسرا ہے تو بھی بجا ہے اسی طرح
دنوں کا خیال فرمائیں کہ اگر کہا جائے تمام دن ایک ہیں تو صحیح درست
ہے۔ یا اگر اسم و رسم کے لحاظ سے کہا جائے کہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں
تو بھی ٹھیک ہے جیسا کہ تم دیکھتے بھی ہو کہ اگرچہ وہ سب ایک ہی ہیں
تو بھی ہر ایک میں نام اور کام اور خاصیت جدا جدا نظر آتی ہے جو
اس کے سوا دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ پس اسی بیان قاعدہ
سے مظاہر قدسیہ کے مقامات فصل و فرق اور اتحاد کا اندازہ
لگائیں تاکہ خالق اسماء و صفات کے کلمات کے معنے جمع و فرق کے
بارے میں آپ جان جائیں۔ (کتاب ایقان انگریزی ص)

حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں

خوب جان لیں کہ مسیح کے دوبارہ آنے سے مراد وہ نہیں جو لوگ سمجھے
بیٹھے ہیں۔ بلکہ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ آپ کے بعد ایک اللہ موعود
آنے والا ہے وہ خدا کی ملکوت اور اس کی طاقت کے ساتھ آئیگا۔
جو تمام دنیا کو گھیرے گی۔ اور یہ حکومت سے مراد قلوب و ارواح کے عوالم پر
قبضہ ہے جہان مادی پر نہیں کیونکہ مادی دنیا خدا کے حضور ایک مکھی کے برابر
بھی نہیں اگر تم جاننے والوں میں سے ہو۔ یقیناً مسیح اپنی حکومت
کے ساتھ اول لاازل سے آیا اور آخر الا آخر تک اپنی ملکوت کے ساتھ
آئے گا کیونکہ ان معنوں میں مسیح سے مراد حقیقت الٰہی جوہر فرد اور
آسمانی ذات کا ظہور ہے جس کا نہ کوئی اول ہے نہ آخر۔ اسکے

لئے ہر دور میں طلوع اشراق، ظہور و غروب ہے۔"

(انگریزی الواح عبدالبہاء جلد ا۔ صفحہ ۱۳۸)

آخر کا وقت

حضرت مسیح اور آپ کے رسولوں نے بہت سی نشانیاں بیان کی ہیں۔ جن سے ابنِ آدم کا اپنے باپ کے جلال میں دوبارہ آنا پہچانا جا سکے گا۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔

"پھر جب تم یروشلم کو فوجوں سے گھرا ہوا دیکھو تو جان لینا کہ اس کا اُجڑ جانا نزدیک ہے .... کیونکہ یہ انتقام کے دن ہوں گے۔ جن میں سب باتیں جو لکھی ہیں پوری ہو جائیں گی .... کیونکہ ملک میں بڑی مصیبت اور اس قوم پر غضب ہو گا۔ اور وہ تلوار کا لقمہ بن جائینگے۔ اور اسیر ہو کر سب قوموں میں پہنچائے جائینگے اور یروشلم غیر قوموں سے پامال ہوتی رہے گی۔ جب تک غیر قوموں کی میعاد پوری نہ ہو"

(لوقا باب ۲۱- آیت ۲۰-۲۴)

پھر آپ فرماتے ہیں۔

خبردار! کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئینگے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کرینگے۔ اور لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار گھبرا نہ جانا۔ کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن وہ آخر کا وقت نہ ہو گا۔ کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی۔ اور جگہ جگہ کال پڑینگے اور زلزلے آئیں گے۔ لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہونگی اس وقت لوگ تمہیں تکلیف دینے کیلئے پکڑوائیں گے اور تمہیں قتل کریں گے۔ اور میرے نام کے سبب ساری قومیں تم سے عداوت

رکھیں گی۔ اور اسوقت بہتیرے ٹھوکر کھائیں گے۔ اور ایک دوسرے کو پکڑوائیں اور ایک دوسرے سے عداوت رکھیں گے اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کرینگے اور بے دینی کے بڑھ جانے کے سبب بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی۔ مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا۔ اور بادشاہت کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ اور اس وقت آخر کا وقت ہوگا۔" (متی باب ۲۴-۴-۱۴)

ان دو عبارتوں میں حضرت مسیح نے صریح الفاظ میں بغیر حجاب و نقاب کے اُن باتوں کو بتلایا ہے جن کا ابن آدم کے آنے سے پیشتر واقع ہونا ضروری ہے۔ ان بیانات مسیح کے بعد کے سنین میں ہر ایک نشانی جو ان اقوال میں دی گئی ہے پوری ہو چکی ہے۔ ہر عبارت کے آخری حصہ میں آپ ایک ایسے واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں جو آمد ظہور کا پتہ دیتا ہے۔ پہلی عبارت میں یہودیوں کی جلاوطنی کا خاتمہ اور یروشلم کے ازسرنو آباد ہونے کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں انجیل کا تمام دنیا میں سنایا جانا ہے۔ یہ دونوں نشانیاں اس ہمارے زمانہ میں لفظاً بہ لفظاً پوری ہو رہی ہیں۔ اب اگر پیشینگوئی کی سچائی پر ہمیں یقین ہے تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہم اس آخر کے وقت میں رہ رہے ہیں جس کا حضرت مسیح نے ذکر کیا تھا۔

حضرت محمدؐ نے بھی بعض نشانیوں کا ذکر کیا ہے جو قیامت کے دن تک ظاہر ہونگی۔ قرآن شریف میں ہم پڑھتے ہیں۔

واذ قال اللّٰہ لعیسی انّی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ۔ ثمّ الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم

فیہ مختلفون۔ جب اللہ نے فرمایا! اے عیسیٰ میں تجھے وفات دونگا
اور تجھے اپنی طرف اٹھالونگا۔ اور اُن الزاموں سے تجھے بری کرونگا جو کافر تجھپر لگاتے
ہیں۔ اور تیرے پیروکاروں (یعنی عیسائیوں) کو قیامت کے دن تک، کافروں کے
اوپر غالب رکھونگا۔ پھر تم میری طرف لوٹ آؤگے۔ پس تمہارے اختلافات کا
تمہارے درمیان فیصلہ کرونگا۔" (سورۃ آل عمران ۴۸)

وقالت الیہود ید اللہ مغلولۃ۔ غلت ایدیھم ولعنوا بما
قالوا۔ بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء و
لیزیدن کثیرا منھم ما انزل الیک من ربک طغیانا
و کفرا والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ
کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاھا اللہ۔

"یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بند ہوا ہے۔ خود ان کے ہی ہاتھ بند ہوگئے
اور وہ اپنے قول سے ملعون ہوگئے۔ بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ جیسے
چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ جو کچھ تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے
اکثر اُن لوگوں میں اس سے سرکشی اور انکار بڑھے گا۔ ہم نے اُن میں عداوت
اور بغض رکھدی جو قیامت کے دن تک رہے گی۔ جب کبھی وہ لڑائی کے لئے آگ
بھڑکاتے ہیں خدا اُسے بجھا دیتا ہے۔" (سورۃ مائدہ ۶۹)

ومن الذین قالوا انا نصاری اخذنا میثاقھم فنسوا حظا مما ذکروا
بہ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ وسوف ینبئھم اللہ
بما کانوا یصنعون۔

اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے میثاق کو
قبول کرلیا ہے۔ انہوں نے بھی بہت کچھ اُس کو بھلا دیا ہے جو انہیں تعلیم دی گئی

تھی پس ہم نے اُن میں عداوت اور بغض رکھدیا ہے جو قیامت کے دن تک رہیگا
عنقریب خدا انہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرے گا۔" (سورۂ مائدہ)
یہ پیشینگوئیاں بھی لفظاً بہ لفظاً پوری ہوگئی ہیں۔ یہودی عیسائیوں اور مسلمانوں کے
ہاتھ ہوئے پھوٹ اور تفرقہ دونوں عیسائیوں اور یہودیوں میں پڑگیا اور حضرت
محمد کی ان پیشینگوئیوں کے وقت سے صدیوں تک جاری رہا۔ اب یہاں کی
عمر (قیامت کے دن) سے ان حالات کے ختم ہونے کے آثار ظاہر ہونے شروع
ہوگئے ہیں۔

آسمان اور زمین پر نشانیاں

ظہور موعود کی نشانیوں کا بیان۔ یہودی عیسائی۔ اسلامی۔ اور دیگر مذاہب

کتب مقدسہ میں بالکل ایک سا پایا جاتا ہے۔ یوائیل کی کتاب میں لکھا ہے۔
اور میں آسمانوں اور زمین پر عجیب قدرتیں ظاہر کروں گا۔ یعنی لہو اور
آگ اور دھوئیں کے ستون۔۔۔۔ سورج اندھیرا اور چاند لہو ہو جائیگا۔
پیشتر اس کے کہ خداوند کا بڑا اور خوفناک دن آپہونچے۔۔۔۔۔۔ اور
دیکھ اُن ہی دنوں میں اور اسی وقت میں جبکہ یہوداہ اور یروشلم کی
اسیری کو پھیر لاؤں گا۔ تب ساری قوموں کو اکٹھا کروں گا اور انہیں
یہوسفط کی وادی میں جمع کروں گا۔ اور وہاں اُن پر حجت ثابت کرونگا
گروہ پر گروہ فیصلہ کی وادی میں ہے۔ کیونکہ یوم اللہ (خدا کا دن) فیصلہ
کی وادی میں آپہونچا۔ سورج اور چاند اندھیرے ہو جائیں گے۔
اور ستارے اپنی روشنی سے باز آئینگے۔ کیونکہ خدا صیہون سے
نعرہ مارے گا۔ اور یروشلم میں سے اپنی آواز بلند کرے گا۔ اور آسمان
و زمین کانپیں گے۔ لیکن خدا اپنے لوگوں کی پناہ گاہ ہوگا۔"

اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائیگا۔
اور چاند روشنی نہ دیگا۔ اور ستارے آسمان سے گریں گے اور
آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔ اس وقت ابن آدم کا نشان
آسمان پر دکھائی دے گا۔ اس وقت زمین کی ساری قومیں
چھاتی پیٹیں گی۔ اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ
آسمان کے بادلوں پر آتا دیکھیں گی۔ (متی باب ۲۴ کی ۲۹-۳۰ آیات)
قرآن میں فرماتا ہے۔

"اذا الشمس کورت الخ" جب سورج لپیٹ لیا جائے۔ اور جب
تارے گر جائیں۔ جب پہاڑ چلائے جائیں۔ اور جب کتاب کے
ورق کھول دیئے جائیں۔ اور جب آسمان کھول دیا جاوے ....
جب دوزخ دہکائی جائے۔" (سورہ - التکویر ۸۱)

کتاب القان میں ان پیشینگوئیوں کے معنے بتاتے ہوئے حضرت بہاء اللہ تنبیہ
فرماتے ہیں کہ سورج۔ چاند ستاروں۔ اور آسمانوں اور زمین کے بارے میں یہ
عبارات کنایات ہیں اور ان کے فقط لفظی معنے نہ لینے چاہئیں۔ انبیاء کا خاص
تعلق مادی چیزوں سے نہیں بلکہ روحانی چیزوں سے ہوتا تھا جسمانی روشنی سے
نہیں بلکہ روحانی نور ان کے مد نظر ہوتا تھا۔ یوم قیامت کے بارے میں جب وہ سورج
کا ذکر فرماتے تھے تو ان کی مراد صداقت یا راستبازی کے سورج سے ہوتی تھی
سورج روشنی کا سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے۔ پس حضرت موسیٰ یہودیوں کے
آفتاب تھے۔ حضرت عیسیٰ عیسائیوں کے اور حضرت محمد مسلمانوں کے۔ جب
انبیاء سورج کے تاریک ہونے کا ذکر کرتے تھے تو ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ آفتاب
روحانی کی خالص تعلیمات۔ غلط معانی۔ اور سوئے فہم اور تعصبات سے ایسی تاریک

ہوگئی ہیں کہ لوگ روحانی ظلمت میں سرگرداں ہیں۔ چاند اور ستارے روشنی
دینے کے ادنیٰ ذرائع ہیں یعنی وہ مذہبی علماء و روساء جن کا فرض لوگوں کو
نصیحت و ہدایت کرنا ہے۔ جب یہ کہا گیا ہے کہ چاند روشنی نہ دے گا یا لہو بن جائے
گا اور ستارے آسمان سے گر پڑیں گے تو اس سے یہ مراد ہے کہ علماء اور
روساء دین اپنے مقام سے گر کر جنگ و فساد میں مشغول ہوں گے دنیادار
بن کر آسمانی چیزوں کی بجائے دنیوی چیزوں سے زیادہ دل لگائیں گے

یہ یاد رہے کہ ان پیشینگوئیوں کے معنے صرف ایک ہی بیان پر ختم
نہیں ہوتے اور بھی معانی ہیں۔ جو ان اشارات کے کئے جا سکتے ہیں
حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کے ایک اور معنے یہ ہیں کہ سورج
چاند اور ستاروں سے مراد ہر ایک دین کی شریعت و کتاب ہے چونکہ
ہر ایک ظہور بعد میں اقتضائے وقت کے مطابق پہلے ظہور کی شریعت کے
کے رسم و رواج اور معاشرتی قوانین بدل جاتے ہیں۔ اس لئے ان معنوں
میں چاند اور سورج بدل جاتے ہیں۔ اور ستارے منتشر ہو جاتے ہیں۔
ان پیشینگوئیوں کا ظاہری معانی میں لفظی طور پر پورا ہونا بہت سی
حالتوں میں لایعنی یا محال ہوگا۔ مثلاً چاند کا خون بن جانا۔ یا ستاروں
کا زمین پر گرنا۔ جو ستارے دکھائی دیتے ہیں ان میں سے سب سے چھوٹا
زمین سے کئی ہزار گنا بڑا ہے اگر ایک اس زمین پر آ گرے تو دوسرے کے
گرنے کے لئے زمین کہاں باقی رہے گی۔

مگر بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن کے روحانی اور مادی دونوں معنے لئے جا
سکتے ہیں مثلاً ارض مقدس نبیوں کی پیشینگوئیوں کے مطابق صدہا
سال تک ظاہری طور پر ویران و بیابان رہی مگر اب یوم قیامت میں

(دوقد بہائی) کے دن سے اشعیا کی پیشینگوئی کے مطابق یہ گلاب کی طرح سرسبز و شگفتہ ہونے لگی ہے۔ مرفعہ الحال بستیاں بس رہی ہیں زمین میں کاشتکاری کے لئے نہریں کھدوائی جارہی ہیں اور جہاں نصف صدی پہلے فقط ایک ریگستان تھا وہاں اب انگورستان اور زیتون کے باغات لہرا رہے ہیں بے شک جب الشان اپنی تلواروں کو توڑ کر ہل کی انی۔ اور اپنی برچھیوں کے کدال بنالینگے تو تمام روئے زمین کے جنگل اور بیابان سرسبز ہو جائینگے۔ اور جھلسنے والی ہوائیں اور آندھیاں جو ان صحراؤں سے اٹھ کر ان کے قریب و جوار کے رہنے والوں کی زندگیوں کو دوبھر بناتی ہیں داستان ماضی ہو جائیں گی۔ تمام زمین کی آب و ہوا معتدل ہو جائے گی۔ شہر اپنے دھوؤں سے ہوا کو غلیظ نہ کرینگے تو ظاہری جسمانی معنوں میں بھی ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین پیدا ہو جائے گی۔

ظہور موعود کس طرح ہوگا؟

وقت کے آخر میں ظہور موعود کے بارے میں حضرت مسیح فرماتے ہیں۔

اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتا دیکھیں گے۔۔ اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا...... اس وقت وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا۔ اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی اور وہ ایک کو دوسری سے جدا کرے گا۔ جیسے چرواہا بھیڑوں سے بکریوں کو جدا کرتا ہے۔ (متی باب ۲۴-۲۵)

اس اور اس قسم کی دوسری عبارتوں کے بارے میں حضرت بہاء اللہ کتاب ایقان میں فرماتے ہیں۔

آسمان سے مراد وہ بزرگی و بلندی ہے جو ان مشارق قدسی اور مطالع قدمی کے ظہور کا مقام ہے۔ اگرچہ یہ کینونات قدسیہ بطن مادر سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن درحقیقت امر کے آسمانوں سے اترتے ہیں۔ اور اگرچہ زمین پر رہتے ہیں مگر رفعت معانی پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اور گو لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ لیکن قرب کی ہواؤں میں بلند پرواز ہوتے ہیں۔ بلا پاؤں ارض روح میں چکر لگاتے ہیں اور بغیر پروں کے احدیت کی سربلند چوٹیوں پر اڑتے ہیں"۔

ابر سے مراد وہ امور ہیں جو لوگوں کے نفس اور ان کی خواہشات کے خلاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس آیۂ قرآنی میں فرمایا ہے۔

افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون - (قرآن ۵۵ - ۵۶)

یعنی جب کبھی کبھی کوئی رسول تمہارے پاس تمہاری ہوائے نفسانی کے خلاف آیا تو تم نے تکبر کیا اور اس کی نہ سنی۔ اور ان نبیوں میں سے بعض کو جھٹلایا۔ اور بعض کو قتل کیا۔

ایسے بادل مثلاً احکام کا بدلنا شریعت کا تبدیل ہو جانا مروجہ رسوم و قواعد کا منسوخ ہونا۔ عام مومنوں کا مخالف عالموں سے بڑھ جانا۔ اور ان کے علاوہ اس جمال ازلی کے ظہور کا حدودات بشری کے مطابق ہونا۔ مثلاً کھانا پینا، مفلسی و امیری عزت و ذلت، سونا اور جاگنا وغیرہ وغیرہ اسی قسم کی اور باتیں جو لوگوں کو شبہ میں ڈالتی ہیں۔ اور انہیں ظہور پر ایمان

لانے سے روکتی ہیں۔ جس طرح بادل لوگوں کے ظاہری سورج کے دیکھنے میں حائل ہوتے ہیں اسی طرح مذکورہ بالا حالتیں انہیں اس اصلی سورج کے سمجھنے سے محروم رکھتی ہیں۔

چنانچہ کتاب میں کافروں کی زبان سے یوں مذکور ہے۔

کافروں نے کہا یہ کس قسم کا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ فرشتہ کیوں نہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ منادی کرتا۔ (قرآن ۲۵-۷)

چونکہ نبیوں میں ظاہری تنگدستی اور مصیبتیں نظر آتی تھیں اور ایسے ہی بدنی اور فطری ضروریات مثلاً بھوک پیاس، اور امراض اور اتفاقیہ واقعات ظاہر ہوتے تھے اس لئے اُن پاک ہیاکل سے اس قسم کی باتیں ظاہر ہوتی دیکھ کر لوگ شک وگمان کے صحراؤں اور وہم وحیرانی کے بیابانوں میں حیران رہجاتے تھے کہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے آئے اور زمین کی کل چیزوں پر اپنا غلبہ ظاہر کرے اور خود کو کل موجودات کی پیدائیش کا باعث کہے جیسا کہ فرمایا۔ لولاک لما خلقت الافلاک (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا) اور اس پر بھی وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں مبتلا ہو جائے۔

چنانچہ ہر نبی اور اُس کے اصحاب کی فقیری وذلت اور بیماریوں کی بات تو سنا ہی ہے ان کے دوستوں کے سر شہروں کو تحفہ کی طرح بھیجے جاتے تھے۔ اور انہیں اس بات سے روکا جاتا تھا جس پر وہ مامور کئے گئے تھے۔ ہر کوئی دشمنان دین کے ہاتھ میں مبتلا رہا یہاں تک

کہ لوگ جو چاہتے تھے اُن سے سلوک کرتے تھے۔ اُن باتوں کو جو لوگوں کی خواہشات کے ناموافق اور خبیث نفوس کے خلاف ہوتی ہیں وہ قادر پروردگار معیار و میزان مقرر کر کے اپنے بندوں کا امتحان کرتا ہے اور سعید کو شقی اور مومن کو مخالف سے جدا کرتا ہے۔

یہ قول کہ وہ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا (الیٰ آخر القول) ان فرشتوں سے مراد وہ اشخاص ہیں جو قوت روحانی کے وسیلہ صفات بشری کو عشق الٰہی کی آگ سے بھسم کر کے کروبین و عالّین کی صفتوں سے متصف ہو جاتے ہیں۔

امتِ عیسیٰ نے چونکہ ان معنوں کو نہ سمجھا اور یہ نشانیاں جیسا کہ انہوں نے اور اُن کے علماء نے سمجھ رکھا تھا ظاہر میں نمودار نہ ہوئی تھیں اسلئے اس دن سے آج تک پاک مظاہر کو نہ مانا اور کل مقدس فیوضات سے محروم اور خدائی کلمات کے عجائبات سے محجوب رہے یہ تو اس روز قیامت میں لوگوں کی حالت ہے۔ اتنا نہیں جانتے کہ اگر ہر زمانہ میں ظہور کی علامتیں جیسی کہ لکھی ہیں عالم ظاہر میں ظاہر ہوتیں تو پھر کس کی مجال تھی کہ اعتراض و اعراض کرتا۔ اس کے علاوہ سعید و شقی اور مجرم و متقی میں فرق کیسے ہوتا۔ مثلاً ذرا غور کریں کہ اگر یہ عبارتیں جیسے کہ انجیل میں لکھی ہیں برحسب ظاہر ظاہر ہوتیں اور فرشتے عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ظاہری آسمان سے ابر پر سوار اترتے تو کس کی مجال تھی کہ اسے جھٹلاتا یا انکار اور غرور کے قابل ہوتا بلکہ نہ ماننا تو درکنار فی الفور کل دنیا میں ایسی کھلبلی پڑتی کہ کسی کے منہ سے ایک حرف بھی نہ نکل سکتا۔"

(کتاب ایقان انگریزی صفحہ ۶۷ تا ۸۰)

ان بیانات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ابن آدم انسانی شکل میں آئے گا عورت کے بطن سے پیدا ہوگا۔ فقیر و اُمّی مظلوم ہوگا۔ رو۔ سا۔ زمین اُس کی مخالفت پر کمربستہ ہوں گے یہ آمد کا طریقہ ہی وہ کسوٹی ہے جس سے وہ اہل زمین کو پرکھتا ہے اور ایک کو دوسرے سے جُدا کرتا ہے۔ جیسے گڈریا بھیڑوں کو بکریوں سے علیحدہ کرتا ہے وہ جن کی آنکھیں کھلی ہیں ان بادلوں کے پار دیکھ سکتے ہیں۔ اور قدرت اور بڑے جلال کا لطف اٹھاتے ہیں جس کا انکشاف کرنے کے لئے وہ آتا ہے۔ مگر جن کی آنکھیں تعصب و خطا سے بند ہیں وہ صرف تاریک بادلوں کو دیکھتے ہیں اور مبارک روشنی سے محروم ہوکر تاریکی میں ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔

"دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا۔ اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا۔ اور خداوند جس کی تلاش میں تم ہو اپنی ہیکل میں ناگہاں آئے گا۔ ہاں وہ پیغامبر میثاق بھی جس سے تم خوش ہو۔۔۔۔۔۔۔ پر اُس کے آنے کے دن میں کون ٹھہر سکیگا اور جب وہ ظاہر ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔ کیونکہ وہ سنار کی آگ اور دھوبی کے صابن کی مانند ہے۔۔۔۔ کیونکہ دیکھو وہ دن آتا ہے جو تنور کی مانند سوزاں ہوگا۔ تب سارے مغرور اور ہر ایک جو بدکاری کرتا ہے کھونٹی کی مانند ہوں گے۔۔۔۔۔۔ لیکن تم پر جو میرے نام سے ڈرتے ہو آفتاب حقیقت طالع ہوگا۔ اور اس کے بازوؤں میں شفا ہوگی۔"

نوٹ :-

پیشگوئی کے پورا ہونے کا مضمون اتنا وسیع ہے کہ اس کی کماحقہ شرح لکھنے کے لئے بہت سی کتابوں کی ضرورت ہے۔ اس پر

ایک چھوٹا سا باب لکھنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم ان معانی کا
ایک مختصر سا خاکہ کھینچ دیں جو اہل بہاء کرتے ہیں۔ مفصل مکاشفات جو
دانیال اور یوحنا پر وحی ہوئے ان کو ہم نے چھوا تک نہیں۔ اگر ناظرین
ان کے معانی کو دیکھنا چاہیں تو کتاب مستطاب مفاوضات عبد البہاء کا
مطالعہ فرمائیں۔ جس میں ان مکاشفات کے چند ابواب کی تفسیر کی گئی ہے
اور شرح آیات مورخہ جو مرزا ابو الفضائل کی لکھی ہوئی ہے۔ اور حضرت
بہاء اللہ و حضرت عبد البہاء کی متعدد الواح مبارکہ میں پیشینگوئیوں کے
پورے ہونے کا حال درج ہے۔

چودھواں باب

حضرت بہاء اللہ و عبد البہاء کی پیشین گوئیاں

"اگر تو اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ ہم کس طرح جانیں کہ یہ خدا کا کلام ہے اگر کوئی نبی خدا کے نام سے کچھ کہتا ہے تو جو کچھ وہ کہتا ہے پورا نہ ہو اور ویسا ہی واقع نہ ہو تو سمجھ لو کہ اُس نے خدا کی طرف سے نہیں کہا۔ بلکہ یہ اُس نبی نے اپنے قیاس سے کہا ہے پس تو اُس سے مت ڈریو" (استثنا باب ۱۸ آیت ۲۲)

کلام الٰہی کی قوت نفوذ

خدا اور صرف خدا ہی اس قوت کا مالک ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور مظہر خدا کا سب سے بڑا ثبوت اُس کے کلام کی قوت نفوذ ہے یعنی کُل انسانی حرکات و سکنات میں اس کا نفوذ اور تمام انسانی مخالفوں پر

اُس کی فتح۔

اپنے مظہر کے ذریعہ ہی خدا اپنی مرضی کا اعلان کرتا ہے اور اس مظہر کے کلام کا فوراً یا مستقبل میں پورا ہونا ہی اُس مظہر الٰہی کے صدق الہام کا اور اُس مظہر کے دعوائے مظہریت کا صاف صاف ثبوت ہے۔

"کیونکہ جس طرح آسمان سے بارش ہوتی اور برف پڑتی ہے اور پھر یہ دونوں وہاں (آسمان پر لوٹ کر) نہیں جاتے بلکہ زمین کو بھگوتے ہیں اور اُس کی شادابی اور روئیدگی کے باعث ہوتے ہیں: تاکہ بونے والے کو بیج اور کھانے والے کو روٹی دیں)۔ اسی طرح میرا کلام جو میرے مُنہ سے نکلتا ہوگا وہ میرے پاس بے انجام نہ پھرے گا۔ بلکہ جو کچھ میری خواہش ہوگی اُسے پورا کرے گا۔ اور اس کام میں جس کے لئے میں نے اُسے بھیجا ہے مؤثر ہوگا۔" (اشعیا باب ۵۵ آیت ۱۰-۱۱)

جب یوحنا بپتسمہ دینے والے کے شاگردوں نے حضرت مسیح سے سوال کیا۔ کیا تو وہی ہے جسے آنا ہے یا ہم کسی دوسرے کا انتظار کریں؟

حضرت مسیح کا جواب فقط یہی تھا کہ آپ نے اپنے کلام کے نفوذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"یسوع نے جواب میں اُن سے کہا کہ جو کچھ تم سنتے اور دیکھتے ہو جا کر یوحنا سے بیان کرو کہ اندھے دیکھتے اور لنگڑے چلتے پھرتے ہیں۔ کوڑھی پاک و صاف کئے جاتے۔ اور بہرے سنتے ہیں اور مُردے زندہ کئے جاتے ہیں اور غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے اور مبارک ہے وہ جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے ...." (متی باب ۱۱ آیت ۴-۶)

آؤ اب ہم حضرت [illegible] کے کلام میں بھی وہ قوت ملاحظہ کریں جو کلام الٰہی کا طرۂ امتیاز ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے بادشاہوں کو صلح اکبر قائم کرنے کا حکم دیا۔ مگر سنہ ۱۸۷۰-۷۱ء کی جنگ کے بعد جنگ کو اور طول دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے قدیم شاہی خاندان لیامیٹ ہو گئے۔ اس کے بعد ہر ایک پے در پے آنے والی جنگ میں فتح کے نتائج کم ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ سنہ ۱۹۱۴-۱۸ء کی جنگ یورپ نے اس عجیب و تاریخی حقیقت کو واضح و روشن کر دیا کہ جنگ فاتح و مفتوح دونوں کیلئے یکساں تباہ کن ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے بادشاہوں کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی رعایا کے حافظ و ملاذ بنیں اور سیاسی قوت کو سچی رفاہ عام کا ذریعہ بنائیں۔ اس کا نفوذ یہ ہوا کہ سوسائیٹی کی بہبودی کے لئے اتنے قوانین بن چکے ہیں کہ پہلے کبھی نہ بنے تھے۔ جو اس روحانی حکم کی اطاعت سے قاصر رہے وہاں انقلابات ہوئے اور نئی حکومتیں برسر اقتدار ہوئیں جنہیں اختیارات نمائندگان پبلک کے ہاتھ میں چلے گئے۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم دیا کہ دولت و افلاس کی حدود معین ہونی چاہئیں اسی وقت سے معاش کے کمتر بن میزان قائم کرنے اور آمدنی سے کمائی ہوئی دولت پر تدریجی محصول لگانے اور وراثت پر ٹیکس عائد کرنے کے قوانین پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم دیا کہ غلامی اور اقتصادی غلامی دونوں کو اڑا دینا چاہئیے۔ اسی وقت سے دنیا کے تمام ملکوں میں آزادی کے لئے جد و جہد زور و شور سے ہو رہی ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم دیا کہ مرد و عورت مساوی ہیں اور انہیں یکساں ذمہ داریاں اور یکساں حقوق و رعایات دینی چاہئیں اسی وقت سے وہ بیڑیاں جنمیں عورتیں مدتہائے دراز سے جکڑی ہوئی تھیں پارہ پارہ ہو رہی ہیں اور عورتیں

جلد جلد مردوں کے مساوی حصہ داری کے حق حاصل کر رہی ہیں۔
حضرت بہاء اللہ نے تمام ادیان کی بنیادی وحدت کا اعلان فرمایا اسی وقت سے دنیا کے تمام ملکوں میں مخلص لوگ بُردباری باہمی فہم تفہیم اور عالمگیر مقاصد کیلئے اشتراک عمل کی مستقل کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ فرقہ وارانہ روش ہر جگہ کھوکھلی ہو گئی ہے اور اس کی بنیاد روز بروز کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ دنیا میں میں تعصب کی جڑوں کو بھی ان ہی قوتوں نے برباد کیا ہے۔ جنہوں نے قومیت کو زندہ رہنے کے ناقابل کر دیا ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم دیا کہ تعلیم عام ہونی چاہئے اور روحانی پختگی کا ثبوت حقیقت کی آزادانہ تلاش کو مقرر فرمایا۔ اس نئے خمیر نے موجودہ تہذیب کی گہرائیوں میں ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ بچوں کے لئے لازمی تعلیم اور بالغوں کی تعلیم کے لئے آسانیوں کی توسیع اب حکومتوں کی ابتدائی حکمت عملی ہو گئی ہے جن قوموں نے جان بوجھ کر اسی حکمت کے ذریعہ اپنے لوگوں میں روح و عقل کی آزادی پر رکاوٹیں لگانے کی کوشش کی ہے ان کے اندر انقلاب اور بیرونی ملکوں میں شک و خوف پیدا ہو گئے ہیں۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم دیا کہ ایک عالمگیر امدادی زبان اختیار کی جائے۔ ڈاکٹر زامن آف اور دوسروں نے آپ کی ندا سنی۔ اور اپنی ذہانت و زندگی کو اس بڑے کام پر لگا دیا سب سے بڑھ کر حضرت بہاء اللہ نے انسانوں میں ایک نئی روح پھونکی جس نے ان کے دلوں میں نئی امنگیں پیدا کیں اور معاشرت و سوسائٹی کے لئے نئے اصول قائم کئے تمام تاریخ میں کوئی چیز اتنی حیرت انگیز اور اس قدر مؤثر نہیں ہے جتنا کہ واقعات کا وہ سلسلہ ہے جو ۱۸۴۴ء یعنی بہائی عصر کے آغاز سے ظہور پذیر ہوا اور زمانہ ماضی کی وہ

قوت جو دقیانوسی خیالات۔ عادات، رسوم و ادارات کے وسیلہ سے جاری رہی۔ سال بہ سال کمزور ہوتی جا رہی ہے حتیٰ کہ اس وقت ہر ایک دانشمند مرد و عورت دنیا بھر میں یہ سمجھ گیا ہے کہ نوع انسان اس وقت ایک نہایت ہی نازک وقت سے گزر رہا ہے۔ ایک طرف تو ہم ایک نئی مخلوق دیکھ رہے ہیں جو ارتقا کے اس سچے راستہ پر پیدا ہو رہی ہے جسے حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کی روشنی نے واضح و روشن کر دیا ہے دوسری طرف جہاں اس روشنی کی مخالفت کی جاتی ہے یا اس سے لاپروائی برتی جا رہی ہے۔ ہم سوائے بربادی اور مایوسی کے اور کچھ نہیں دیکھتے۔

باوجود ان آثار اور دیگر بے شمار علامات کے جو اگرچہ بہت موثر ہیں پھر بھی ایک وفادار بہائی کے لئے حضرت بہاء اللہ کی روحانی عظمت کا اصلی معیار نہیں ہو سکتی۔ آپ کی اس کرۂ زمین پر معیار زندگی اور آپ کے آسمانی کلام کی قوت ہی فقط مشیت الٰہی کا سچا معیار ہے۔

حضرت بہاء اللہ کی زیادہ مفصل پیشینگوئیوں اور ان کے پورا ہونے کا مطالعہ ہمارے بیان کی طاقت اور شہادت دے گا۔ ان پیشینگوئیوں میں سے اب ہم چند کا ذکر یہاں کرتے ہیں ان کی صحت و توثیق میں البتہ کوئی کلام نہیں۔

یہ پیشینگوئیاں پورا ہونے سے بہت پہلے طبع و نشر ہو چکی تھیں۔ الواح سلاطین جن میں اکثر یہ پیشینگوئیاں نازل ہوئی ہیں ایک کتاب میں جمع کی گئی تھیں۔ اور دوسری الواح کے ساتھ چالیس برس پہلے بمبئی میں سورۃ الہیکل نامی کتاب کے ساتھ چھاپی گئی تھیں۔ اس کے بعد اس کتاب کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کی پیشینگوئیوں

کے بعد ہم حضرت عبدالبہاء کی بھی چند مشہور پیشگوئیوں کو درج کریں گے۔

نپولین سوئم

سنہ ۱۸۶۹ء میں حضرت بہاء اللہ نے اس شہنشاہ فرانس کو ایک لوح بھیجی جس میں اسے اس کی جنگجویانہ خواہش پر اور پہلی ایک لوح کی توہین بابت میں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا۔

"تو نے جو کچھ کام کیا اس کے سبب معاملات تیری حکومت میں بگڑ جائیں گے۔ اور تیرے عمل کی پاداش میں ملک تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر تو اپنے آپ کو کھلے خسارہ میں پائیگا اور وہاں تمام گروہوں کو انقلابات گھیر لیں گے۔ بجز اس صورت کے کہ تو اس امر کی مدد پر قائم ہو جائے اور اس سیدھی راہ میں روح کی پیروی کرے۔

کیا تجھے اپنی عزت پر گھمنڈ ہے۔ مجھے اپنی پائندہ زندگی کی قسم تیری عزت دائمی نہیں ہے۔ اور عنقریب زوال پذیر ہوگی بجز اس حالت کے کہ تو اس مضبوط رسی کو تھام لے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ذلت تیرے پیچھے دوڑی چلی آرہی ہے۔ اور تو بے خبر ہے۔"

نپولین نے جو اس وقت اپنی طاقت کے عین عروج پر تھا اس تنبیہ کی کچھ پرواہ نہ کی دوسرے برس وہ پرشیا سے برسرپیکار ہوا اور اس بات کا پورا گھمنڈ رکھتا تھا کہ اس کی وسیع اور آزمودہ کار فوجیں فوراً برلین میں پہنچ جائیں گی۔ مگر جب ذلت کی خبر حضرت بہاء اللہ نے اسے دی تھی اس نے اسے آلیا۔ سار برک، ویتنبرگ، اور متز پر شکست کھا کر سیڈان پر آخر ایسی فاش شکست کھائی کہ خود بھی قید ہو گیا۔ جرمن اپنے قیدی کو لے کر ملک پرشیا میں لے گئے۔ اور اس مغرور و متکبر شہنشاہ کا خاتمہ دو سال بعد

نہایت ذلیل حالت میں انگلستان میں ہوا۔

جرمنی حضرت بہاء اللہ نے نیپولین پر غالب آنے والے کو بھی کچھ دیر بعد ایسی ہی سخت تنبیہ کی۔ اور اس نے بھی آپ کی تنبیہ پر کچھ توجہ نہ کی۔ اور آخرکار اس کا انجام بھی ایسا ہی خوفناک ہوا۔ کتاب اقدس میں جو اڈریانوپل میں نازل ہونی شروع ہوئی اور عکا کی قید کے پہلے سنین میں ختم ہوئی قیصر جرمنی کو یوں خطاب کیا گیا ہے۔

اے بادشاہ برلن! .... اس کی حالت کو یاد رکھ جو شان میں تجھ سے کہیں بڑا تھا (یعنی نپولین ثالث) اور جس کا درجہ تجھ سے بہت اعلیٰ تھا۔ وہ اب کہاں ہے؟ اس کے مقبوضات کیا ہوئے؟ متنبہ ہو اور انہیں سے نہ ہو جو غافل ہیں اس نے خدا کی لوح کو پیچھے پھینک دیا جب کہ ہم نے اسے اس بات کی اطلاع دی جو ظالموں کے گروہ سے ہم پر وارد ہوا۔ پس ذلت نے اسے سب اطراف سے گھیر لیا۔ حتیٰ کہ وہ خسران عظیم کے ساتھ خاک کی طرف لوٹ گیا۔ اے بادشاہ اس پر خوب غور کر۔ اور ان پر جو تجھ جیسے ہیں۔ جنہوں نے ملک تسخیر کئے۔ اور خدا کے بندوں پر حکمرانی کی خدا انہیں محلوں سے قبروں لے گیا۔ عبرت پکڑ اور ان میں سے ہو جا جو خدا سے ڈرتے ہیں.........

اے دریائے رائن کے کنارو! ہم تمہیں خون سے پر دیکھتے ہیں کیونکہ سزا و جزا کی تلواریں تم پر کھینچی گئی ہیں۔ اور دوسری بار پھر ایسا ہی ہوگا۔ ہم برلن کی چیخ و پکار سن رہے ہیں۔ اگرچہ آج وہ ظاہرہ عزت و جلال میں ہے۔"

سنہ ۱۸۱۴ء سے سنہ ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کی جرمنی فتحمندیوں کے وقت خصوصاً سنہ ۱۹۱۸ء کی موسم بہار میں جرمن افواج کی عظیم یلغار کے موقع پر ایران کے مخالفین امر بہائی نے اس پیشینگوئی کو نہایت وسیع پیمانہ پر شائع کیا یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت بہاء اللہ نے یہ پیشینگوئی جھوٹی کی تھی۔ مگر جب فتحمند جرمنوں کی یہی یلغار دفعتہً اُن کی سب سے بڑی شکست میں بدل گئی تو امر بہائی کے مخالفین کی کوششیں اُلٹی انہیں پر پڑیں اور وہ شہرت جو انہوں نے خود اس پیشینگوئی کو دی۔ ایران میں امر اللہ کے پھیلنے میں ممد ثابت ہوئی۔

ایران

کتاب اقدس میں جو ظالم مظفر الدین شاہ کی سلطنت کے عروج کے وقت لکھی گئی تھی۔ حضرت بہاء اللہ طہران کو جو ایران کا دارالسلطنت اور آپ کے پیدا ہونے کی جگہ ہے برکت دیتے ہوئے فرماتے ہیں

اے طا (طہران) کی زمین! تو کسی باعث سے رنجیدہ نہ ہو خدا نے تجھے دنیا کی فرحت کا مطلع بنایا ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو تیری تخت کو ایک ایسے شخص سے برکت دیگا۔ جو عدل سے حکومت کریگا اور خدا کی بھیڑوں کو جمع کرے گا جنہیں بھیڑیوں نے پراگندہ کر دیا ہے بیشک وہ اہل بہاء کے ساتھ خوشی اور کشادگی کے ساتھ معاملہ کرے گا۔ دیکھو وہ خدا کے نزدیک جوہر خلق میں سے ہے ...... خوش ہو کہ خدا نے تجھے اُفق نور بنایا کیونکہ تو مطلع ظہور کے پیدا ہونے کی جگہ ہے...... جلد ہی امور تجھ میں منقلب ہونگے اور جمہور تجھ پر حکمران ہوں گے بیشک تیرا خدا جاننے والا اور کل چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے اپنے پروردگار کے فضل سے

اطمینان رکھ۔ بیشک وہ اپنی مہربانی کی آنکھوں کو کبھی تجھ سے الگ نہ کرے گا۔ اضطراب کے بعد ہی اطمینان تجھ کو نصیب ہو گا۔

اس طرح کتاب بدیع میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ (گلینگز صفحہ ۱۱۰)

ابھی ایران اس اضطراب سے ہی نکل رہا ہے۔ جس کی حضرت بہاء اللہ نے خبر دی تھی۔ پارلیمینٹری حکومت قائم ہو گئی ہے اور آثار کثرت سے بتا رہے ہیں کہ بہتر زمانہ کچھ دور نہیں۔

ترکی حضرت بہاء اللہ نے سلطان ترکی اور اس کے وزیر علی پاشا کو ۱۸۶۸ء میں جب آپ ترکوں کے ایک قید خانہ میں مقید تھے نہایت تہدید آمیز تنبیہات لکھ کر بھیجیں۔ عکّا کے بارکوں سے سلطان کو آپ نے لکھا کہ :-

اے وہ شخص! جو خود کو سب بندوں سے اعلیٰ سمجھتا ہے......

جلد ہی تیرا نام مٹ جائے گا اور تو اپنے آپ کو ایک بڑے گھاٹے میں پلے گا تو سمجھتا ہے کہ یہ دنیا کا مصلح اور اسکو زندہ کرنے والا (یعنی حضرت بہاء اللہ) مفسد و مقصر ہے۔ ان عورتوں، شیر خوار اور بیمار بچوں نے کیا قصور کیا ہے کہ تیرے قہر و غضب کے تیروں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ کسی مذہب و ملت میں بچے ذمہ دار نہیں ٹھہرائے گئے۔ حکم خدا کے قلم نے تو انہیں چھوڑ دیا مگر تیری ظلم و ستم کی آگ نے انہیں گھیر رکھا ہے.........

اس گروہ کو جنہوں نے کبھی تیری بادشاہت میں کوئی مخالفت نہیں کی۔ اور نہ ہی تیری حکومت کے خلاف کوئی جرم کیا کہ جو دن رات یاد خدا میں گوشہ نشین رہتے تھے تو نے پائمال

کیا۔ اور جو کچھ وہ رکھتے تھے تیرے ظلم کی دست درازیوں سے باقی
نہ بچا۔۔۔۔۔۔ خدا کے نزدیک ایک مٹھی بھر خاک تیری حکومت
اور عزت و دولت سے بڑھ کر ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں ریت کے
ذروں کی طرح بکھیر دے۔ وہ وقت دور نہیں جب اس کا قہر
تجھ پر نازل ہوگا فساد تم میں رونما ہوگا اور تمہارے ممالک کے
حصے بخرے کر لئے جائیں گے۔ تب تم گریہ و زاری کروگے اور کوئی
مددگار و یار نہ پاؤگے۔۔۔۔۔۔۔ منتظر رہو غضب الٰہی تیار
ہے بہت جلد تو وہ چیزیں دیکھ لے گا۔ جو قلم امر سے نازل ہوتی ہیں۔"

(سٹار آف دی ویسٹ جلد دوم صفحہ ۳)

علی پاشا وزیر اعظم ترکی کو آپ نے لکھا۔

اے رئیس تو نے وہ عمل کیا جس سے محمدؐ رسول اللہ فردوس اعلیٰ
میں رو پڑے دنیا نے تجھے اتنا مغرور بنا دیا ہے کہ تو اس چہرے سے
روگرداں ہوا جس کے نور سے ملاء اعلیٰ کے لوگ منور ہوئے جلد ہی
تو اپنے آپ کو ایک بڑے خسارے میں پائے گا۔ تو نے شاہ ایران
کے ساتھ مل کر مجھے گزند پہنچانے کی ٹھانی۔ حالانکہ میں تیرے پاس
مشرق اقتدار سے ایک ایسے امر کے ساتھ آیا ہوں جس سے
ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں جو خدا کے برگزیدہ بندے ہیں
۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ تو اس آگ کو بجھا سکتا ہے جسے خدا
نے عالم میں روشن کیا ہے؟ نہیں۔ اس کے نفس حق کی قسم
جو کچھ تو نے کیا اس سے اس کا شعلہ اور چمک گیا۔ اور آگ بھڑک
اٹھی۔ وقت دور نہیں کہ یہ تمام دنیا اور اس کے رہنے والوں کو

گھیرے گی۔۔۔۔۔۔۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ارض سر (ایڈریانوپل)
اور دوسرے مقامات بدل جائینگے۔ اور سلطان کے ہاتھوں سے نکل
جائیں گے۔ انقلاب رونما ہوگا۔ آہ و بکا کی آواز بلند ہوگی۔ تمہارے
ممالک میں ابتری ظاہر ہوگی۔ اور امور درہم برہم ہو جائیں گے۔ یہ اس
سبب سے ہوگا جو ظالموں کی افواج نے ان قیدیوں (یعنی حضرت
بہاء اللہ اور آپ کے ہمراہیوں) کے ساتھ سلوک کیا۔
حکومت بدل جائے گی اور حالات اس حد تک بُرے ہو جائینگے
کہ ویران پہاڑیوں پر ریت نوحہ گری کرے گا۔ پہاڑوں پر درخت ٹوٹینگے
اور سب چیزوں سے خون بہے گا۔ اور لوگ نہایت اضطراب میں
گرفتار ہوں گے۔۔۔۔۔ اس طرح اس علیم و حکیم نے فیصلہ کیا ہے کہ
جس کے حکم کا مقابلہ زمین و آسمان کی افواج نہیں کر سکتیں۔ نہ
اُسے سب بادشاہ اور حکمران اس بات کے کرنے سے روک سکتے
ہیں۔ جو وہ چاہتا ہے۔ بلائیں اس چراغ کا روغن ہیں اور اُن
ہی سے اُسکا نور زیادہ ہوتا ہے۔ اگر تم جاننے والوں میں سے ہو تو
سمجھ لو گے۔ ظالموں کی مخالفتیں درحقیقت اس امر کی منادی ہیں
اور ان کے ذریعہ خدا کا ظہور اور اس کا امر دُنیا کے لوگوں میں زیادہ
وسعت کے ساتھ پھیلتا گیا۔"
کتاب اقدس میں فرماتے ہیں۔
اے نقطہ جو دو سمندروں کے کناروں پر واقع ہے (قسطنطنیہ)
ظلم کا تخت تجھ میں قائم کیا گیا ہے۔ اور بغض کی آگ تجھ میں جلائی
جا رہی ہے اس حد تک کہ ملاء اعلیٰ اور عرش معلیٰ کے طواف

کہنے والے اس سے نوحہ کر رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جاہل تجھ میں عاقل پر حکمرانی کر رہا ہے اور تاریکی نور پر شیخی مار رہی ہے اور بیشک تو صاف اور صریح غرور میں پڑا ہوا ہے۔ کیا تجھے تیری ظاہرہ زینت نے مغرور بنا دیا ہے؟ مخلوقات کے پروردگار کی قسم! تو جلد ہی تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ اور تیری بیٹیاں اور بیوائیں اور وہ جو تجھ میں رہتے ہیں آہ و زاری کرینگے۔ اس طرح خدائے علیم و خبیر تجھے پہلے سے خبر دیتا ہے"

یہ تنبیہات نازل ہونے کے بعد سے جو لگاتار بلائیں اس عظیم الشان سلطنت پر نازل ہوئیں وہ خود ان پیشنگوئیوں کی ایک بولتی ہوئی تفسیر ہیں۔

امریکہ کتاب اقدس میں جو تقریباً پچاس برس قبل نازل ہوئی تھی۔ امریکہ سے یہ خطاب ہوتا ہے

"اے حکمرانانِ امریکہ و رئیسانِ جمہور۔۔۔۔۔۔۔۔ اس آواز کو سنو جو مطلع کبریا سے بلند ہوئی ہے یہ کہ کوئی خدا نہیں مگر میں ناطق و علیم۔ عدل کے ہاتھوں سے ٹوٹے ہوئے اعضاء کو باندھو اور اپنے پروردگار آمر و حکیم کے احکام کے عصا سے ظالم کے مضبوط اعضاء کو توڑ دو"

حضرت عبدالبہاء نے سفر امریکہ کے دوران میں اپنے اکثر خطابات میں اس امید و دعا اور یقین کا اظہار فرمایا کہ عالمگیر امن کا جھنڈا پہلے امریکہ سے بلند ہوگا۔ سنسناٹی (اوہایو) میں ۵ رنومبر سنہ ۱۹۱۲ء کو خطاب فرماتے ہوئے آپ نے کہا۔

"امریکہ ایک شریف قوم ہے جو تمام دنیا کے لئے امن کی علمبردار رہے جس کی روشنی تمام اقالیم پر پڑ رہی ہے۔ ایالات امریکہ کی طرح دوسری قومیں

ملکی ریشہ دوانیوں سے آزاد اور بری نہیں ہیں۔ اسلئے وہ عالمگیر امن کو نہیں لا سکتیں۔ مگر خدا کا شکر کہ امریکہ کی تمام دنیا سے صلح ہے اور یہ قوم عالمگیر برادری اور عالمگیر صلح کا جھنڈا بلند کرنے کے قابل ہے۔ جب امریکہ عالمگیر امن کا جھنڈا بلند کرے گا تو باقی تمام دنیا پکار اٹھے گی ہمیں منظور ہے، تمام دنیا کی اقوام حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کو جو پچاس برس پہلے نازل ہوئی تھیں اختیار کریں گی اپنی الواح میں آپ تمام دنیا کی پارلیمنٹوں کو دعوت کرتے ہیں کہ وہ اپنے بہترین دانشمندوں کو ایک بین الاقوامی پارلیمنٹ میں جمع کریں جو اقوام کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کریں اور امن کو قائم کریں۔۔۔۔۔۔۔۔ تب نوع انسان کی وہ پارلیمنٹ قائم ہوگی جو انبیاء نے رویاؤں میں دیکھی تھی"

(سٹار آف دی ویسٹ جلد ۶ صفحہ ۸۱)

حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبدالبہاء کی نصیحتوں کو ایک بہت بڑی حد تک ایالات امریکہ نے قبول کیا۔ اور دنیا کے کسی ملک نے بہائی تعلیمات کو ایسی سرعت سے قبول نہیں کیا جیسا کہ اس ملک نے کیا ہے۔

تمام اقوام عالم کو صلح عمومی کی انجمن بنانے کی دعوت دینے کی ذمہ داری کو ابھی اس ملک (امریکہ) نے بھی قبول نہیں کیا ہے۔ اور اہل بہاء نہایت شوق سے منتظر ہیں کہ دیکھیں آئندہ کیا ہوتا ہے۔

جنگ عظیم

حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبدالبہاء نے حیرت انگیز صحت اور صفائی کے ساتھ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء کے جنگ عظیم کی پیشنگوئی فرمائی ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو سیکرامینٹو کیلی فورنیا میں حضرت عبدالبہاء نے فرمایا۔

"یورپ اسوقت ایک بارود خانہ بن رہا ہے یہ بھک سے پھٹنے والے بم کے ایک ذخیرہ کی طرح ہے جسے صرف ایک چنگاری تمام یورپ کو آگ لگا سکتی ہے خصوصاً اس وقت جب کہ بلقان کا تصفیہ دنیا کے سامنے ہے۔"

امریکہ اور یورپ کے بہت سے خطابات میں آپ نے ایسی ہی تنبیہات فرمائیں۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء کو کیلیفورنیا کے ایک دوسرے خطابہ میں آپ نے فرمایا۔

"ہم اس جنگ عظیم کے قریب ہیں جس کا ذکر مکاشفہ یوحنا کے سولھویں باب میں کیا گیا ہے۔ اب سے صرف دو سال کا عرصہ باقی ہے۔ تب صرف ایک چھوٹی سی چنگاری تمام یورپ میں آگ لگا دے گی۔"

تمام ممالک میں معاشرتی اضطراب، اور روز افزوں دینی غفلت جن کا روحانی بیداری سے پہلے ہونا ضروری ہے اسوقت موجود ہیں۔ اور دانیل اور مکاشفہ کی پیشینگوئیوں کے مطابق تمام یورپ میں آگ لگا دینگی۔ سنہ ۱۹۱۷ء تک تمام شخصی بادشاہتیں مٹ جائیں گی اور انقلابات کے بھونچال زمین کو ہلا دیں گے۔"

(مسز کارن ٹرو کا بیان از اخبار مانٹ شور ریویو شکاگو مورخہ ۲۶ ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء)

جنگ عظیم کے بہت قریب کے دنوں میں آپ نے فرمایا۔

"تمام متمدن اقوام کی ایک عام جنگ نہایت قریب ہے۔ کہ عظیم انقلاب عالم آنے والا ہے۔ دنیا ایک دل ہلا دینے والی لڑائی کی دہلیز پر ہے۔ عظیم افواج لاکھوں انسان جنگ کے لئے بلائے جا رہے ہیں۔ اور ملکوں کی سرحدوں پر متعین کئے جا رہے ہیں۔ انہیں خوفناک جنگ

سے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ ایک خفیف سی رگڑ سے ان میں ایک خوفناک دھماکا پیدا کرے گی اور پھر ایک ایسی آگ لگے گی جس کی نظیر نوع انسان کی پچھلی تاریخ میں کہیں نہ ملے گی۔

(صیغہ اگست ۳۱ستمبر ۱۹۱۴ء اسٹار آف دی ولیسٹ جلد ۵ صفحہ ۱۲۳)

جنگ کے بعد معاشرتی آفتیں

حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبد البہاء نے ایک نہایت عظیم معاشرتی انقلاب کے بارہ میں بھی پیشینگوئیاں کیں۔ اور فرمایا کہ یہ انقلاب اس بے دینی جہالت مذہبی دیوانگی توہمات اور تعصبات کا نتیجہ ہوگا۔ جو اس وقت دنیا میں پھیل رہے ہیں۔ جنگ عظیم اس انقلاب کا ایک پہلو تھا۔

ایک لوح ..... جنوری ۱۹۲۰ء میں حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں

اے حق کے پرستارو! اے نوع انسان کے خادمو! آپ کے نیک خیالات اور اعلیٰ ارادوں ..... کی پاک خوشبوئیں مجھ تک پہنچی ہیں محسوس کر رہا ہوں کہ میری روح مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں یہ خط آپ کو لکھوں۔

ذرا اپنے دلوں میں سوچیں کہ دنیا مصیبت و ابتلا میں کس قدر غرق ہو رہی ہے۔ زمین کی تو میں کس طرح انسانی خون سے لتھڑی ہوئی ہیں بلکہ ان کی زمین خون کے لوتھڑے بن گئی ہے۔ جنگ کے شعلوں نے ایسی عالمگیر آگ لگائی ہے کہ دنیا نے نہ تو اپنے اول زمانہ میں نہ درمیانی زمانہ میں اور نہ ہی موجودہ زمانہ میں اس کی مانند دیکھی تھی۔ جنگ کی چکی نے بے شمار انسانی کھوپڑیوں کو پیکر خاک بنا دیا۔ نہیں نہیں ان کی جو اس جنگ کی

بھینٹ چڑھے اس سے بھی بُری حالت ہوئی۔ آباد ملک ویران بنا دئیے
شہر سطح زمین کے برابر کر دئیے گئے۔ اور آباد و خوشحال گاؤں کھنڈر بنا کر
پھینک دئیے گئے۔ باپ اپنے بیٹوں کو رو رہے ہیں اور بیٹے بے باپ کے
ہو گئے ہیں مائیں اپنے جوان بیٹوں کے لئے خون کے آنسو بہا رہی ہیں
ننھے بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ اور عورتیں بے گھر و بے در ماری ماری پھر رہی
ہیں۔ مختصراً نوع انسان ہر پہلو سے ذلیل کر دی گئی ہے۔ یتیموں
کا آہ و نالہ بلند ہے۔ ماؤں کے بین دلخراش ہیں اور ان کی گونج آسمان
تک پہونچ رہی ہے"

ان تمام واقعات کا اصلی سبب جنسی۔ قومی۔ دینی۔ اور سیاسی تعصب ہے
اور ان تمام تعصبات کی جڑ وہ دنیاوی راسخ روایات ہیں۔ خواہ وہ جنسی ہوں یا دینی
قومی ہوں۔ یا سیاسی۔ جب تک یہ روایات قائم رہیں گی انسانی عمارت کی بنیاد
غیر محفوظ رہے گی۔ اور خود نوع انسان ہمیشہ خطرے میں رہے گی۔

آج اس نورانی عصر میں جب کہ تمام موجودات کے جوہر ظاہر کر دئیے گئے
اور تمام مخلوقات کے پوشیدہ راز افشا ہو چکے ہیں جب کہ سچائی کی صبح کی روشنی
نے دنیا کی تاریکی کو پھاڑ کر ایسی روشنی میں تبدیل کر دیا ہے۔ کیا یہ موزوں و مناسب
ہے کہ ایسی خوفناک غارت گری جس نے دنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے
واقع ہونے دیا جائے۔ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ ہونا چاہئے۔

حضرت عیسےٰ نے تمام دنیا کے لوگوں کو امن و صلح و ملاپ کی دعوت دی
آپ نے پطرس کو حکم دیا کہ اپنی تلوار کو میان میں رکھے یہ تو آپ کی مرضی اور تعلیم تھی
مگر آج وہ جو آپ کے نام لیوا ہیں تلواریں ننگی کئے ہوئے ہیں۔ انجیل کی صریح
عبارت اور ان کے عمل کے درمیان کتنا بھاری فرق ہے۔

ساٹھ سال ہوئے حضرت بہاء اللہ آفتاب درخشاں کی طرح
اُفق ایران سے طالع ہوئے اور اعلان فرمایا کہ دنیا تاریکی میں لپٹی ہوئی ہے۔
اور اس تاریکی کے نتائج خطرناک ہونگے۔ اور آخرکار ایک خونناک جنگ ہوگی
عکا کے قید خانہ سے آپ نے شہنشاہ جرمنی کو صاف الفاظ میں سرزنش
فرمائی اور لکھا کہ ایک جنگ ہوگی۔ اور برلن میں آہ و زاری کی آواز بلند ہوگی۔
عکہ کے قلعہ میں سلطان ترکی کا مظلوم قیدی ہوتے ہوئے آپ نے صریح و پُر زور
الفاظ میں اس کو لکھا کہ قسطنطنیہ میں بہت ابتری رونما ہوگی۔ یہاں تک کہ اسکی
عورتوں اور بچوں کی آہ و زاری بلند ہوگی۔ مختصراً آپ نے دنیا کے سب حاکموں
اور بادشاہوں کو الواح لکھیں اور انہیں جو پیشینگوئیاں آپ نے کی تھیں
وہ سب پوری ہوئیں۔ آپ کے نورانی قلم سے جنگ کے روکنے کی تعلیمات
ظاہر ہوئیں جن کو دنیا میں دور دور منتشر کیا گیا۔

آپ کی اول تعلیم حقیقت کی تلاش ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اندھی تقلید
انسان کی روح کو مار ڈالتی ہے۔ مگر حقیقت کی تلاش دنیا کو تعصب کی تاریکی
سے نجات دیتی ہے۔

آپ کی دوسری تعلیم نوع انسان کی وحدت ہے۔ تمام انسان ایک گلہ کی
طرح ہیں۔ اور خدا شفیق گلہ بان ہے۔ خدا ان پر بہت مہربانیاں کرتا ہے اور ان
سب کو ایک سمجھتا ہے۔ "تو خدا کی مخلوق میں کوئی فرق نہ پاسے گا"۔ وہ سب
اس کے بندے ہیں اور اس کے فضل کے محتاج ہیں۔

آپ کی تیسری تعلیم یہ ہے کہ دین نہایت مضبوط قلعہ ہے اسے اتحاد کا موجب
ہونا چاہئے نہ کہ نفرت و دشمنی کا۔ اگر اس سے نفرت و دشمنی حاصل ہوتی ہو تو
بے دین رہنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ دین بمنزلہ علاج ہے وہ اگر بیماری کو بڑھائے

کا سبب ہو تو اس کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے۔"

اسی طرح دینی۔ جنسی۔ قومی۔ اور سیاسی تعصبات انسانی سوسائٹی کی بنیاد کو اکھاڑنے والے ہیں۔ سب کا نتیجہ خونریزی اور نوع انسان کی ویرانی ہے۔ جتنے موجود ہیں جنگ کا خوف قائم رہے گا سب سے بڑا علاج صلح اکبر ہے اور یہ تمام قوموں اور حکومتوں کی نمائندہ عدالت عالیہ کے قائم ہونے پر حاصل ہوگی۔ تمام قومی اور بین الاقوامی جھگڑے اس عدالت کے سامنے پیش ہوں گے اور جو کچھ فیصلہ یہ کرے گی وہ جاری ہوگا۔ اگر کوئی حکومت یا قوم سرکشی کرے گی تو تمام دنیا اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوگی۔

آپ کی ایک تعلیم عورت و مرد کے حقوق کی مساوات ہے۔ اسی طرح ابھی ہی آپ کی اور بہت سی تعلیمات جو آپ کے قلم سے نازل ہوئیں۔

اب یہ ظاہر روشن ہوگیا ہے کہ یہ اصول دنیا کی روح رواں ہیں اور اس کی روح کے صحیح مجسمہ ہیں۔ اب آپ کو جو نوع انسان کے خادم ہیں لازم ہے کہ دل و جان سے کوشش کریں اور دنیا کو انسانی تعصب اور مادیت کی تاریکی سے آزاد کر دیں۔ تاکہ یہ خدا کے شہر کے نور سے روشن و منور ہو جائے۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ دنیا کے مختلف فرقوں۔ اداروں اور اصولوں سے واقف ہیں۔ آج ان آسمانی تعلیمات کے علاوہ اور کوئی چیز نوع انسان کو امن و امان نہیں دے سکتی۔ ان تعلیمات کے بغیر اور کسی چیز سے یہ تاریکی دور نہ ہوگی۔ یہ دیرینہ بیماریاں اچھی نہ ہوں گی۔ بلکہ روز بروز سخت ہوتی جائیں گی بلقان میں بے چینی رہے گی۔ اور اس کی حالت اور بھی خراب ہو جائے گی مفتوح خاموش نہ رہیں گے ہر ایک ذریعہ سے جنگ کی آگ کو پھر سے بھڑکائیں گے موجودہ عالمگیر تحریکیں حتی المقدور اپنے مقصد و مطالب

پورا کرنے کی کوشش کریگی۔ تحریک شمالی بہت اہمیت حاصل کرلیگی
اور اس کا اثر پھیل جائے گا۔"

پس روشن دل۔ آسمانی روح اور خدائی طاقت کے ساتھ خدا
کے فضل کی مدد سے کوشش کرو۔ شاید تم دنیا میں خدا کے فضل کا عطیہ
یعنی تمام نوع انسان کے امن و امان کا عطیہ عطا کر سکو۔"

نومبر ۱۹۱۹ء میں دوران گفتگو میں حضرت عبدالبہاءؑ نے فرمایا۔
حضرت بہاء اللہ نے مکرر فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جب
بے دینی اور اس کی لازمی لاحقہ ابتری پھیل جائے گی۔ یہ ابتری
اس حد سے زیادہ آزادی کا نتیجہ ہوگی جو لوگوں میں پھیل جائیگی
مگر لوگ جس کے لئے تیار نہ ہونگے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کے مفاد کے
خاطر ابتری اور کھلبلی کا سد باب کرنے کے لئے ایک دفعہ پھر سخت گیر
حکومت پھر عارضی طور پر عود کر آئے گی۔ اب صاف ظاہر ہے کہ ہر
ایک قوم کامل خود اختیاری اور آزادی عمل کی خواہاں ہے۔ دنیا
کی موجودہ حالت بے دینی کی حالت ہے جس کا بدیہی نتیجہ انتشار ہے۔
ابتری اور انتشار ہے میں ہمیشہ یہ کہتا رہا ہوں کہ جنگ عظیم کے بعد صلح
کی تجاویز پو پھٹنے کی مانند ہے۔ طلوع آفتاب کی مانند نہیں۔"

خدا کی بادشاہت کا آنا

مگر ان آفات کے زمانہ میں امر اللہ پھیلتا
جائے گا۔ خود غرضانہ تنازع بقا کی جدوجہد
کے سبب فرقہ وارانہ، یا قومی مفاد حاصل کرنے کے لئے جو مصیبتیں لوگوں پر پڑینگی
تو وہ عالم مایوسی میں اس علاج کی طرف رجوع کرینگے جو کلام الٰہی نے پیش
کیا ہے۔ جس قدر مصائب و آفات زیادہ ہونگی اسی قدر لوگ سچے علاج

کی طرف راجع ہوں گے۔ بہاء اللہ لوح سلطان (بادشاہ ایران کے نام لوح) میں فرماتے ہیں۔

خدا نے بلاؤں کو اس سرسبز کشت زار کے لئے بہل پھولیں ابتدائی بارش بنایا ہے یہ بلائیں اس کے چراغ کی بتی ہیں جس سے زمین و آسمان روشن ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ بلاؤں کے ذریعہ ہی اس کا نور چمکا۔ اور اس کی تجلیہ لگاتار روشنی دیتی رہی۔ پہلے زمانوں اور گذشتہ صدیوں سے اُس کی یہی سُنت رہی ہے ؎

حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبد البہاء نہایت صریح الفاظ میں رُوحانیت کی مادیت پر یقینی فتح کی پرزور پیشین گوئی فرماتے ہیں۔ جس کا نتیجہ صلح اکبر کا قیام ہوگا۔ حضرت عبد البہاء نے ۱۹۰۴ء میں لکھا تھا :۔

"اس بات کو یقین سمجھئے کہ بلائیں اور مصیبتیں روز بروز بڑھتی جائینگی اور لوگ مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ فرحت و انبساط کے دروازے سب طرف بند ہو جائیں گے۔ خوفناک جنگ واقع ہو گی۔ مایوسی اور امیدوں کا انقطاع ہر جانب سے انھیں گھیر لے گا۔ حتیٰ کہ وہ مجبور ہو کر خدا کی طرف لوٹیں گے۔ تب ایک بڑی خوشی کا نور آفاق کو منور کرے گا۔ اور یا بہاء الابہیٰ کا نعرہ ہر سمت سے بلند ہوگا۔" (وار اینڈ پیس صفحہ ۱۸۷)

فروری ۱۹۱۴ء میں جب حضرت عبد البہاء سے سوال کیا گیا کہ دولِ اعظم میں سے کوئی ایمان لائے گی یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا :۔

"تمام دنیا کے لوگ ایمان لائینگے۔ اگر تم آغازِ امر کی حالت کا مقابلہ امر کی آج موجودہ حالت سے کرو تو تم جان جاؤ گے کہ کلام الٰہی

کس قدر سرعت کے ساتھ نافذ ہو رہا ہے۔ اس وقت امر اللہ نے تمام دنیا کو گھیر لیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے تمام لوگ امر اللہ کے سایہ تلے پناہ گزیں ہونگے۔" (سٹار آف دی ویسٹ جلد ۹ صفحہ ۲۱)

آپ فرماتے تھے کہ یہ بات بہت نزدیک ہے۔ اور اسی موجودہ صدی میں واقع ہوگی۔ فروری ۱۹۱۴ء کو کیا سوفٹوں کو خطابہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا :-

"یہ صدی آفتاب حقیقت کی صدی ہے۔ یہ صدی زمین پر خدا کی بادشاہت کے قائم ہونے کی صدی ہے" (سٹار آف دی ویسٹ جلد ۹)

دانیال کی کتاب کی آخری آیات میں یہ پُر اسرار الفاظ پائے جاتے ہیں :-

"مبارک ہے وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک آتا ہے۔ پر تو اپنی راہ چلا جا۔ جب تک کہ وقت آخر آئے کہ تو چین کرے گا اور اپنی میراث پر آخیر کے دنوں میں اٹھ کھڑا ہوگا۔"

علماء نے ان الفاظ کے معانی کی گتھی سلجھانے میں بہت سی کوششیں کی ہیں۔ صبح کی چائے کے وقت کی ایک گفتگو میں جس میں مصنف موجود تھا۔ حضرت عبدالبہاء نے فرمایا :-

"ان تیرہ سو پینتیس ۱۳۳۵ دنوں سے مراد ہجرت محمدی سے ۱۳۳۵ شمسی سال ہیں۔"

چونکہ ہجرت ۶۲۲ء عیسوی میں واقع ہوئی تھی۔ اس لئے ۶۲۲ + ۱۳۳۵ = ۱۹۵۷ء ہوتا ہے۔ جب یہ سوال کیا گیا کہ ان ۱۳۳۵ روز کے اختتام پر ہم کیا دیکھیں گے تو آپ نے جواب دیا :-

"صلح اکبر مضبوطی سے قائم ہو جائے گی اور ایک عام زبان وجود میں آئے گی۔ سوء تفاہم مٹ جائیں گے۔ امر بہائی سب دنیا میں پھیل

جاوے گا۔ اور وحدتِ عالمِ انسانی وجود میں آئے گی۔ بہت شاندار وقت ہوگا۔"

عکا اور حیفا

میرزا احمد سہراب عکا اور حیفا کے بارے میں حضرت عبدالبہاء کی یہ پیشین گوئی اپنی ڈائری میں درج فرماتے ہیں۔ آپ اس وقت حیفا میں مہمان خانہ کی ایک کھڑکی سے تشریف فرما تھے۔ اور یہ ۱۳ فروری ۱۹۱۴ء کا دن تھا:۔

"مہمان خانہ سے منظر نہایت ہی دلکش دکھائی دیتا ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ حضرت بہاء اللہ کے روضۂ مبارک کے عین مقابل ہے۔ آئندہ زمانہ میں عکا اور حیفا کے درمیان جو فاصلہ ہے آباد ہو جاوے گا اور ہر دو شہر ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور ایک عظیم الشان شہر کے دو اطراف بن جائیں گے۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے میں اب بھی صاف طور سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ دنیا کی ایک عظیم الشان بندرگاہ بنے گا۔ یہ قوسی شکل کی کھاڑی نہایت اعلیٰ بندرگاہ میں بدل جائیگی جہاں تمام اقوام کے جہاز پناہ اور حفاظت کے لئے آیا کریں گے۔ سب اقوام کے بڑے بڑے جہاز اس بندرگاہ پر آیا کریں گے اور دنیا کے ہر حصہ سے لاکھوں مردوں اور عورتوں کو سوار کرکے لایا کریں گے۔ پہاڑ اور اس کی وادی عالیشان عمارات اور محلات سے بھر جائیں گے۔ دستکاریاں اور تجارت قائم ہوں گی اور رفاہِ عام کی بے شمار اور مختلف درسگاہیں بنائی جائیں گی۔ تمام قوموں سے تہذیب و تمدن کے پھول یہاں آیا کریں گے۔ جو اپنی خوشبوئیں ملا کر انسانی برادری کا راستہ تیار کریں گے

عجیب وغریب باغ۔ پھلواڑیاں۔ چمنستان ہر طرف بنائے جائینگے
رات کے وقت یہ عظیم الشان شہر بجلی کے قمقموں سے بقعۂ نور ہو گا۔
عکا سے حیفا تک سب بندرگاہ روشنی کی ایک راہ ہوگی۔ کوہ کرمل
کے دونوں طرف طاقتور متجسس روشنی کے مینار بنائے جائینگے جو
آنے جانے والے جہازوں کی رہنمائی کریں گے۔ خود کوہ کرمل اپنی چوٹی سے
لیکر دامن تک برقی روشنی میں ڈوبا ہوا ہو گا کوہ کرمل کی چوٹی پر کھڑے
ہونے والے اور جہاز کے مسافر ایک ایسا نظارہ دیکھا کریں گے جو دنیا نے
آج تک کبھی نہیں دیکھا ہے

پہاڑ کے ہر طرف سے یا بہاء الابہیٰ کا ترانہ بلند ہو گا۔ اور صبح ہونے
سے پہلے روح کو جوش دلانے والی آوازیں، میٹھے ترانوں کے ساتھ
خدائے مقتدر القدیر کے عرش کی طرف بلند ہوا کریں گی۔

بیشک خدا کے طریقے پُر اسرار اور ناقابل ادراک ہیں۔ شیراز
وطہران۔ بغداد وقسطنطنیہ۔ ایڈریانوپل۔ حیفا وعکا میں کھیلا گیا بیرونی
تعلق ہے۔ خدا آہستہ آہستہ ان مختلف شہروں میں اپنی مستقل اور اٹل
تقدیر کے مطابق کام کر رہا۔ تاکہ وہ پیشین گوئیاں اور بشارتیں جو پہلے
نبیوں نے کی تھیں پوری ہوں۔ خدائی وعدوں کا وہ سنہری سلسلہ جو
تمام توریت وانجیل میں زمانہ امن وامان۔ فرحت و اطمینان کے
بارہ میں ہے، خدا کے حکم کے مطابق اپنے وقتِ مقررہ پر ظاہر ہو گا
ایک لفظ بھی ان کا پورا ہوئے بغیر اور بے معنی نہ رہے گا۔

پندرھواں باب

یادِ گذشتہ و امیدِ آیندہ

اے دوستو! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ نعمت تمام۔ حجت کامل۔ برہان ظاہر اور دلیل ثابت ہو گئی۔ اب دیکھیں تمہاری ہمت مراتب انقطاع سے کیا ظاہر کرتی ہے۔ اس طرح نعمت تم پر اور زمینوں اور آسمانوں کے تمام رہنے والوں پر تمام ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔

(حضرت بہاء اللہ کے کلمات مکنونہ)

ترقی امر اللہ جگہ کی تنگی کے سبب تمام دنیا میں تحریک بہائی کی ترقی کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ناممکن ہے۔ اس دلچسپ مضمون کے لئے بہت سے ابواب کی ضرورت ہے۔ جن میں امر اللہ کے شہدا اور پیش روؤں کے دل ہلا دینے والے واقعات لکھے جائیں۔ مگر پھر بھی نہایت ہی اختصار کے ساتھ ہم کچھ بیان کرتے ہیں:-

اس امر کے اول مومنین کو ایران میں سخت دشمنی۔ ظلم و ستم اور بے رحمی سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن انہوں نے ان سب مصائب اور امتحانات کو نہایت

صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ انھیں ان کے خون میں ہی بپتسمہ دیا گیا۔ کیونکہ ان میں سے کئی ہزار نے جام شہادت پیا۔ کئی ہزار قید اور جلاوطن کیے گئے۔ ان کے مال و متاع تاخت و تاراج کیے گئے۔ اور ان کے ابنام ہدف حملہ ہر پیر و جوان ہوئے۔ ساٹھ سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک ایران میں اگر کوئی حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ پر ایمان کے اظہار کی جرأت کرتا تو اس کا مال و دولت سب لوٹ لیا جاتا۔ اس کی آزادی نیز اس کی زندگی بھی خطرے میں ہوتی۔ اس پر بھی یہ وحشیانہ مستقل مخالفت امر اللہ کی پیشرفت کو اس سے زیادہ نہ روک سکی جتنی کہ ایک غبار آلود بادل سورج کے سامنے آنے سے اس کو طلوع ہونے سے روک سکتا ہے۔

ایران کے اس سرے سے اس سرے تک اہل بہاء اب ہر شہر اور قریہ اور دیہہ میں حتیٰ کہ خانہ بدوش قوموں میں بھی موجود ہیں۔ بعض تو گاؤں کے گاؤں ہی بہائی ہیں۔ اور بعض میں ان کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے حالانکہ یہ ان مختلف فرقوں سے آئے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ مگر اب یہ ایک مجمع الاحباب میں شامل ہیں جن کی پیار اور الفت نہ صرف ایک دوسرے تک ہی محدود ہے۔ بلکہ ہر جگہ تمام انسانوں کے ساتھ انھیں پیار ہے جو نوع انسان کے اتحاد اور ترقی کے لیے تعصبات اور فسادات کو دور کرنے کے لیے اور خدا کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہو سکتا ہے؟ مگر ابھی ایک وہ کام ہے جسے یہ لوگ ساری دنیا میں کرنے کے لیے نہایت استقلال کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اور جس کا پورا ہونا سب سے بڑا معجزہ ہوگا۔ قرائن صاف بتا رہے ہیں کہ یہ بڑا معجزہ بھی آہستہ آہستہ مگر یقینی طور سے

منصۂ شہود میں آرہا ہے۔

ترکستان۔ امریکہ۔ ہندوستان اور برما میں اہلِ بہاء کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے۔ جرمنی۔ اٹلی۔ سوئٹزرلینڈ اور فرانس میں بہائی مجالس قائم ہوگئی ہیں۔ اور ان کی روحانی تحریکات کا حلقہ روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ ان میں سے بعض ممالک میں امراللہ کی خدمت کے لیے ماہواری رسالے شائع ہوتے ہیں۔ اکثر ممالک میں سالانہ بہائی کانگریسیں باقاعدہ منعقد کی جاتی ہیں۔ جن میں اس ملک کے مختلف حصوں کے نمائندے شریک ہوتے ہیں جاپان سے بھی ایک ماہواری رسالہ جاپانی اور اسپرنتو زبان میں نکلتا ہے مشرق ومغرب کے تقریباً سب ممالک میں اہلِ بہاء پائے جاتے ہیں۔ اور اگرچہ اس وقت ان کی تعداد کم ہے۔ مگر وہ اپنی تعداد سے کہیں بڑھ کر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ امراللہ کی جان بخش قوت روز بروز ثابت ہوتی جا رہی ہے۔ اور خدا کا دین نوعِ انسان میں خمیر کی طرح سرایت کر رہا ہے۔ اور جیسے جیسے یہ پھیلتا جا رہا ہے نوعِ انسان کو ایک برزخ سے دوسرے برزخ میں لے جا رہا ہے۔

یورپ اور امریکا کے ابتدائی بہائیوں کو امید تھی کہ امراللہ کی ترویج کی اشاعت اور اس کی تعلیمات کی قبولیت کسی نہ کسی طرح ایک مقررہ وقت پر نوعِ انسان کو متحد کر دے گی۔ مگر ان عناصر کی نشو ونما نے جو اس وقت ان سے پوشیدہ تھے یہ روشن کر دیا ہے کہ اس ظہور کی تصدیق اگرچہ بہت اہم ہے فقط باطنی معاملہ ہی نہیں بلکہ اس کا تعلق دنیا بھر کی شہریت سے بھی ہے۔ یعنی ان معاشرتی اداروں کا جو حضرت بہاءاللہ نے قائم کیے ہیں پوری قوت حاصل کرنے کے لیے جد و جہد کرنا۔ پس امراللہ کی ترقی دکھاتے وقت ہمیں یہ بات نہیں دیکھنی چاہیے کہ حضرت بہاءاللہ کے اصول دنیا میں زیادہ

یا کم رائج ہو گئے۔ یا آپ کے ماننے والوں کی تعداد کتنی ہے بلکہ اس سے بھی کچھ آگے دیکھنا چاہیے۔ اس کے ارتقار کی اس منزل پہ امر اللہ کی قوت کا پتہ اصل میں اہلِ بہار کی اُس سریع تبدیلی سے لگتا ہے جو انھوں نے عبادت گذار پرستاروں کی حالت سے بڑھ کر مایوس ماحول کی ابتری اور عداوت کی مدافعت کرنے کے قابل ہونے کے لئے ایک مضبوط آئینی ادارہ بننے میں کی ہے۔ ف

حضرت عبدالبہار کی اس پیشنگوئی سے کہ ایک اور بین الاقوامی جنگ ہونے والی ہے پتہ چلتا ہے کہ تمام قدیم معاشرتی اداروں پہ ایک ناقابلِ برداشت بوجھ پڑنے والا ہے۔ قدیم ادیان کے پیروؤں کے مقابلہ میں بہائیوں کی تعداد بے اہمیت معلوم دیتی ہو۔ مگر اہلِ بہار کو اس بات کا یقین ہے کہ آسمانی طاقت نے انھیں ایک ایسے نظام کی خدمت کرنے کا شرف عطا کیا ہے جسمیں بہت عظیم

ف لارڈ کرزن اپنی کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشین کوسیچن میں جو ۱۸۹۲ء یعنی صعود حضرت بہاء اللہ کے سال میں چھپی ہے لکھتا ہے :-

"ایران میں بابیوں کا جو کم از کم اندازہ کیا گیا ہے وہ اس وقت پانچ لاکھ ہے۔ مگر ان لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے جو اس معاملہ کو اچھی طرح جانچ سکتے ہیں میرا اپنا خیال یہ ہے کہ کل تعداد دس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبے میں پائے جاتے ہیں وزرا و امرار دربارِ شاہی سے لے کر خادموں اور سائیسوں میں بھی موجود ہیں۔ ان کی کارروائی کا میدانِ عمل خود مسلمانوں کے علمار ہیں۔ .....

اگر بابی دین اسی رفتار سے جس سے یہ اس وقت بڑھ رہا ہے ترقی کرتا گیا تو وہ وقت دور نہیں جب یہ ایران سے مسلمانوں کو نکال کر الگ کرے گا۔ اس کے لئے یہ بات کرنی بہت دشوار ہوتی اگر یہ کسی مخالف دین کے جھنڈے تلے ظاہر ہوتا۔ مگر چونکہ اس کے سپاہی عموماً انھیں میں سے بھرتی کئے جا رہے ہیں جن سے یہ متقابل ہے اس لئے انجام کار اس کے کامیاب ہونے کی وجہ زیادہ مضبوط ہے۔" (جلد اصفحہ ۴۹۹ سے ۵۰۲ تک)

مشرق و مغرب کے ہر دو باشندے گروہ گروہ شامل ہونے والے ہیں۔
حضرت شوقی آفندی نے اہلِ بہاء کو مطلع کیا ہے کہ ۱۹۶۳ء یعنی حضرت
بہاء اللہ کے باغ رضوان میں اعلان کی صد سالہ سالگرہ تک حضرت
بہاء اللہ کے امر کی بنیادیں تمام دنیا میں قائم ہو جائیں گی۔

اس لئے اگرچہ یہ سچ ہے کہ رُوح القدس پاک دلوں پر اُن تمام ملکوں
میں اپنا اثر ڈال رہی ہے جو منبع سے ابھی تک ناواقف ہیں۔ اور امر اللہ کی ترقی
اُن کوششوں سے جانچی جا سکتی ہے جو غیر بہائی حضرت بہاء اللہ کی کسی ایک
نہ ایک تعلیم کو پھیلانے کے لئے کر رہے ہیں۔ پھر بھی پراسنے نظام میں کسی پائیدار
بنیاد کی کمی اِس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ ملکوتِ الٰہی کے اصول اہلِ بہاء کے
ادارہ کے اندر ہی نتیجہ بخش یا مثمر ہو سکتے ہیں۔

نظم و نسق | بہائی نظم و نسق کے متعلق نیچے لکھی ہوئی باتیں بہائی ورلڈ جلد ۵ صفحہ ۱۹۱ سے لی گئی ہیں۔

اس دنیا کے نظم و نسق کے متعلق امرِ بہائی کے اصول کو حضرت بہاء اللہ نے
بیان فرمایا اور حضرت عبد البہاء نے انہیں اپنی الواح میں سمجھایا خاص کر اپنے
وصیت نامہ میں آپ نے اِن اصولوں پر خوب روشنی ڈالی ہے۔

اِس تنظیمی ادارے کا مقصد مختلف قوموں۔ مختلف پیشوں۔ مختلف سیرتوں اور
مختلف موروثی عنصروں کے لوگوں میں مضبوط اتحاد پیدا کرنا ہے۔ امرِ بہائی کے
اس پہلو کا دلسوزی سے گہرا مطالعہ اِس بات کو ظاہر کر دے گا کہ بہائی نظم و نسق کا
طریقہ اور مقصد اس امر کے بنیادی اصولوں کے ساتھ پوری پوری مطابقت
رکھتا ہے اور دونوں کا آپس میں جسم و روح کا سا تعلق ہے۔

نظرت کے لحاظ سے بہائی نظم و نسق کے اُصول، موالات و اتحادِ عمل کے احول

مبنی ہیں۔ اور عمل میں وہ ایک نئے اور اعلیٰ اخلاق کی بنیاد رکھتے ہیں۔ جو وسعت میں عالمگیر ہے۔ بہائی برادری اور دوسری مختار جماعتوں اور سبھاؤں میں یہ فرق ہے کہ بہائی برادری کی بنیاد اتنی گہری اور اتنی وسیع ہے کہ ہر ایک مخلص اور سچا شخص اس میں شامل ہو سکتا ہے۔ دوسری جماعتوں نے اگرچہ اصول تو ایسے بنا رکھے ہیں مگر برتاؤ اور عمل میں دوسروں کو اپنے اندر شامل نہیں کرتیں۔ بہائی برادری سب کو اپنے اندر شامل کرتی ہے اور کسی مخلص شخص پر اس کے دروازے بند نہیں ہیں۔ ہر ایک جماعت میں کسی کو منتخب کر کے ممتاز بنانے کے لئے کوئی نہ کوئی اصول مقرر ہوتا ہے۔ یہ اصول خواہ فطری ہو یا اکتسابی۔ دینی اور مذہبی جماعتوں میں ایسے انتخاب و امتیاز کی بنیاد ایک ایسا عقیدہ ہوتا ہے جس کی بنیاد مذہب کی ابتدائی تاریخ پر محدود ہوتی ہے۔ سیاسیات میں یہ اصول امتیاز قوموں یا جماعتوں پر اثر رکھنے کی بنا پر سمجھا جاتا ہے۔ اقتصادیات میں اس اصول کی بنیاد مشکلات یا طاقت کے اشتراک پر ہے۔ علوم اور سائنس میں یہ اصول کسی خاص قسم کی تربیت۔ عمل یا مفاد پر مبنی ہوتا ہے اور سب معاملات میں دائرہ امتیاز جتنا تنگ ہوتا ہے اتنی ہی تحریک مضبوط ہوتی ہے (یعنی منتخب لوگ جتنے کم ہونگے اتنے ہی مضبوط ہوں گے) لیکن یہ نظریہ امر بہائی کے نظریہ کے بالکل مخالف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہائی امر میں باوجودیکہ بڑھنے اور ترقی کرنے کا بہت جوش موجود ہے۔ پھر بھی اس کے عمل کرنے والے پیروؤں کی تعداد بہت آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دنیا میں عام طور پر لوگوں کو تمام معاملات میں تنگ خیالی اور فرقہ بندی کی عادت ہو گئی ہے۔ اُن کے نزدیک فرقہ بندی کو حق جاننا اور اس کی حمایت کرنا دین یا دھرم کا سب سے اہم اصول ہے۔ بہائی امر میں داخل ہونے سے اِن باتوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور یہ بات شروع شروع میں نئے اشخاص کو امتحان اور ابتلاء میں ڈال دیتی ہے کیونکہ انسان کا جذبہ خودی عالمگیر محبت کے

اعلیٰ اصول کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ علما کو سادہ اور اَن پڑھ لوگوں کے ساتھ امیروں کو غریبوں کے ساتھ۔ گوروں کو کالوں کے ساتھ صوفیوں کو فقیہوں کے ساتھ۔ عیسائیوں کو یہودیوں کے ساتھ۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کے ساتھ۔ اور مسلمانوں کو پارسیوں کے ساتھ مل کر رہنا پڑتا ہے۔ قدیم چھوت چھات۔ پرانی رعایتوں اور من گھڑت رسومات کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

مگر اس دکھ اور تکلیف کا بدلہ بہت زبردست ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ عام انسانوں سے الگ ہو کر ہنر بیکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو فلسفہ تنہائی میں جا پڑتا ہے وہ اپنی طبع زادی کو کھو بیٹھتا ہے۔ سیاست اور دین انسانوں کی عام ضروریات سے علیحدہ ہو کر کبھی پھلتے پھولتے نہیں۔ انسانی فطرت کے متعلق ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہوا۔ کیونکہ ہم آجتک ذہنی۔ اخلاقی۔ جذباتی یا معاشرتی منافرت کی حالت میں رہتے رہے ہیں۔ منافرت کا جذبہ خوف پیدا کرتا ہے۔ مگر خدا سے محبت خوف کو دور کرتی ہے۔ اور جب خوف دور ہو جاتا ہے تو ہماری فطری قوتیں ترقی کرنے لگتی ہیں۔ روحانی محبت کے ساتھ دوسروں سے میل جول ہماری ان قوتوں سے حتمی اور حیاتی اسلوب کا اظہار ہے۔ بہائی برادری ہی ایک ایسی جماعت ہے جس میں یہ عمل اس وقت کار پرداز ہے۔ اگرچہ ابھی اس کی رفتار دھیمی ہے۔ مگر جیسے جیسے اس کے پیرو اُن قوتوں سے واقف ہوتے جائینگے جو انسانوں میں اتحاد کے پھول کھلا رہی ہے، اس کی رفتار بھی تیز ہوتی جائے گی......

کسی ایک مقام کے بہائی امور کی نگرانی اور ذمہ داری ایک جماعت کے سپرد ہے جو محفل روحانی کہلاتی ہے۔ اس محفل کا (جس کے اعضا کی تعداد ۹ ہوتی ہے) انتخاب ہر سال ۲۱ اپریل کو یعنی عید رضوان کے پہلے دن ہوتا ہے (عید رضوان وہ دن ہے جب حضرت بہاء اللہ نے ۱۸۶۳ء میں اپنے مظہر ظہور الٰہی ہونے کا اعلان کیا تھا) برادری کے سب بالغ مرد و عورت رائے دینے کا حق رکھتے ہیں۔ رائے دینے والوں کی

فہرست محفل روحانی ملی تیار کرتی ہے محفل روحانی کے فرائض کے متعلق حضرت عبدالبہاء نے لکھا ہے :-

"ہر فرد بہائی پر فرض ہے کہ محفل روحانی سے صلاح و مشورہ کئے بغیر امور امری میں ایک قدم بھی نہ اٹھائے۔ دل و جان سے محفل مقدس کے احکام کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ تاکہ امور ترتیب و تنظیم پائیں اور ہر ایک کام منظم ہو جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہر شخص خود سرانہ جو چاہیگا کریگا اور اپنی خواہشات کی پیروی کر کے امر اللہ کو نقصان پہنچانے کا باعث ہوگا۔

اصحاب شوریٰ کا اول فریضہ یہ ہے کہ ان کی نیت خالص ہو۔ اُن کا دل نورانی ہو۔ خدا کے سوا سب سے پوری طرح منقطع ہوں۔ نفحات اللہ سے منجذب ہوں۔ احبّار الہیٰ کے ساتھ خضوع و خشوع و انکساری سے پیش آئیں۔ مصیبت کے وقت صبر و تحمل سے کام لیں۔ اور عتبۂ سامیہ الٰہیہ کی بندگی ان کا شعار ہو۔ اگر خدا کی مدد سے وہ یہ صفات حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے تو ملکوت غیب ابہیٰ سے نصرت اُن کی شامل حال ہوگی۔

آج کے دن محافل مشورت کا وجود نہایت ہی اہم اور لازمی ہے۔ ان محافل مقدسہ کی اطاعت فرض و واجب ہے۔ ان محفلوں کے اعضاء آپس میں اس طرح مشورہ کریں کہ اختلاف اور شکر رنجی کا کوئی موقع ہی پیدا نہ ہو۔ اور یہ اسی حالت میں حاصل ہوگا جب محفل کا ہر ایک عضو نہایت آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار اور اپنی دلیلیں پیش کریگا۔ اگر کوئی اس کی رائے کے مخالف سمجھے ہے تو برا نہ مانے۔ کیونکہ جب تک دلیلیں پیش نہ کی جائیں گی حقیقت ظاہر نہ ہوگی۔ مختلف دلیلوں کے ٹکرانے سے ہی سچ کی چنگاری پیدا ہوگی۔ بحث و مباحثہ کے بعد اگر سب متفقہ فیصلہ دیں تو بہت ہی اچھا ہے پر اگر خدا نہ کرے

راؤں میں اختلاف ہو تو اکثریت کا فیصلہ جاری ہو......

پہلی شرط یہ ہے کہ اعضائے محفل کے درمیان پوری پوری الفت و محبت ہو۔ وہ بیگانگی سے بالکل بیزار اور یگانگی حضرتِ رحمٰن کو ظاہر کریں۔ کیونکہ وہ ایک ہی بحر کی موجیں۔ ایک ہی نہر کے قطرے۔ ایک ہی آسمان کے ستارے۔ ایک ہی آفتاب کی شعاعیں۔ ایک ہی بوستان کے درخت اور ایک ہی درخت کے پھول ہیں۔ اگر اتحادِ خیال اور یگانگتِ بے ملال حاصل نہ ہوگی تو وہ جماعت پراگندہ ہوجائے گی اور وہ محفل بے سرو سامان رہیگی۔

دوسری شرط۔ محفل کے اعضاء جب مشورت کے لئے جمع ہوں تو ملکوتِ اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوکر افقِ ابہیٰ سے تائید طلب کریں۔ اور نہایت خلوص و وقار و تمکین و آداب کے ساتھ محفل میں بیٹھیں .... بات چیت اور گفتگو فقط روحانی امور کے بارے میں ہو جن کا تعلق نفوس کی تربیت کرنے۔ بچوں کو تعلیم دینے۔ ہر قوم اور فرقے کے فقیروں کی مدد اور کمزوروں کی اعانت کرنے۔ سب قوموں سے مہربانی سے پیش آنے۔ خدا کے کلام کو پھیلانے اور مظہرِ ظہورِ الٰہی کی تقدیس کو ثابت کرنے سے ہو۔ اگر اعضائے محفل ان شرطوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے تو روح القدس کی تائید پائیں گے اور ان کی محفل برکاتِ الٰہی کا مرکز بن جائے گی۔ خدائی فتح کی فوجیں ان کی مدد کے لئے آئیں گی اور ان کی روحانیت روز بروز بڑھتی جائے گی۔

اس مضمون کے متعلق بیان کرتے ہوئے حضرت شوقی آفندی لکھتے ہیں :۔

"ہر فرد بہائی کے لئے لازم ہے کہ وہ پبلک کو کوئی چیز امر کے متعلق اسوقت تک نہ دے جب تک اس مقام کی محفلِ روحانی اس چیز پر خوب غور کرکے اس کے دینے کی منظوری نہ دیدے۔ اگر اس معاملہ کی نوعیت (جیسا کہ عموماً ہوتا ہے) ایسی ہی ہے کہ اس کا تعلق اس ملک میں امراللہ کے تمام مفاد سے ہے تو محفلِ روحانی کا یہ فرض ہے

کہ وہ اُسے اُس مُلک کی محفلِ روحانی ملّی کے پاس جو مختلف محافلِ روحانی محلّیہ کی نمایندہ ہے غور کرنے اور منظوری دینے کے لئے بھیجدے۔ یہ بات صرف مطبوعات ہی کیلئے ہی نہیں بلکہ ہر ایک معاملہ خواہ کیسی ہی نوعیت کا ہو جس کا تعلق انفرادی یا جماعتی لحاظ سے امرالله سے ہو اس کا اُس مقام کی محفل روحانی کے سامنے پیش ہونا ضروری ہے اب اگر اس معاملہ کا تعلق ساری برادری سے نہیں ہے تو محفل روحانی اس کا فیصلہ کرے گی۔ اور اگر اس کا تعلق ساری برادری سے ہے تو محفل روحانی اسے محفلِ ملّی کے سامنے پیش کرے گی کسی معاملہ کو مقامی یا ملّی نوعیت کا قرار دینا بھی محفل ملّی کے اختیار میں ہے (ملّی معاملات سے سیاسی معاملے مُراد نہیں ہیں۔ کیونکہ دنیا بھر کے اہلِ بہار کو سختی سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی سیاسی معاملات میں دخل نہ دیں۔ اُن کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اپنے ملک کے اہل بہاء کے روحانی معاملات کا انصرام کریں۔

مگر مقامی محفلوں اور اُن کے اعضاء میں خاص کر ہر مقامی محفل اور محفلِ ملّی میں کامل اتحاد اور اشتراکِ عمل نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ امرالله کا اتحاد اس کے پیرؤوں کا باہمی اتفاق اور خدا کے پیاروں کے روحانی اقدامات کا فوری انصرام اسی پر مبنی ہے۔

محافل محلّیہ وملّیہ اس وقت وہ بنیاد ہیں جن پر آئندہ بیت العدل عمومی قائم ہوگا۔ جب تک محافل روحانی سرگرمی اور اتحاد کے ساتھ کام نہ کریں گی اُس وقت تک یہ عصر عبوری ختم نہ ہوگا ....

اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ بہائی امر کا اصل مدعا تحکمانہ اقتدار نہیں بلکہ منکسرانہ اشتراکِ عمل ہے۔ مستبدانہ حکومت نہیں بلکہ بے لاگ دوستانہ صلاح و مشورہ ہے۔ سوائے سچی بہائی روح کے اور کوئی قوت رحم و عدل۔ آزادی و اطاعت

احترامِ حقوقِ افراد۔ تسلیم نفس۔ احتیاط۔ شعور۔ دور اندیشی۔ اشتراکِ عمل۔ راستی اور ہمت کے اُصول کو ثابت نہیں کر سکتی۔

ایک ملک کی محافل روحانی محلیہ ایک دوسری جماعت سے مربوط ہوتی ہے جو نو منتخب شدہ اعضاء پر مشتمل ہوتی ہے، محفل روحانی ملی کہلاتی ہے محفل روحانی ملی کے اعضاء کا انتخاب ہر سال تمام مقامات کے اہل بہاء کے نمایندے کرتے ہیں ان نمایندوں کا انتخاب ہر اُس مقام کے اہل بہاء کرتے ہیں جہاں محفل روحانی ہوتی ہے۔ سالانہ کانونشن ملی جسمیں یہ نمایندے جمع ہوتے ہیں ایک انتخابی جماعت ہے جو تناسب نمایندگی کے اصول پر قائم ہوتی ہے۔ ہر ملک کے لیئے نمایندوں کی تعداد حضرت شوقی آفندی مقرر کرتے ہیں اور یہ تعداد ہر مقام کے بہائیوں کی تعداد کے تناسب سے سب پر تقسیم کر دی جاتی ہے۔ سالانہ کانونشن ملی اکثر عید رضوان کے ایام میں منعقد ہوتی ہے۔ یعنی ان بارہ دنوں میں جو ۲۱ اپریل سے شروع ہوتے ہیں جن میں حضرت بہاء اللہ نے بغداد کے قریب باغ رضوان میں مظہر ظہور الٰہی ہونے کا اعلان فرمایا تھا۔ نمایندوں کو بطور نمایندے قبول کرنے کا اختیار محفل روحانی ملی کو دیا گیا ہے۔

سالانہ کانونشن ملی ایک موقع ہوتا ہے جسمیں ہر شخص بہائی اقدامات کے متعلق اپنی واقفیت بڑھا سکتا ہے۔ گذرے ہوئے سال کے متعلق مقامی اور ملی رپورٹیں سن سکتا ہے۔ کانونشن کے دنوں میں ایک بہائی کانگرس منعقد کرنے کی رسم بھی ہو گئی ہے۔ ایک بہائی ڈیلیگیٹ یا نمایندے کا کام فقط یہی نہیں کہ سالانہ کانونشن میں آئے اور نئی محفل روحانی ملی کے انتخاب میں شریک ہو بلکہ جب وہ جمع ہوتے ہیں، تو وہ ایک مجلسِ شوریٰ کی حیثیت سے ہوتے ہیں۔ جن کی سفارشات و تجاویز پر محفل روحانی ملی کے اعضاء خوب غور کرتے ہیں۔

محفل روحانی ملی کا تعلق محافل روحانی محلیہ اور ملک بھر کے اہل بہاء کے ساتھ حضرت ولی امراللہ کی توقیعات میں اس طرح بیان فرمایا ہے :-

" محافل روحانی محلیہ کے قائم کئے جانے کے متعلق یہ بہت ضروری ہے کہ ہر ایسے ملک میں جہاں حالات موافق اور اہل بہاء کی تعداد زیادہ ہو چکی ہے محفل روحانی ملی قائم کر دی جائے جو ملک بھر کے اہل بہاء کی نمائندہ ہو گی۔

ان کا سب سے پہلا کام یہ ہو گا کہ باہمی صلاح و مشورہ کے ذریعہ ملک کے اہل بہاء اور محافل محلیہ کے معاملات و اقدامات کو ترقی دیں۔ انھیں متحد کریں اور ایک قاعدے میں لائیں اور ارض مقدس کے ساتھ لگاتار خط و کتابت کو کے قاعدے بنائیں اور ملک میں امری کاموں کو ترقی دیں۔

ان کا ایک اور کام ہے جو پہلے سے کسی طرح کم اہم نہیں۔ کیونکہ کچھ عرصہ بعد یہ محافل بیت العدل ملی بن جائیں گی (جسے حضرت عبدالبہاء کے وصیت نامے میں بیت العدل ثانوی کہا ہے) اور حضرت عبدالبہاء کی وصیت کے صاف الفاظ کے مطابق دنیا بھر کی محافل ملیہ کے ساتھ مل کر بین الاقوامی یا عمومی بیت العدل کے انضمام کا بلا واسطہ انتخاب کیا کریں گی۔ بیت العدل عمومی دنیا بھر میں امری امور کا انصرام کیا کریگا۔ انھیں منظم کر کے انھیں انجام دیا کرے گا۔

اس محفل روحانی ملی کی جو بیت العدل عمومی کے قائم ہونے تک سالانہ منتخب ہوا کرے گی ظاہر ہے کہ بہت بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ کیونکہ اسے ملک کی کل محافل محلیہ پر پورا پورا اختیار حاصل ہے۔ اہل بہاء کے اقدامات کی نگرانی اور ان کا انتظام اس کے ہاتھ میں ہے۔ امراللہ کی بہت ہوشیاری سے حفاظت کرنا اس کا کام ہے اور امراللہ کے متعلق دیگر امور کی نگرانی اور دیکھ بھال کرنا اُس کا فرض ہے۔

ملک میں امراللہ کے متعلق اہم سوالات مثلاً ترجمہ کروانا۔ کتابیں چھپوانا،

مشرق الاذکار۔ تبلیغ اور ایسے ہی دوسرے امور جو محلی امور سے بالکل علیحدہ ہیں محفل روحانی ملی کے ماتحت ہونگے۔

محافل محلیہ کی طرح محفل روحانی ملی بھی ایسے کاموں کو مخصوص کمیٹیوں کے ذریعہ کیا کریگی۔ ان کمیٹیوں کے اعضاء کا انتخاب محفل روحانی ملی ملک بھر کے اہل بہاء میں سے کرے گی۔ اور ان کمیٹیوں کا محفل روحانی ملی کے ساتھ وہی تعلق ہوگا جو محلی کمیٹیوں کو اپنی اپنی محفل روحانی کے ساتھ ہے۔

یہ فیصلہ کرنے کا اختیار بھی محفل روحانی ملی کو ہے کہ آیا کوئی مسئلہ زیر بحث محلی حیثیت رکھتا ہے اور محفل روحانی محلی کو اس کا فیصلہ کرنا چاہیے یا کہ اس مسئلہ کی نوعیت ایسی ہے کہ خود اسے اس پر غور کرکے فیصلہ دینا چاہیے۔

اس امر اللہ کی خاطر جو ہم سب کو پیارا ہے اور جس کی ہم سب خدمت کرتے ہیں محفل روحانی ملی کا جسے کانونشن میں نمایندے انتخاب کرتے ہیں یہ فرض اولی ہوگا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں نمایندوں کے صحیح جذبات۔ خیالات۔ راؤں اور مشوروں کا پورا پورا احترام کریں۔ رازداری۔ سکوت۔ علیحدگی کے شائبہ تک کو دور کرکے نہایت خوشی اور روح وریحان سے اپنی تجویزوں۔ اپنی امیدوں اور اپنے تفکرات کو ان نمایندوں کے سامنے بیان کریں۔ جنھوں نے ان کو انتخاب کیا ہے۔ وہ نمایندوں کو ان مختلف امور سے مطلع کریں گے جن پر آنے والے سال میں عملدرآمد ہونیوالا ہے اور پھر خاموشی اور راستی کے ساتھ اُن کی رائیں سنیں گے اور اُن کی تنقیدوں کو جانچیں گے۔ نئی انتخاب شدہ محفل روحانی ملی کو کانونشن کی موجودگی میں اور نمایندوں کے چلے جانے کے بعد ایسے طریقے اختیار کرنے ہونگے جن سے افہام وتفہیم کا ذوق پیدا ہو۔ آپس میں تبادلۂ خیالات قائم رہے اور اس میں آسانیاں پیدا ہوں اور اعتماد بڑھے۔

الغرض وہ واضح طور پر ثابت کر دے گی کہ سب اہل بہاء کی خدمت کرنے اور اُنکی بہبودی مدِ نظر رکھنے کے سوا اُس کی اور کوئی آرزو نہیں ہے۔

اِس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہ کانونشن کے لیے اور منعقد جلسوں پر ناگزیر پابندیاں لگی ہوئی ہیں محفل روحانی ملی ان تمام امور کے آخری فیصلہ کو جن کا تعلق امراللہ کے مفاد سے ہے اپنے ہاتھ میں رکھیگی۔ مثلاً اس بات کے فیصلہ کرنے کا حق کہ فلاں محفل روحانی محلی اُن اُصول کے مطابق چل رہی ہے یا نہیں جو امراللہ کی ترقی وانصرام کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔"

محلی انتخاباتِ بہائی کے لیے رائے دینے والوں کی سالانہ فہرستیں درست کرنے کی ذمہ داری محفل روحانی محلی پر عائد کی گئی ہے اور اس کے متعلق ہدایات کرتے ہوئے حضرت ولی امر اللہ نے فرمایا ہے :۔

"موجودہ حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مختصراً مگر مکتفی طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ اس بات کا فیصلہ کرنے کے وقت کہ آیا کوئی شخص سچا بہائی ہے یا نہیں ان بڑی بڑی باتوں کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے :۔ مُبشر یعنی حضرت باب، مالک امر یعنی حضرت بہاء اللہ اور مبین امر یعنی حضرت عبدالبہاء کے مقامات کو جیسا کہ حضرت عبدالبہاء کے وصیت نامہ میں لکھا ہے تسلیم کرنا۔ جو کچھ اُن کے قلم سے ظاہر ہوا ہے اس کی بے چون و چرا اطاعت کرنا۔ حضرت عبدالبہاء کے وصیت نامہ کی جملہ شرائط سے پوری پوری وفادارانہ وابستگی رکھنا۔ موجودہ بہائی نظم و نسق کی روح و رسم سے گہرا ربط ضبط پیدا کرنا۔ میرے خیال میں یہ اساسی و ابتدائی قابل لحاظ امور ہیں جن کا ایسا اہم فیصلہ کرنے سے پہلے سمجھ سوچ کر غور و فکر اور انصاف کے ساتھ جانچ پڑتال کرنا نہایت لازمی ہے۔"

حضرت عبدالبہاء کی ہدایات، بہائی ادارۂ تنظیم کی مزید ترقی کا انتظام

ایک بین الاقوامی محفل روحانی کے ذریعے فراہم کرتی ہیں۔ اس بین الاقوامی محفل روحانی کا انتخاب محافل روحانی محلیہ کے اعضار کیا کریں گے۔ یہ بین الاقوامی ادارہ ابھی وجود میں نہیں آیا مگر اس کی مخصوص نوعیت کا پورا پورا بیان موجود ہے۔ فرمایا ہے:۔

"بیت العدل کا انتخاب جسے خدا نے کُل نیکیوں کا سرچشمہ اور غلطی سے مبرا قرار دیا ہے تمام دنیا بھر کے بہائی مردوں اور عورتوں کی عام رائے دہندگی سے قائم ہوگا۔ اس کے اعضاء خدا کے خوف کے مجسمے۔ علم و فہم کے سرچشمے۔ امراللہ کے پکے جاں نثار اور کُل بنی نوع انسان کے خیرخواہ ہوں گے۔ بیت العدل سے مراد ایک محفل عمومی ہے یعنی ہر ایک ملک میں ایک ثانوی محفل قائم کی جائے گی اور یہ ثانوی محافل بین الاقوامی محفل کے اعضاء کا انتخاب کریں گی۔

تمام اُمور اس محفل عمومی کے سامنے پیش ہونگے۔ جو کچھ خدا کی کتاب میں مذکور نہ ہوگا یہ محفل اُس کے لئے قانون اور قاعدے بنانے کا اختیار رکھیگی۔ مدت کے سب مشکل سوال یہی محفل حل کیا کرے گی۔ حضرت ولی امراللہ اس محفل کے عمر بھر کے لئے مقدس رئیس اور معزز عضو ہونگے۔ اگر وہ خود بذاتہ اس کے مشوروں میں شریک نہ ہوسکیں گے تو وہ اپنی جگہ کسی کو اپنا نمائندہ مقرر کیا کریں گے .... یہ محفل قانون بنایا کرے گی اور اس کی قوتِ عاملہ اُن قانونوں کو جاری کیا کرے گی۔ قانون بنانے والا ادارہ اجراء کرنیوالے ادارے کی مدد کرے گا۔ اسی طرح اجراء کرنے والا قانون بنانے والے محکمہ کی مدد کریگا۔ تاکہ ان دونوں قوتوں کے پورے پورے اتحاد و اشتراک عمل سے عدل و انصاف کی بنیاد مضبوط ہوجاتے اور ساری دنیا بہشت بن جائے۔

ہر شخص کا فرض ہے کہ کتابِ اقدس پر عمل کرے اور جو کچھ اسمیں صاف طور پہ لکھا ہوا نہیں اس کے متعلق بیت العدل سے سوال کرے۔ جو کچھ بیت العدل متفقاً

یا کثرت رائے سے پاس کیے آسے ہیں اور خود خدا کا مقصد سمجھا جاسے۔ جو کوئی اس کی انحراف کریگا وہ حقیقت میں اُن میں سے ہوگا جو فساد چاہتے ہیں۔ حسد پیا ہونے والے اور خدا سے منحرف ہیں۔

موجودہ زمانے میں بھی ساری دنیا کے بہائی باقاعدہ خط و کتابت اور انفرادی ملاقاتوں کے ذریعہ سچے دل سے ایک دوسرے کے ساتھ ضمنی تعلق رکھتے ہیں۔ مختلف قوموں مختلف جنسوں۔ مختلف مذہبوں اور مختلف روایتوں کے لوگوں کا اس طرح آپس میں مل جل کر رہنا اس بات کا پکا ثبوت ہے کہ تعصب وباہمی تنفر کا قدیم اور پرانا جذبہ اتحاد کی اس روح کے ذریعہ جو حضرت بہاء اللہ نے پیدا کی ہے مغلوب ہو جائے گا۔

اس نظم و نسق کے متعلق خاص خاص باتیں حضرت ولی امر شوقی ربانی اپنے ان پی در پی خطوط میں جو آپ نے فروری ۱۹۲۹ء سے لیکر اب تک اہل بہاء کو لکھے اس طرح بیان فرماتے ہیں:-

"میں اس امر اللہ کے ماننے والوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ رائج خیالات اور مٹ جانے والے فیشنوں کو بھول جائیں اور اس بات کو پہلے سے زیادہ ذہن نشین کرلیں کہ موجودہ مروجہ تمدن کے بوسیدہ خیالات اور مٹتے ہوئے اداروں اور خدا کے عطا کیے ہوئے اداروں میں بین و واضح فرق ہونا چاہیے۔ کیونکہ ان نئے اداروں کی عمارت کا ان پرانے اداروں کے کھنڈروں پر ہی قائم ہونا مقدر ہے۔ ......

کیونکہ حضرت بہاء اللہ نے انسانوں کو نیا جنم دینے والی ایک نئی روح کو ہی پیدا نہیں کیا۔ آپ نے فقط کچھ عمومی اصولوں کا ہی اعلان نہیں کیا۔ کسی خاص فلسفہ کو ہی پیش نہیں کیا خواہ یہ کتنے ہی زور دار صحیح اور عمومی کیوں نہ ہوں۔ بلکہ ان کے علاوہ آپ نے اور آپ کے بعد حضرت عبدالبہاء نے گذشتہ دینوں اور دھرموں کے برعکس صاف صاف اور مخصوص طور پر قوانین بناتے ہیں۔ مکمل

ادارے قائم کئے ہیں اور خدائی تمدن کے لوازمات بھی مہیا کئے ہیں۔ یہ آنیوالی
سوسائٹی کے لیئے نمونہ ہیں۔ دنیا میں صلح اکبر کے زبردست ذریعے ہیں۔ ساری دنیا کو
ایک کرنے کے واحد وسیلہ اور زمین پر عدل اور راستبازی کی حکومت کا اعلان ہیں

..... ایک بات جو نہ تو حضرت مسیح کے دین میں تھی نہ حضرت محمد کے اور نہ ہی کسی اور
پہلے دین یا دھرم میں تھی وہ یہ ہے کہ حضرت بہاء اللہ کے شاگردوں کے پاس وہ تمام
قوانین، قاعدے، اصول، ادارے اور ہدایات موجود ہیں جن کی ان کو اس کام
کی تکمیل کے لیئے جس کے لئے وہ محنت اور جانفشانی کرتے ہیں ضرورت پڑتی ہے.....
یہی امر بہائی کی امتیازی بات ہے۔ اس میں اس امر کے اتحاد کی قوت ہے۔ اس میں
اُس کلام الٰہی کی صحت مضمر ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ پہلے دینوں کو برباد کرنے
یا اُن کی تحقیر کرنے نہیں آیا۔ بلکہ انھیں ملانے، متحد کرنے اور پورا کرنے کے لئے
آیا ہے.............

اگرچہ اس وقت ہمارا امر ان لوگوں کو کمزور نظر آرہا ہے جو اسے اسلام کی
ایک شاخ سمجھ کر اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ یا ان چھوٹے چھوٹے مشتبہ فرقوں میں
سے ایک فرقہ سمجھ کر جو آجکل یورپ و امریکا میں بکثرت پائے جاتے ہیں، اس کو حقارت
کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مگر امراللہ کا یہ بیش بہا موتی جو ابھی جنین کی حالت میں ہے
خدائی شریعت کے خول کے اندر پروان چڑھتا رہیگا۔ اور کامل و بے عیب ترقی کرتا
جائیگا۔ حتی کہ یہ تمام نوع انسانی پر چھا جائیگا۔ صرف وہی لوگ جنھوں نے حضرت
بہاءاللہ کے اعلیٰ و ارفع مقام کو پہچان لیا ہے۔ جن کے دل اس کی محبت کا مزہ چکھ
چکے ہیں اور اس کی روح کی قدرت سے واقف ہیں۔ اس خدائی نظام اس
بیش بہا عطیہ کی جو خدا نے نوع انسان کو عطا کیا ہے پوری طرح قدر کرسکتے ہیں۔

(۲۱ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء)

اس مقصد کی طرف یعنی دُنیا کے اس نئے انتظام کی طرف جو خدا کی طرف سے آیا ہے، جس کا دائرہ محیط ہے۔ جس کے اصول عدل پر مبنی ہیں۔ جس کی تعلیمات جاذبِ توجہ ہیں۔ ستمدیدہ نوعِ انسان کو بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ....

انسانی اداروں کے اُن لیڈروں کی کوششیں کیسی رقت انگیز ہیں جو زمانہ کی روح کا خیال نہ کر کے اُن قومی اعمال کو جو اس زمانہ کے مطابق تھے جب قومیں اپنی چار دیواری میں محصور تھیں اس زمانہ میں چلانا چاہتے ہیں جبکہ یا تو حضرت بہاء اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ساری دنیا متحد ہو جائے گی یا فنا ہو جائے گی۔ تمدنِ عالم کی تاریخ کے ایسے نازک وقت پر دنیا بھر کی قوموں کے لیڈروں کے لئے مناسب ہے کہ خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ مغرب کے ہوں یا مشرق کے۔ فاتح ہوں یا مفتوح حضرت بہاء اللہ کی بلند آواز کو سنیں اور اتحادِ عالم کے خیال سے معمور ہو کر جو امر اللہ کے قبول کرنے کے لئے ایک ضروری شرط ہے کمر باندھ کر بہادری سے کھڑے ہو جائیں۔ اور اس واحد علاج کو جو خدائی طبیب نے بیمار نوعِ انسان کے لئے تجویز کیا ہے پوری طرح دنیا میں جاری کر دیں اُن کو چاہیئے کہ اُن تمام خیالوں کو جو پہلے سے سوچ رکھے ہیں ترک کر دیں اور ہر قسم کے قومی تعصب کو خیرباد کہیں۔ پھر حضرت عبد البہاء کی جو کلام الٰہی کے مستند مفسر تھے اس نصیحت کو جو آپ نے ریاستہائے متحدہ امریکا کے ایک اعلیٰ افسر کو دی تھی یاد رکھیں۔ افسر موصوف نے سوال کیا تھا کہ اس کو اپنے وطن کی حکومت اور اس کی رعیت کے مفاد کو بڑھانے کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت عبد البہاء نے فرمایا:۔

تم اپنے وطن کی اعلیٰ خدمت اسی وقت کر سکتے ہو جب تم ساری دنیا کے ساکن بن کر فیڈریشن کے اُن اصول کو جن پر تمہارے اپنے ملک کی حکومت قائم ہے ساری دنیا کے ملکوں اور قوموں میں جاری کرنے کی کوشش کرو۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا بھر کی ایک سلطنت قائم ہو کر رہے گی جس کے حق میں

دنیا بھر کی سلطنتیں جنگ کرنے کے کل اختیارات ۔ ٹیکس لگانے کے کچھ اختیارات اور ہتھیار بندی کے سب اختیارات سے دست بردار ہو جائیں گی ۔ دنیا کی ہر سلطنت کو اتنے ہتھیار اور اتنی فوج رکھنے کی اجازت ہوگی جتنی اندرون ملک میں انتظام قائم رکھنے کے لیے ضروری ہوگی ۔ اس کل دنیا کی سلطنت کے ماتحت ایک محکمہ اجرائیہ ہوگا جس کو اس بین الاقوامی سلطنت کے کسی سرکش ممبر کو سزا دینے کے لیے اعلیٰ اور خود مختارانہ اختیارات حاصل ہونگے ۔ دنیا بھر کی ایک پارلیمنٹ قائم کی جائیگی جس کے ممبروں کا انتخاب لوگ اپنے اپنے ملک میں کیا کرینگے ۔ ہر ممبر کے انتخاب کی تصدیق اس کے ملک کی حکومت کیا کرے گی ۔ اس عدالتِ عالیہ کے فیصلے ان حالات میں بھی جاری ہوا کریں گے جبکہ طرفین نے اپنا مقدمہ برضا و رغبت اس کے سامنے پیش نہ کیا ہو ساری دنیا کے لوگ ایک برادری بن جائینگے جس میں سے تمام اقتصادی رکاوٹیں ہمیشہ کے لیے اٹھا دی جائیں گی ۔ اور مالک و مزدور کا باہمی رشتہ صحیح طور پر مان لیا جائے گا مذہبی دیوانگی کا شور و شر اور جنگ و جدال ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیئے جائینگے ۔ قومی دشمنی کی آگ ہمیشہ کے لیے بجھا دی جائے گی ۔ دنیا بھر کے ملکوں کے اتحادی نمائندے خوب سوچ بچار کر بین الاقوامی قوانین کی ایک تعزیرات بنائینگے جس کے بموجب یہ بھی اختیار دیا جائے گا کہ اتحادی اقوام کی متحدہ افواج فوری جبری مداخلت کر سکیں ۔ آخر کار دنیا بھر کی قومیں ایک برادری بن جائیں گی ۔ اور اس برادری کے لوگوں میں ایسے قومی جذبات اور جوش بالکل مٹ جائیں گے جن کی بنیاد متلون مزاجی اور جنگجوئی پر ہو اور اس کے بدلے تمام دنیا کو ایک وطن سمجھنے کا مستقل خیال پیدا ہو جائیگا یہ ہے اس نظام عالم کا مختصر سا خاکہ جو حضرت بہاء اللہ اس دنیا کے لیے لائے ہیں اور جو آہستہ آہستہ پختہ ہونے والے زمانے کا اعلیٰ ترین پھل سمجھا جائے گا ۔

...... حضرت بہاء اللہ کے عالمگیر امر کے زندگی بخش مقصد کے سمجھنے میں کسی قسم کی

بدگمانی کو جگہ نہ دینی چاہیے۔ آپ کے امر کا مقصد یہ ہرگز ہرگز نہیں کہ معاشرت کی موجودہ بنیادوں کو مسمار کرے بلکہ اس کا مقصد ان بنیادوں کو وسیع کرنا ہے۔ اور معاشرت کے اداروں کو نئے سرے سے ڈھالنا ہے تاکہ وہ اس ہمیشہ بدلنے والی دنیا کی ضروریات کے مطابق ہو جائیں۔ یہ نہ تو جائز اعتقادات سے ٹکراتا ہے اور نہ ہی لازمی وفاداری کی جڑ کو کھوکھلا کرتا ہے۔ اس کا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ انسانی دلوں میں دانشمندانہ اور شائستہ حبِ وطن کے شعلہ کو دبائے اور نہ ہی قومی خودمختاری کو جو حد سے بڑھی ہوئی مرکزیت کی برائیوں کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے منسوخ کرنا ہے۔ یہ اس حقیقت کو نہ تو ٹھکراتا ہے اور نہ ہی اس کے دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا کے لوگ جدا جدا نژاد کے ہیں۔ ملکوں کی آب و ہوا جدا جدا ہے۔ تاریخ۔ زبان۔ روایات۔ خیالات اور عادات جداگانہ ہیں۔ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ ایک ایسی وسیع وفاداری اور ایک ایسی بڑی آرزو پیدا کرے جو آجتک نوعِ انسان نے کبھی محسوس نہیں کی۔ ....

حضرت بہاء اللہ نے ہر قسم کے تعصبات۔ ہر قسم کی تنگ نظریوں اور محدود وطن پرستیوں کے خلاف آواز اٹھائی ہے .... کیونکہ آپ کے مسلمہ قانونی اصول اور سیاسی و اقتصادی مسائل تمام نوعِ انسان کے مفاد کی بحیثیتِ مجموعی حفاظت کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ نوعِ انسان کو کسی ایک مخصوص قانون یا عقیدے کی تکمیل کو برقرار رکھنے کے لیے بھینٹ نہیں چڑھاتے .... وحدت نوعِ انسان کا اصول یعنی وہ محور جس کے گرد حضرت بہاء اللہ کی تمام تعلیمات گھومتی ہیں نہ تو کسی اندھا دھند جذبہ کا جوشیلا مظاہرہ ہے اور نہ ہی کسی مبہم پارسائی کی توقع کا اظہار ہے۔ اس کا منشا بہت گہرا ہے اور اس کا دعویٰ اُن تمام دعاوی سے بہت بڑا ہے جو انبیاءِ سلف کر سکے تھے۔ اس کا روئے سخن

صرف فرد واحد ہی کی طرف نہیں ہے بلکہ اُس کا تعلق اوّلاً اُن تمام لازمی تعلیمات سے ہے جو تمام قوموں اور حکومتوں کو اس طرح ایک دوسرے سے مربوط کر دیں گی گویا وہ ایک ہی خاندانِ انسانی کے افراد ہیں۔ ......

وحدتِ عالمِ انسانی کا اصول ارتقاءِ انسانی کی تکمیل کا علمبردار ہے۔

یہ بات کہ انسانی خیال کے اس نئے پہلو کو فقط عالمگیر بلاہی جلد وقوع میں لا سکتی ہے (افسوس ہے کہ) زیادہ سے زیادہ واضح ہوتی جا رہی ہے۔

...... ایک صبر آزما مصیبت۔ ایک آتشین ابتلاء کے بغیر جو نوعِ انسان کو سدھار کر تیار کرے گی اور کوئی چیز ذمہ داری کا وہ احساس ذہن نشین نہیں کر سکتی جو ایک نئے پیدا شدہ زمانہ کے لیڈروں کو ہونا چاہیئے۔ کیا خود حضرت عبد البہاء نے صاف و صریح الفاظ میں نہیں فرمایا! کہ ایک اور جنگ جو پہلی جنگ سے زیادہ خوفناک ہوگی حتماً واقع ہونے والی ہے۔" (توقیع مبارک ۲۸ نومبر ۱۹۳۱ء)

یہ تنظیمی ادارہ اُس وقت جبکہ اس کے مشتمل حصے اور اس کے ترکیبی ادارے قوی اور تاثیر بخش کام کرنے لگیں گے۔ اپنے دعوے کی سچائی کو ثابت کرے گا اور اپنی اُس استعداد کو ظاہر کرے گا جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ اُس نئے نظامِ عالم کا صرف مبدا ہی نہیں بلکہ حقیقی نمونہ بھی ہے جسے وقت کے پورا ہونے پر ساری نوعِ انسان کو اپنی آغوش میں لینا ہے۔

تمام گذشتہ ادیان سے علیحدہ صرف یہی امر ایک ایسی عمارت کھڑی کرنے میں کامیاب ہوا ہے جس کی مبصرانہ جانچ پڑتال کرنا تمام فرسودہ و دیوالیہ عقائد کے حیران و پریشان پیروؤں کے لئے لازم ہے اور قبل اس کے کہ وقت

ہاتھ سے نکل جائے انہیں چاہئے کہ وہ اس کی عالمگیر آغوش میں مضبوط اور دائمی امن حاصل کرنے کے لئے آجائیں۔ ... .

حضرت بہاء اللہ کے نیچے لکھے بیانات اگر اس نظام کی قوت اور شان کی طرف جو آئندہ جہانی دولت مشترکہ کی ابتداء ہے اشارہ نہیں کرتے تو پھر یہ کس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ فرمایا ہے :-

"اس نئے اور عظیم الشان نظامِ عالم کے ارتعاش انگیز اثر سے دنیا کے توازن کو تہ و بالا کر دیا ہے۔ اس عجیب و غریب اور بے مثل نظام نے جس کی مانند دنیا کی آنکھوں نے آج تک نہ دیکھا تھا انسانی زندگی میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا کر دیا ہے۔"

آنے والی جہانی دولت مشترکہ جس کی یہ عظیم الشان نظام فقط ابتدا ہے عقاداً عملاً ہر دو طرح دنیا کی تاریخ سیاست میں نہ صرف لاثانی ہے بلکہ اس کی نظیر دنیا بھر کے مسلمہ ادیان کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ جمہوریت کی کوئی صورت اس کے مثل نہیں۔ کوئی خود مختارانہ یا آمرانہ حکومت خواہ وہ شہنشاہیت ہو یا جمہوریت اس سے تشابہ نہیں کھا سکتی۔ کوئی درمیانی مخصوص طریقہ اس جیسا نہیں ہو سکتا۔ کوئی مخصوص دینی طرز حکومت خواہ وہ یہودیوں کی جمہوریت ہو یا عیسائیوں کی کلیسائی حکومت ۔ مسلمانوں کی امامت ہو یا خلافت، کوئی بھی اس نظام عالم کے مانند نہیں ہے جسے خلاقِ عالم کے ماہر ہاتھوں نے بنایا ہے۔...

اس وقت جبکہ یہ نظامِ عالم ابھی سنِ طفولیت میں ہے کوئی اس کی اہمیت کو نہ گھٹائے اور نہ ہی اس کے مقصد کو غلط سمجھے۔ جس بنیاد پر یہ نظامِ عالم

بنایا گیا ہے۔ وہ اسی زمانہ میں بنی نوع انسان کے لئے خدا کا نہ بدلنے والا ارادہ ہے۔
اس کا منبع، جہاں سے یہ قوت حاصل کر رہا ہے خود حضرت بہاء اللہ ہیں۔
اس کا مرکزی و بنیادی مقصد جو اس کی روح رواں ہے حضرت بہاء اللہ کے
لائے ہوئے جدید نظامِ عالم کو قائم کرنا ہے۔ اس کے طریقے جو یہ استعمال کرتا ہے اور
اس کے معیار حق کی یہ تعلیم دیتا ہے نہ اسے مشرق کی طرف مائل کرتے ہیں نہ مغرب کی طرف
نہ امیروں کی طرف نہ فقیروں کی طرف۔ نہ گوروں کی طرف نہ کالوں کی طرف۔ اس کا
نصب العین نوع انسان کو متحد کرنا اور اس کا علم صلح عمومی ہے"۔ (توقیع مبارک ۸ فروری ۱۹۳۴ء)
امر اللہ کے نظام کے عروج کے ساتھ ساتھ اس کے مستقل احکام کی بڑھتی
ہوئی مطابقت ہو جمعیت زدہ معاشرے کے تار و پود کو بکھیرنے والی قوتوں کے درمیان
مقابلہ جتنا روشن ہے اتنا ہی جاذب توجہ بھی ہے۔ بہائی دنیا کے اندر اور باہر علامتیں
اور نشان جو نہایت عجیب طریقہ سے اس نظامِ عالم کی پیدائش کی منادی کر رہے ہیں
جس کا قیام امر اللہ کے سنہری زمانہ کا نشان ہے روز بروز بڑھتی اور جمع
ہوتی جا رہی ہیں...... خود حضرت بہاء اللہ اعلان فرماتے ہیں:

"عنقریب موجودہ نظامِ عالم لپیٹ لیا جائیگا اور اسکی جگہ دوسرا پھیلا دیا جائیگا۔"

حضرت بہاء اللہ کی وحی کا ظہور اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ ساری نوع انسان بالغ
ہوگئی ہے۔ اسے صرف یہی نہ سمجھنا چاہئے کہ نوعِ انسان کی ہمیشہ بدلنے والی حالتوں میں یہ ایک
اور روحانی تجدیدِ حیات ہے، یا کہ یکے بعد دیگرے ترقی کرتے ہوئے آنے والے ظہوراتِ الٰہی کی
زنجیر کی یہ ایک اور کڑی ہے یا کہ دورِ نبوت کے سلسلہ کی تکمیل ہے۔ بلکہ اسے تو یہ سمجھنا
چاہئے کہ اس سیارہ پر انسانی مجموعی زندگی کے عظیم الشان ارتقاء کی یہ اعلیٰ منزل اور سب

اونچا درجہ ہے۔ دُنیا بھر کے لوگوں کا ایک برادری بننا۔ دُنیا بھر کی شہریت کے شعور کا پیدا ہونا۔ دُنیا بھر کی تہذیب و تمدن کی بنیاد پڑنا ایسے کارہائے نمایاں ہیں کہ جہانتک اس سیارے پر زندگی کا تعلق ہے اُن کو انسانی معاشرت کے بندوبست کی آخری حدود سمجھنا چاہیئے۔ اور انسان بطور فرد کے بھی اس قسم کی تکمیل کی بدولت لاانتہا ترقی کرتا جائے گا۔ ....

نوعِ انسان کی وحدت سے جس کا نقشہ حضرت بہاء اللہ نے کھینچا ہے مُراد دنیا بھر کی ایک دولتِ مشترکہ قائم کرنا ہے جسمیں تمام قوموں۔ نسلوں اور مذہبوں اور فرقوں کے لوگ ہمیشہ کے لئے مُتحد ہو جائینگے۔ جس میں اُس کے سلطنتی اعضاء کی خودمختاری۔ اس کے افراد کی شخصی آزادی اور اُن کے ارادوں کی حتی و کامل حفاظت کی جائے گی۔ جہانتک ہم اس دولتِ مشترکہ کا تصور باندھ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ دُنیا بھر کے لئے قانون بنانے والی مجلس ہوگی۔ جس کے اعضاء چونکہ وہ تمام نوعِ انسان کے ٹرسٹی ہونگے اُنمیں شامل شدہ قوموں کی کُل آمدنی پر قابض ہوں گے۔ وہ ایسے قانون وضع کرینگے جو زندگی کو باقاعدہ بنانے کے لیے، ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اور قوموں اور نسلوں کے درمیان تعلقات کو عدل کے ساتھ ترتیب دینے کے لئے ضروری ہونگے۔ دنیا بھر کے لئے ایک محکمۂ اجرائیہ قائم ہوگا جو ایک بین الاقوامی فوج کی مدد سے اُن قوانین کو جاری کروائیگا جو قانون ساز مجلس وضع کیا کرے گی اور دولتِ مشترکہ کے تمام اعضاء کے اتحاد کو برقرار رکھیگا۔ دنیا بھر کی ایک عدالت ہوگی جو ان جھگڑوں کا جو اس دولتِ مشترکہ کے مختلف اعضاء کے درمیان اُٹھا کریں گے، فیصلہ کیا کرے گی یہ فیصلے قطعی ہوا کرینگے جن کی اطاعت ہر ممبر کو زبردستی کرنی پڑے گی۔ دنیا بھر میں

آمدورفت وخط وکتابت کا ایک طریقہ مقرر کیا جائے گا جو نہایت تیزی اور مکمل باقاعدگی کے ساتھ کام کیا کرے گا۔ اسمیں کوئی قومی رکاوٹیں یا پابندیاں نہ ہوں گی۔ دنیا بھر کا ایک پایہ تخت ہوگا جو دُنیا بھر کے تمدن کا قلب یا مرکز ہوگا جسمیں زندگی کی تمام متحد کرنے والی قوتیں جمع ہوکر اپنے قوت بخش اثر کا پرتو ڈالا کریں گی دُنیا بھر کی ایک زبان ہوگی جو یا تو نئی بنائی جائے گی یا موجودہ زبانوں میں سے چن لی جائیگی یہ زبان دولتِ مشترکہ کی متحدہ قوموں کے سکولوں میں مادری زبان کے ساتھ بطور ثانوی زبان کے پڑھائی جائے گی۔ دُنیا بھر کے لئے ایک خط۔ ایک ادب۔ ایک سکہ۔ ایک قسم کے اوزان اور پیمانے نوع انسان کی مختلف جنسوں اور قوموں کے درمیان آمدورفت اور رفاقت اور موافقت کی آسانیاں پیدا کر دیں گے۔ دنیا بھر کی اس معاشرت میں علم (سائنس) اور دین جو انسانی زندگی کی دو بڑی طاقتور قوتیں ہیں آپس میں مل کر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں گے اور ہم آہنگ ہوکر نشوونما پائینگے۔ ایسے نظام کے ماتحت اخبارات اگرچہ نوعِ انسان کے مختلف خیالات کو ظاہر کرنے کے لئے پوری طرح آزاد ہوں گے مگر وہ کسی ایک دولتمند شخص یا شرکت کے ہاتھوں میں پڑکر کوئی شرارت انگیز پراپیگنڈا نہ کرسکینگے۔ یہ شخص یا شرکت سرکاری ہو یا غیر سرکاری اس طرح اخبارات' دو برسرِ پیکار قوموں یا حکومتوں کے اثر سے آزاد ہو جائیں گے دنیا بھر کی آمدنی کے وسائل ایک انتظام کے ماتحت لائے جائیں گے۔ کچے مال کے ذرائع تلاش کرکے اُن سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے گا۔ اس کی منڈیوں میں یکجہتی پیدا کرکے ان کو ترقی دی جائے گی اور اس کی پیداوار عدل و انصاف کے ساتھ سب میں تقسیم کی جائیں گی۔

قومی فرقہ بندیاں نفرتیں۔ ایکدوسرے کے خلاف منصوبے اور عداوتکاریاں

بند ہو جائیں گی۔ نژادی دشمنی و تعصب کی جگہ نژادی اتحاد۔ تشریک مساعی اور باہمی موافقت جلوہ گر ہوگی۔ مذہبی جنگ وجدال کے وجوہات ہمیشہ کے لئے اٹھا دیئے جائینگے اقتصادی رکاوٹیں اور پابندیاں بالکل آزادی جائیں گی۔ اور انسان کی مختلف نسلوں میں جو بے جا امتیازات قائم ہیں وہ بالکل مٹا دیئے جائینگے۔ حد سے زیادہ افلاس دولتمندی دونوں غائب ہو جائینگے۔ مالی اور سیاسی قوتیں جو اس وقت جنگ کیلئے ضائع کی جاتی ہیں اس قسم کے مقاصد کے لئے وقف ہو اکریں گی۔ مثلاً انسان کی بہتری کے نئے ایجادات وصنائع کو بڑھانا۔ نوع انسان کے لئے پیداوار کی قوتوں کو زیادہ کرنا۔ بیماریوں کو ملیامیٹ کرنا۔ علمی (سائنٹیفک) تفتیش کو وسیع کرنا۔ جسمانی صحت کے معیار کو بڑھانا انسانی عقل کو جلا دینا اور تیز کرنا۔ کرہ زمین کے ایسے وسائل کا پتہ لگانا جو ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔ انسانی عمر کو بڑھانا اور ایسے دوسرے وسیلوں کو ترقی دینا جو انسانوں کی روحانی۔ عقلی و اخلاقی زندگی کو بیدار کریں۔

زندگی کی متحد کرنے والی قوت سے مجبور ہو کر ساری نوع انسان جس منزل کی طرف اس وقت بڑھ رہی ہے وہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں ایک اتحادی نظام جاری ہو جس میں ساری دنیا پر ایک ایسی حکومت ہوگی جس کے اختیارات و قوت کی کوئی نافرمانی نہ کر سکیگا جس میں مشرق و مغرب کے اعلیٰ اصول یکجا کر دیئے جائینگے جو جنگ اور اس کی مصیبتوں سے نجات دیگا۔ جو روئے زمین کے قابل استفادہ وسائل سے طلب منفعت کریگا جس میں قوت وطاقت انصاف کی کنیز بن جائیگی اور جس کے وجود کا انحصار سب انسانوں کے معرفت الٰہی حاصل کرنے اور ایک دین کی پیروی کرنے پر ہو گا۔

تمام نوع انسان کراہ رہی ہے اور اتحاد کی طرف جانے کے لئے جان دے رہی ہے

دوا اپنی اِن طولانی مصیبتوں کو ختم کرنے کے لیے سر دھُن رہی ہے۔ پھر بھی ضد کے ساتھ اس نور کو قبول کرنے اور اس صاحبِ اختیار قوت کو ماننے سے انکار کر رہی ہے جو اس کی گتھیوں کو سلجھا سکتی ہے اور اُس سخت بلا و مصیبت کو ہٹا سکتی ہے جسمیں یہ پھنسنے والی ہے ....

ساری نوعِ انسان کا اتحاد و وحدت اُس منزل کا امتیازی نشان ہے جس کی طرف انسانی سوسائٹی اس وقت بڑھ رہی ہے۔ خاندانی۔ قبائلی۔ شہری اور قومی اتحاد کا یکے بعد دیگرے تجربہ ہو چکا ہے۔ اب مصیبت زدہ نوع انسان تمام دُنیا کے اتحاد کی کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ قوم بنانا اب ختم ہو چکا ہے۔ سلطنتی اختیار میں جو فساد مضمر ہے وہ اب اپنی آخری حد کو پہنچ چکا ہے۔ دنیا جو اب بلوغ کو پہنچ گئی ہے حتماً اس بت کو ترک کر دیگی۔ اُس کے لئے اب انسانی تعلقات کے اتحاد کو ماننا لازمی ہو گیا ہے اور یہ اٹل ہو چکا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے ایک ایسا ذریعہ قائم کرے جو اس کی زندگی کے اِس بنیادی اصول کو مجسمی کے ساتھ قائم کرے۔" (توقیع مبارک ۱۱ مارچ ۱۹۳۶ء)

حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کی صداقت کے ثبوت

جتنا زیادہ ہم حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کی زندگی کے حالات اور اُن کی تعالیم پڑھتے ہیں اتنا ہی زیادہ ہمارے لئے یہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ ہم اُن کی عظمت و بزرگی کا بجز آسمانی وحی کے اور کوئی سبب یا وجہ قرار دے سکیں۔ اُن کی پرورش ایسی فضا میں ہوئی تھی جو مذہبی دیوانگی اور تعصب سے پُر تھی۔ انھوں نے معمولی ابتدائی تعلیم پائی تھی۔ مغربی تمدن سے انھیں کوئی مس نہ تھا۔ کوئی سماجی

یا مالی قوت اُن کی پُشت پر نہ تھی۔ اُنھوں نے انسانوں سے کچھ طلب نہ کیا۔ اور انھیں
ناانصافی ظلم و ستم کے سوا اور کچھ نہ دیا گیا۔ زعمائے جہان نے یا تو اُن کی پرواہ نہ کی
اور یا اُن کی مخالفت پر تل گئے۔ اُن کے کوڑے مارے گئے۔ انھوں نے اپنے مشن کے
پورا کرنے میں دُکھ۔ قید اور دیگر بدترین مصائب سہے۔ ساری دنیا ایک طرف
اور وہ ایک طرف تھے اور سوائے خدا کے اُن کا کوئی حامی نہ تھا۔ مگر ان کی فتح
حال میں ہی ظاہر و نمایاں ہے۔

اُن کے اصولوں کی شان و عظمت۔ اُن کی زندگیوں کی نجابت اور ایثار۔ اُن کی
اولوالعزمی اور استقلال۔ اُن کا حیرت افزا علم اور تحیّر خیز حکمت۔ اُن کا مشرق
و مغرب۔۔۔ کے باشندوں کی احتیاجات کو سمجھنا۔ اُن کی تعالیم کی وسعت اور
مناسبت۔ اپنے ماننے والوں میں صمیمی وفاداری اور جوش پیدا کرنے کی قوت۔ اُن
کے اثر کا نفوذ و اقتدار۔ اُن کی تحریک کی دن دونی اور رات چوگنی ترقی۔۔۔ یہ
اُن کی صداقت کے ایسے زبردست اور ایسے قائل کرنیوالے ثبوت ہیں جنھیں صرف
دین کی تواریخ ہی پیش کرسکتی ہیں۔

شاندار مستقبل | بہائی بشارات خدا کے فضل و کرم کا ایک دل خوش کن منظر
ہمارے سامنے منکشف کرتی ہیں اور بنی نوع انسان کی
آئندہ ترقی کے دلپذیر نظارے ہماری آنکھوں کے سامنے لاتی ہیں۔ یہ یقیناً
اُن سب مکاشفوں سے بڑا مکاشفہ ہے جو آج تک نوعِ انسان کو دیئے گئے
تھے۔ یا یوں کہیں کہ یہ سب پہلے مکاشفوں کو پورا کرتا ہے۔ اس کا مقصد نوعِ انسان
کو نئی زندگی دینا اور ایک نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کرنا ہے۔ یہ وہی کام
ہے جس کے پورا کرنے میں حضرت مسیح اور دیگر انبیائے کرام نے اپنی زندگیاں صرف

کیں۔ اِن مُعلّمینِ ربّانی کے درمیان کوئی رقابت یا حریفانہ رُوح نہیں ہے۔ یہ کام صرف اِس ظہور یا اُس ظہور کے ذریعے نہیں بلکہ متفقاً سب کے ذریعے پورا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

"اِس بات کی ضرورت نہیں کہ عیسیٰ کو بڑا بنانے کے لئے ابراہیم کو چھوٹا کر کے دکھایا جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ بہاء اللہ کی مُنادی کرنے کے لئے عیسیٰ کو گھٹایا جائے۔ حق و صداقت جہاں کہیں بھی ہو ہمیں لینا چاہیئے۔ اِس بات کا لب لباب یہ ہے کہ یہ سب بڑے بڑے پیغمبر کمالات کے خدائی عَلَم کو بلند کرنے کے لئے آئے رہتے۔ سب کے سب مشیّتِ الٰہی کے آسمان میں آفتاب بن کر درخشاں ہیں۔ سب کے سب دُنیا کو اپنے انوار سے منوّر کر رہے ہیں۔" (سٹار اوف دی ویسٹ جلد ۲ نمبر ۸ صفحہ ۸)

کام خدا کا ہے۔ اور خدا صرف پیغمبروں کو ہی نہیں بلکہ کُل بنی نوع کو بُلاتا ہے کہ اِس تخلیقی عمل میں اُس کے مطیع و فرمانبردار ہوں۔ اگر ہم اُس کی دعوت کو قبول نہیں کرتے تو اِس سے ہم اِس اَمر کی ترقی کو روک نہیں سکتے۔ کیونکہ جو خدا چاہتا ہے وہ یقیناً واقع ہو کر رہتا ہے۔ اگر ہم اپنے فرض کو پورا کرنے میں قاصر رہینگے تو وہ اپنے مقصد کے پورا کرنے کے لئے اور وسائل پیدا کر سکتا ہے۔ مگر گھاٹے میں ہم ہی رہیں گے۔ کیونکہ ہم اُسی حقیقی مقصد و مدّعا کو پورا نہ کر سکیں گے جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں

"بہائی تعلیم کے مطابق انسانی زندگی کی حقیقی اور شاندار تکمیل یہ ہے کہ ہم فنافی اللہ ہو جائیں۔ یعنی خدا کے عاشق، اُس کے بندے اور اس کے ارادے کو پورا کرنے کے لئے راضی برضا ہو کر ذرائع اور وسائل بن جائیں۔ یہاں تک کہ ہم اپنے اندر سوائے اُس کے اور کسی کو نہ پائیں۔

نوعِ انسان کو ایک قلبِ سلیم دیا گیا ہے۔ کیونکہ اُس کو خدا نے اپنی صورت اور اپنی شکل بنایا ہے۔ اس لئے جب انسان سچائی معلوم کر لیتا ہے تو یہ حماقت کی راہوں میں سرگرداں نہیں رہتا۔ حضرت بہاؑ اللہ ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ خدا کی آواز پر اب بہت جلد عمومی طور پر لبیک کی صدا بلند ہوگی اور کُل بنی نوعِ انسان راستبازی اور اطاعت کی طرف متوجہ ہو نگے۔ اُس وقت رنج، خوشی میں بدل جائے گا اور بیماری صحت سے مُبدّل ہو جائے گی۔ اور اس دُنیا کی حکومتیں ہمارے خداوند اور اُس کے مسیح کی حکومت بن جائیں گی اور خدا ابدالآباد تک حکومت کرے گا۔" (مکاشفہ یوحنا باب ۱۱۔ آیت ۱۵) نہ صرف وہ ہی جو زمین پر بلکہ وہ بھی جو آسمانوں میں ہیں سب آپس میں متحد ہو کر ہمیشہ اُسی میں خوشیاں منائیں گے۔

تجدیدِ دین

موجودہ زمانہ میں دُنیا کی حالت سے اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ معدودے چند لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب کے لیئے اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام دینوں کے ماننے والوں کو اُن کے دین کے حقیقی معانی سمجھا کر اُنھیں بیدار کیا جائے۔ اور یہ بیداری پیدا کرنا حضرت بہاؑ اللہ کے مشن کا ایک اہم ترین حصّہ ہے۔ آپ عیسائیوں کو بہتر عیسائی اور مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانے آئے ہیں۔ اور تمام لوگوں کو اُن کے اپنے اپنے بانیانِ دین کی حقیقی رُوح سے آگاہ فرما رہے ہیں۔ آپ میں وہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی ہے جو ان تمام انبیائے کرام نے کی تھی کہ وقت کے پورا ہونے پر ایک نہایت عظیم الشان ظہور ہوگا۔ جو تمام انبیاء کے کاموں کو تکمیل تک پہنچائے گا۔ آپ نے اپنے سے پہلے انبیاء کی نسبت روحانی حقائق کو زیادہ کھول کر بیان فرمایا ہے اور ان تمام انفرادی اور اجتماعی زندگی کے

سوالات کے متعلق جو آجکل دنیا کے سامنے پیش ہیں حقیقت الٰہی کو ظاہر فرمایا ہے آپ نے عالمگیر تعلیمات عنایت فرمائی ہیں۔ جن پر ایک نئے اور بہتر تمدن کی مستحکم بنیاد قائم ہو رہی ہے۔ یہ تعلیمات اُس نئے دور کی دنیا کی جو اب شروع ہو رہا ہے سب ضروریات پر حاوی ہیں۔

وحیِ تازہ کی ضرورت

وحدت عالم انسانی۔ وحدت ادیان۔ موافقت سائنس و دین۔ قیام صلح اکبر۔ بین الاقوامی محکمۂ عدالت بین الاقوامی بیت العدل۔ بین الاقوامی زبان۔ آزادی نسوان۔ عالمگیر تعلیم و تربیت۔ انسانی غلامی ہی کی نہیں بلکہ تجارتی غلامی کی بھی حرمت۔ ہر فرد کی آزادی اور حقوق کا لحاظ رکھتے ہوئے نوع انسان کی بطور ایک ہی خاندان کے تنظیم یہ سوالات ہیں جو بڑی بھاری اہمیت اور سخت دشواریاں پیدا کرتے ہیں اور جن کے متعلق عیسائیوں مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے خیالات مختلف اور اکثر اوقات سخت دشمنی کے تھے اور اب تک ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کے ذریعے خدا نے صاف صاف اور واضح اصول نازل فرمائے ہیں۔ جن پر عملدرآمد کرنا دنیا کو بہشت بنا دے گا۔

حق سب کیلئے ہے

اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بہائی تعالیم ایران اور مشرق کے لیے بیشک نہایت شاندار و مفید ہیں۔ مگر مغربی اقوام کے لیے وہ غیر ضروری بھی ہیں اور نامناسب بھی۔ ایک شخص کو جس نے یہ خیال ظاہر کیا تھا حضرت عبد البہاء نے جواب دیا:—

حضرت بہاء اللہ کے امر کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ عام بہتری کے لیے ہو

وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اور جو خدا کی طرف سے ہے وہ عام بہتری کے لئے ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو سب کے لئے سچ ہے۔ اور اگر نہیں تو سب کے لئے نہیں۔ اس لئے وہ خدائی امر جو عام بہتری کے لئے ہو مشرق یا مغرب تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ آفتاب حقیقت کے انوار مشرق و مغرب دونوں کو روشن کرتے ہیں۔ اور اس کی حرارت شمال و جنوب دونوں میں محسوس ہوتی ہے۔ یعنی ایک قطب کو دوسرے قطب سے کوئی امتیاز نہیں۔ مسیح کے ظہور کے وقت رومیوں اور یونانیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ کا امر یہودیوں کے لئے ہی مخصوص تھا۔ انھیں یہ زعم تھا کہ ان کا تمدن مکمل ہے اور انھیں حضرت مسیح کی تعالیم حاصل کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اور اسی بھولے خیال نے ان میں سے بہتوں کو اس کے فضل سے محروم کر دیا۔ واضح ہو کہ مسیحیت کے اصول اور حضرت بہاءاللہ کے احکام بالکل ایک سے ہیں اور ان کے طریقے بھی ایک سے ہی ہیں۔ ہر یوم کی ایک جداگانہ شان ترقی ہے۔ ایک زمانہ تھا، یہ خدائی کارخانہ (اولتائی نبوت) عالم نطفہ میں تھا۔ پھر عالم جنین پھر عالم طفلی اور پھر ذی ہوش نوجوان کی مانند ہو گیا۔ آج کے دن یہ نہایت حسن و جمال کے ساتھ جلوہ گر ہے ۔

وصایائے عبدالبہاء

نیا ورق

یہ نیا ورق اس امر کی تاریخ میں ایک بلند تر حالت اور بلوغ کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی اس کے ماننے والوں پہ اظہار ایمان و عمل کی مزید ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ حضرت عبدالبہاء نے فوق البشر قوت اور لاثانی استعداد کے ساتھ مشرق و مغرب میں اس محبت کو پھیلایا جو آپ حضرت بہاء اللہ سے رکھتے تھے۔ آپ نے نورِ ایمان کو بہت سے دلوں میں روشن کیا۔ آپ نے نفوس کی ایسی تربیت فرمائی اور ان کی ایسی رہنمائی کی کہ وہ روحانی زندگی بسر کرنا سیکھ گئے۔ آپ کے صعود فرما جانے کے بعد وقت آگیا تھا کہ وہ نظامِ تمدن قائم کیا جائے جسے اس عالمگیر تنظیم و تمدن کا سانچہ اور بنیاد کہا گیا ہے جسے قائم کرنا حضرت بہاء اللہ کے امر کا اصلی مقصد ہے۔ پس حضرت عبدالبہاء کا وصیت نامہ بہائی تاریخ میں ایک نیا دور شروع کرتا ہے جو ناپختگی اور غیر ذمہ واری کے زمانہ کو اس زمانہ سے جدا کرتا ہے جس میں خود بہائیوں کے لیے یہ مقرر ہوا ہے کہ وہ امراللہ کو شخصی دائرہ سے نکال کر سماجی اتحاد اور اشتراکِ عمل کے میدان میں لائیں اور اپنے روحانی فرائض کو پورا کریں۔ نظام و تمدن کا جو نقشہ حضرت عبدالبہاء بنا گئے ہیں اس کے تین بڑے بڑے عناصر ہیں :-

(۱) ولیِ امر اللہ

(۲) ایادی امر اللہ

(۳) - مجالس روحانی محلی - مرکزی و بین الاقوامی -

ولیِ امر اللہ

حضرت عبد البہاء نے اپنے سب سے بڑے نواسے حضرت شوقی آفندی کو ولیِ امر اللہ کے ذمہ دار عہدہ پر مقرر فرمایا

حضرت شوقی آفندی حضرت ضیاء خانم کے سب سے بڑے فرزند ہیں جو حضرت عبد البہاء کی سب سے بڑی بیٹی ہیں۔ آپکے والد ماجد آغا میرزا ہادی سلالہ حضرت باب سے ہیں۔ حضرت شوقی آفندی حضرت عبد البہاء کے صعود فرمانے کے وقت ۲۵ سال کے تھے اور آپ بیلیل کالج آکسفورڈ میں تعلیم پا رہے تھے۔ آپ کی تقرری کا اعلان حضرت عبد البہاء اپنی وصایا میں اس طرح فرماتے ہیں :-

"اے یارانِ مہربان ! اس مظلوم کے مفقود ہونے کے بعد اغصان وافنانِ سدرۂ مبارکہ (خویش و اقارب حضرت باب و حضرت بہاء اللہ) ایادیِ امر اللہ اور حضرت جمالِ ابہیٰ کے احباب کو لازم ہے کہ وہ حضرت شوقی آفندی کی طرف متوجہ ہوں جو دو شجرۂ مقدسہ مبارکہ سے پیدا ہوئے ہیں اور جو دو دوحۂ رحمانیہ کی دو شاخوں کے ملنے سے وجود میں آئے ہیں۔ کیونکہ آپ آیت اللہ، غصنِ ممتاز اور ولیِ امر اللہ ہیں اور تمام اغصان وافنان و ایادیِ امر اللہ و احباء اللہ کے مرجع ہیں اور خدا کی آیات کے مبین ہیں۔ اور آپ کے بعد آپ کی نسل میں سے یکے بعد دیگرے جو پہلوٹھی کی اولاد ہونگی وہ ہیں

مقام پر فائز ہوگا۔۔۔۔۔۔
ولیِ امراللہ اور بیت العدل عمومی جو عموم کے انتخاب سے قائم اور تشکیل کیئے جائیں گے، حضرت جمالِ ابہیٰ کی حفاظت اور صیانت اور حضرت اعلیٰ روحی لہما الفداء کی حراست اور عصمت کے تلے ہونگے اور جو کچھ وہ فیصلہ دینگے خدا کی طرف سے ہوگا۔۔۔۔۔۔

اے احبائے الٰہی! ولیِ امراللہ کو لازم ہوگا کہ وہ اپنی حینِ حیات میں اپنے جانشین کو منتخب کریں تاکہ آپ کے صعود کے بعد اختلاف پیدا نہ ہو۔ اور جس شخص کو تعین کریں وہ تقدیس و تنزیہہ۔ تقوای الٰہی اور علم و فضل و کمال کا مظہر ہو۔ پس اگر ولیِ امراللہ کی پہلوٹھی کی اولاد اس ضرب المثل "بیٹا اپنے باپ کا سرِ مخفی ہے" کے مطابق نہ ہو یعنی عنصرِ روحانی سے نہ ہو اور اس کا چال چلن اس کے خاندانی شرف کے مخالف ہو تو اولاد میں سے دوسرے کو انتخاب کریں۔
ایادی امراللہ اپنی جمعیت میں سے نو شخصوں کو چنا کریں گے جو ولیِ امراللہ کی اہم خدمات میں مشغول رہا کریں گے۔ ان دونو شخصوں کا انتخاب یا تو اتفاق رائے سے ہوگا یا کثرت آراء سے۔ اور یہ نو شخص بہ اتفاق یا کثرت آراء سے اس جانشین کی جسے ولیِ امراللہ انتخاب فرمایا کریں گے تصدیق کیا کریں گے۔ اور تصدیق اس طرح ہو اگر سب کی کہ مصدق اور غیر مصدق معلوم نہ ہو اگر سکے گا"

ایادی امراللہ

حضرت بہاءاللہ نے اپنے زمانۂ ظہور میں ہی چار معتبر

و معتمد احباب کو امر تبلیغ .... کے کام چلانے اور ترقی دینے کے لئے مقرر فرمایا تھا اور انھیں ایادیِ امر اللہ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ ان میں سے تین صعود فرما چکے ہیں اور ایک ابھی زندہ ہیں۔ حضرت عبد البہاء اپنی وصایا میں ایک مستقل جمعیت کارکنان کے قائم کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں جو امری معاملات میں ولیِ امر کے ساتھ کام کریں گے۔ آپ لکھتے ہیں :-

اے یاران! ایادی امر اللہ کو ولیِ امر اللہ نامزد و مقرر فرمایا کرینگے ایادیِ امر اللہ کا فرض، نشرِ نفحات اللہ۔ تربیتِ نفوس۔ تعلیم عموم اور عموم کے اخلاق کو بہتر بنانا ہوگا۔ ان کی چال ڈھال۔ طور و اطوار کردار و گفتار ہر حالت سے تنزیہہ و تقدیس ظاہر ہو۔ اور خدا کا خوف ان سے ظاہر و آشکارہ ہو۔ ایادیِ امر اللہ کی یہ جماعت ادارۂ ولیِ امر اللہ کے ماتحت ہوگی۔ جو ہمیشہ ان کو نفحات اللہ کے پھیلانے اور کل اہلِ جہان کی ہدایت کی سعی و کوشش اور جد و جہد کرنے کی تلقین کیا کریں گے۔ کیونکہ نورِ ہدایت سے ہی سب جہان روشن ہو سکتے ہیں۔

وصایای حضرت عبدالبہاء سے کچھ اور اقتباسات

حضرت عبدالبہاء کی آخری وصیت کی اہمیت۔ اس کے ارشادات کا وزن اور ان کی منزلت اور اس کی ہدایات و شرائط کی بنیادی حکمت اس بات کی مقتضی ہیں کہ ہم اس پر اس وقت کسی قسم کی حاشیہ آرائی نہ کریں۔ مگر ہم دین بہائی کے مختصر سے خاکہ کے آخر میں اس اہم وصیت سے چند اور ایسے اقتباسات درج کردینا مناسب خیال کرتے ہیں جو نہایت وضاحت سے اس روح اور ان اصول کا نقشہ کھینچتے ہیں جو حضرت عبدالبہاء کی رہنمائی اور ہمت افزائی کرتے تھے اور جو آپ کے وفادار پیروؤں کو بطور ورثہ ملے ہیں۔

اے خدا کے پیارو! اس دورِ مقدس میں لڑنا جھگڑنا اور فساد بالکل حرام ہے۔ اور جو تعدی کریگا وہ اپنے آپ کو خدا کے فضل سے محروم پائے گا۔ ہر شخص پر یہ فرض ہے کہ تمام قوموں اور قبیلوں سے خواہ وہ اپنے ہوں یا بیگانے نہایت محبت۔ راستی۔ درستی اور دلی مہربانی سے پیش آئے۔ بلکہ رعایت اور محبت اس درجہ تک پہنچ جائے کہ بیگانہ اپنے آپکو آشنا جانے اور دشمن، دوست خیال کرے۔ یعنی وہ ہرگز کسی قسم کا تفاوت محسوس نہ کریں۔ کیونکہ عمومیت خدا کی عادت ہے اور تحدید صفتِ شیطانی۔

پس اے یارانِ مہربان! تمام قوموں، دینوں اور لوگوں سے کمال راستی، درستی۔ وفا پرستی۔ مہربانی۔ خیرخواہی اور دوستی کے ساتھ ملو جلو۔ تاکہ سارا جہانِ ہستی فیضِ بہار کے جامِ پاک سے سرمست ہو۔ اور نادانی، دشمنی، کینہ و بغض دنیا سے زائل ہو جائے۔ مختلف قوموں اور فرقوں میں جو بیگانگی کی تاریکی چھائی ہوئی ہے وہ یگانگت کے انوار میں تبدیل ہو جائے۔ اگر دوسری قومیں اور لوگ تم پر جفا کریں تم وفا کرو۔ اگر

تم پر ظلم کریں تم عدل کرنا۔ اگر وہ تم سے پرہیز کریں، تم انھیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنا۔ دشمنی کریں تو دوستی سے پیش آنا۔ اگر وہ تمھیں زہر دیں، تم انھیں امرت دینا۔ اگر تم کو زخمی کریں تو تم اُن کے زخم کا مرہم بننا۔ یہ مخلصوں اور صادقوں کی صفات ہیں۔

اے خدا کے پیارو! تم ہر عادل بادشاہ کے سامنے متواضع رہنا۔ اور ہر راستباز شہریار کے فرمانبردار۔ بادشاہوں کی نہایت صداقت و امانت سے خدمت کرنا۔ اور اُن کے مطیع و خیر خواہ رہنا۔ اور مُلکی معاملاتِ سیاست میں اُن کے اِذن و اجازت کے بغیر دخل نہ دینا۔ کیونکہ ایک بادشاہِ عادل کے ساتھ خیانت کرنا خدا کے ساتھ خیانت کرنا ہے۔ یہ تمھیں میری نصیحت اور خدا کا حکم ہے۔ جس کا ماننا تم پر فرض ہے۔ مبارک ہیں وہ جو عمل کرتے ہیں۔

پروردگار! تو دیکھتا ہے کہ تمام چیزیں میرے حال پر رو رہی ہیں اور میرے اپنے رشتہ دار خوشیاں منا رہے ہیں۔ تیری عزت کی قسم اے میرے پروردگار! میرے بعض دشمن بھی میرے دُکھوں اور میری بلاؤں کو دیکھکر رنجیدہ ہوئے اور حاسدوں نے میری غربت و ابتلاء اور کرب و بلاء پر آنسو بہائے۔ کیونکہ انھوں نے مجھ میں سوائے مہر و مودت اور کچھ نہ دیکھا اور سوائے مہربانی اور محبت کے کچھ نہ پایا۔ جب انھوں نے مجھے مصیبتوں اور بلاؤں کے سیلاب میں گھرے دیکھا اور قضا کے تیروں کا نشانہ پایا تو اُن کے دل رقت سے بھر گئے۔ آنسو اُن کی آنکھوں میں ڈبڈبا آئے۔ اور انھوں نے شہادت دی کہ خدا گواہ ہے ہم نے اِس میں سوائے وفا۔ عطا اور حد درجہ کی رأفت کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ مگر ناقضینِ ناعقین کا بغض اور زیادہ بھڑکا اور وہ میری مصیبت پر اور میرے اس طرح محنت و بلا کا شکار ہونے پر خوش ہوئے۔ میرے خلاف اُٹھے اور اُن جانگداز

حوادث کو دیکھ کر جو مجھے گھیرے ہوئے تھے خوشیاں منانے لگے۔

اے میرے پروردگار! میں اپنی زبان اور اپنے سارے دل سے تجھے بتاتا ہوں کہ تو انھیں اُن کے ظلم و اعتساف اور نفاق و شقاوت کے لئے نہ پکڑنا۔ کیونکہ وہ جاہل ہیں۔ دیوانے ہیں اور بے حیا ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ نیکی و بدی میں فرق نہیں کر سکتے۔ اور عدل و انصاف کو ظلم و اعتساف اور خواہشات سے تمیز نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی نفسانی خواہشات کی متابعت کرتے ہیں۔ اور ناقص ترین اور جاہل ترین لوگوں کی پیروی کرتے ہیں۔

اے پروردگار! اُن پر رحم کر اور انھیں اس پُر فتن زمانہ میں ہر بلا سے محفوظ رکھ اور جس قدر بھی رنج و الم اور محنت و بلا ہیں وہ اس بندے پر نازل کر جو اس اندھیرے غار میں گھرا ہوا ہے۔ ہر بلا کے لئے مجھے چن لے۔ اور مجھے اپنے تمام پیاروں کے لئے فدا کر۔ اے میرے پروردگار اعلیٰ! میری روح۔ میری ذات۔ میرا نفس۔ میری کینونت، ہویت و حقیقت سب اُن کے لئے قربان کر۔

اے میرے پروردگار اے میرے پروردگار! میں نہایت عجز و انکسار سے اپنے مُنہ کے بل گر کر تجھ سے نہایت تضرع و ابتہال کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ تو اُن سب کو جنھوں نے مجھے اذیت دی ہے بخش دے اور اُن سب کو معاف کر دے جنھوں نے میرے خلاف منصوبے باندھے اور مجھے ستایا۔ اور ان سب کے گناہوں کو دھو ڈال جنھوں نے مجھ پر ظلم کئے۔ انھیں اپنی بہترین برکات عطا کر اور انھیں خوشیاں عنایت کر۔ حسرتوں سے انھیں بچا۔ اور انھیں امن اور بہبودی سے بہرہ ور رکھ۔ اور انھیں اپنے فضل و عطا سے مالا مال کر دے تو مقتدر و عزیز و مہیمن و قیوم ہے۔

حضرت مسیح کے حواریوں نے اپنے آپ کو اور تمام دنیا کی چیزوں کو فراموش کر دیا تھا۔ سب سروسامان ترک کر کے ہوا و ہوس سے پاک اور منزہ ہو گئے تھے۔ سب تعلقات سے الگ تھلگ ہو کر تمام ملکوں اور شہروں میں پھیل گئے تھے۔ اور خلقِ خدا کی ہدایت میں لگ گئے۔ حتیٰ کہ انھوں نے دنیا کو ایک دوسری دنیا بنا دیا۔ اور عالمِ خاک کو چمکا دیا۔ اور اپنے آخری دم تک اُس دلبرِ رحمانی کی راہ میں جانفشانی کرتے رہے۔ اُن میں سے ہر ایک مختلف ملکوں میں شہید ہوا۔ پس وہ جو مردانِ عمل ہیں اُن کی پیروی کریں۔

اے میرے پروردگار! اے میرے خدا۔ میں تجھے تیرے انبیاء، تیرے رسولوں۔ تیرے اولیاء اور تیرے اصفیاء کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ میں نے تیرے احباب پر اتمامِ حجت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ان کے سامنے سب باتیں کھول کر رکھ دیں تاکہ وہ تیرے امر کی محافظت کریں اور تیرے طریقِ مستقیم کے محافظ ہوں اور تیری نورانی شریعت کی محافظت کریں۔ بے شک تو شاہد وعلیم ہے

تمت

(مطبوعہ کمال پرنٹنگ پریس نئی سڑک دہلی)